فیض الغفور

محمد ادریس الانصاری

إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون

فیض الغفور

ادارہ

تبلیغ اسلام صادق آباد

مقدمہ فیض الغفور طبع دوئم

شریعت وطریقت

آج کے مسلمان صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر جس تیزی سے غلط راہوں پر دوڑے چلے جارہے ہیں، دین کی تڑپ رکھنے والوں کے لئے یہ بہت بڑا سانحہ ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دیے ہوئے دین سے منحرف کرنے، سلفِ صالحین، اہل اللہ سے بدظن اور بے اعتقاد بنانے کے لئے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی جو ناپاک کوششیں مختلف وسائل وذرائع کے ساتھ ایک عرصہ سے کی جارہی تھیں، آج وہ بارآور اور کامیاب ہوتی نظر آرہی ہیں۔

نوجوان، مرد وعورت، بوڑھے بچے جس ماحول میں زندگی کے ایام گذار رہے ہیں، دین اور اسلام کا فکر اور تڑپ رکھنے والوں کے لیے بہت بڑا المیہ ہے۔

—— گھروں کی چار دیواری سے لے کر سکولوں، بازاروں اور دفاتر تک جو شیطانی جال بچھے ہوئے ہیں ان سے بچ نکلنا ہمّت والوں کا ہی کام ہے۔

—— ان شیطانی چالوں کے سمجھنے اور چالوں سے خبردار رہنے کے لیے نہ تو ہمارے پاس صحیح علم ہے اور نہ ہی اہل اللہ کی صحبتیں اور مجلسیں ہمیں نصیب ہیں۔

ایک طرف علماء، صلحاء اور اولیاء کو مطعون کیا جارہا ہے۔ اور دوسری طرف قول وفعل کی بے قیدی کا نام تصوّف رکھ لیا گیا ——

کچھ لوگوں نے کثرتِ وظائف کو تصوّف کا حاصل سمجھ کر اہل اللہ کے مسلک اور طریقوں کی جی آئی تفسیریں کر کے مسائل تصوّف میں صدہا خرافات بھر دیں جن سے ایک طرف تو عقائد درست نہ رہے۔ یعنی لوگ شرک و بدعات میں مبتلا ہو گئے۔ دوسری طرف اس سے یہ نقصان پہنچا کہ شوجہ توجہ رکھنے والے حضرات نہ صرف اصل تصوّف ہی سے انکار کرنے لگے، بلکہ حضرات اولیاء کرامؒ کی شان میں قسم قسم کی دشنام طرازیوں اور گستاخیوں کے ساتھ ساتھ اُن پاک ہستیوں کو ہدفِ ملامت بنانے کے بھی خوگر ہو گئے، اور ۱۳۸۲ سال کے مسلّمہ اصولِ تصوّف کو کتاب و سنّت سے خارج اور شریعت کے خلاف سمجھ کر روحِ ایمان اور حلاوتِ اسلام سے محروم رہ گئے۔

یعنی احسانی کیفیت اور اخلاص فی العمل جو اسلام و ایمان کی حقیقی رُوح تھی اس کی تحصیل سے لاپرواہ ہو بیٹھے۔ اور صرف ظاہری نماز روزہ کی رسوم کو ہی اسلام و ایمان کا حاصل سمجھ گئے۔ ان ہی امور کے پیشِ نظر کتاب "فیض الغفور" کی ترتیب دی گئی۔ اس کتاب میں شریعت، طریقت حقیقت، معرفت، ولایت، توبہ و انابت، تقوےٰ، مشاہدۂ حق، سخاوت، توکّل غرضیکہ تزکیۂ نفوس، تہذیبِ اخلاق، اصلاحِ اعمال، احسان و اخلاص ایسے مسائل تصوف کو قرآن و سنّت کے حوالہ جات کے ساتھ سلیس، عام فہم اور دلنشین طرز پر جمع کیے ہیں۔ کتاب

پڑھ کر معلوم ہوگا کہ "فیض الغفور" علم تصوّف و سلوک کی اِن سائیکلوپیڈیا (INCYCLOPAEDIA) ہے۔ جس میں مسائل سلوک اور تصوّف کے عام مبادیات کو اس خاص ترتیب سے جمع کیا ہے کہ کتاب کے مطالعہ کے بعد منکرینِ تصوّف کے ذہن اللہ کی مدد و ہدایت سے صاف ہوتے چلے جاتے ہیں۔

فیض الغفور کی پہلی طباعت غالباً ۱۹۶۲ء میں ہوئی۔ فقیر کے مرشد و مرّبی حضرت مولانا عبدالغفور المدنی نور اللہ مرقدہٗ الشریف جب تیسری بار مدینہ منوّرہ سے دورۂ پاکستان کے لئے کراچی تشریف لائے، تو فقیر نے اس کا مسودہ حضرتؒ کی خدمت میں بغرض اصلاح و رائے پیش کیا۔

حضرتؒ نے چند روز کے بعد جب فقیر کو یہ مسودہ واپس فرمایا تو ارشاد فرمایا مولانا! بہت اچھی کتاب ہے لکھائی اچھی کرانا اور چھپائی اچھی کرانا کتاب انشاءاللہ چلے گی۔ یہ کتاب چھپی بفضلہٖ تعالیٰ میرے حضرت کی پیش گوئی پوری ہوئی اور کتاب بحمداللہ بہت مقبول ہوئی۔

اب دوسری مرتبہ آفسٹ پر چھاپا جارہا ہے۔ اس مرتبہ کتاب میں کچھ اضافے بھی کئے اور کچھ ترمیم بھی۔ یعنی فارسی عربی عبارتوں کے اردو ترجمے بھی کر دیئے۔ خدا کرے کتاب پہلے سے بھی زیادہ مقبول ہو۔ فائدہ

اٹھانے والے حضرات سے درد مندانہ التجا ہے کہ میرے اور میرے ان رفقاء کے لیے حسن خاتمہ کی دعا فرمائیں جنہوں نے فیض الغفور کی دوسری مرتبہ اشاعت میں مالی تعاون فرما کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لئے روحانی ضیافت کا اہتمام کیا۔

آخر میں عرض ہے کہ اس دور میں فیض الغفور روزانہ بطور ورد بار بار پڑھنا اپنے احباب و اولاد کو پڑھانا اور سنانا رُوح و روحانیت یعنی حقیقت ایمان و اسلام کی بہت بڑی خدمت ہے۔ والسلام

دُعاگو

محمد ادریس الانصاری

۱۵ جولائی ۱۹۷۱ء

(آفتاب عالم پریس لاہور)

تقریظ مبارک

عالمِ ربّانی عارفِ حقّانی حاملِ علوم الشرعیّہ حاصلِ اسلافِ المجدیہ
شیخنا المعظم حضرت مولٰنا عبدالغفور العبّاسی و المدنی عمّت فیوضہم العالیہ
علیٰ امّۃ المحمّدیہ کافّۃً و عامّۃ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَ اَصْحَابِہٖ اَئِمَّۃِ الْعَارِفِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ مولٰنا مولوی محمد ادریس انصاری صاحب کی تالیف مسمّٰی بہ "فیض الغفور" کو چند مقامات سے مطالعہ کیا۔ کتاب مختصر مگر راہِ سلوک، تزکیۂ نفوس، تحلیۂ اخلاق کے لیے بے حد مفید معلوم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس کتاب سے علماً و عملاً مستفید فرمائیں۔ خصوصاً جو حضرات تبلیغ و ارشاد کی خدمت انجام دے رہے ہیں اُن کے لیے تو بے انتہا مفید معلوم ہوتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ، مولٰنا موصوف کو اس خدمت پر دارین میں جزائے خیر عطا فرمائیں اور اہلِ طریق کے لیے نافع و ہادی بنائیں۔ آمین

دعاگو
عبدالغفور العباسی المہاجر فی المدینۃ المنورۃ زادہا اللہ شرفاً و نوراً
باب المجیدی۔ حجاز۔ سعودی عرب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

امابعد زیرِ نظر کتاب میں نہایت اختصار کے ساتھ قرآن مجید احادیثِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اقوالِ عارفین نیز احوالِ صالحین سے مسائلِ ضروریہ کو جو سالکینِ راہ وطالبین ذاتِ خداوندی کو اثنائے سفر میں پیش آتے ہیں، اخذ واستنباط کر کے ایک خاص ترتیب سے جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

کتاب وسنت کے بعد زیادہ تر "کشف المحجوب" مصنفہ امام الاولیاءُ فیاض اللہ حضرت گنج بخش ہجویری ثم لاہوریؒ اور "کیمیائے سعادت" تالیفِ منیف حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نیز کتاب "البرہان المؤید" تالیف عارفِ کامل سید احمد کبیر رفاعی الحسینی قدس اللہ سرہ العزیز کے مضامین عالیہ وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے، جن کے تبحرِ علمی وافاضۂ روحانی پر امت کے اہلِ علم اور تصوف و سلوک کے تمام ائمہ ہُدیٰ متفق و متحد ہیں۔ اقتباسات کے ساتھ اصل کتاب کے مفصل حوالے دیدیے گئے ہیں۔

کتاب کے ابتدائی حصے میں بیشتر عنواناتِ کتاب کو اجمالاً لکھ دیا گیا ہے تا کہ مطالعہ کرنے والے حضرات ایک نظر میں پوری کتاب

کی اجمالی سَیر کر سکیں۔ پھر آئندہ دو ابواب میں ان عنوانات پر کسی قدر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے تا کہ شائقین اجمالی سیر کے بعد جس مقام کی تفصیلی سَیر کرنا چاہیں کر سکیں۔

آخر میں ایک مختصر مضمون "تفہیمات" کے عنوان سے لکھ دیا گیا ہے جو سالک کے لیے تذکرہ - یاد دہانی اور ضروری یادداشت کی حیثیت رکھتا ہے۔

کتاب باذنہٖ تعالےٰ و عونہٖ سالکینِ راہِ طریقت کے لیے اکسیر ہدایت ثابت ہوگی۔

سببِ تالیف و وجہِ تسمیہ

شہنشاہِ حقیقی جل جلالہٗ و عم نوالہٗ کے مراحم خسروانہ و الطافِ شاہانہ کی پیہم و مسلسل بارشیں اُس کی مخلوق پر ہمیشہ سے ہوتی آئی ہیں اور رہتی دنیا تک ہوتی رہیں گی۔ لیکن اپنے بندوں پر ربِ کریم کی اعاظم عنایت یہ ہے کہ وہ اُن کی اُجڑی ہوئی کشتِ روحانی پر بارانِ ہدایت و فیضان برسا کر اُسے تر و تازہ بنانے کا ارادہ فرمالیں۔

سُنّت اللہ و عادتِ خداوندی اس طور پر واقع ہوئی ہے کہ رشد و ہدایت اور انوارِ معرفت کی ضیا باریوں سے جب کسی کو نوازنا منظور ہوتا ہے تو اپنے کسی بندہ خاص کو اس کی طرف متوجہ فرما دیتے ہیں اور اس کے فیضِ نظر اور ہمت کے صدقہ میں دلوں میں آباد کرنے کی بنیادیں استوار کی جاتی ہیں۔

عارفِ رومیؒ فرماتے ہیں ؎

ہر کہ تنہا نادر ے ایں رہ برید
ہم بعونِ ہمتِ مرداں رسید

چنانچہ ربِ رحیم و کریم کی یہ ایک اسی نوع کی نوازشِ کریمانہ تھی کہ آج سے قریبًا پانچ سال قبل دربارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے آفتابِ روحانیت، قطب الہدایت، مرشدی و مولائی، سندی و معاذی یعنی عارف باللہ جارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل الشکور مولانا

عبدالغفور المدنی سلمہ اللہ تعالےٰ اُفقِ پاکستان پر نمودار ہوئے جن کے فیضِ روحانی سے جہاں ہزاروں خوش نصیب آسودہ حال ہوئے اور جن کے عیسیٰ صفت انفاس سے بے شمار قلوب نے حیاتِ جاوداں پائی، وہاں اِس مسکین و بے مایہ کو بھی کفش برداری کا اعزاز حاصل ہوا اور حضرتِ موصوف کی توجہات سے دل میں حضراتِ صوفیائے کرام اور اہل اللہ کے افکار و نظریات معلوم کرنے کا تقاضا اور شوق پیدا ہوا نتیجہ کے طور پر چند یادداشتیں بطورِ تذکرہ لکھ لیں۔ چونکہ اس مجموعہ کے وجود میں آنے کا سبب حضرت ممدوح کی ذاتِ ستودہ صفات ہے اس لیے کتاب کا نام تبرکاً وتیمناً حضرت مولٰنا کے نامِ نامی کی مناسبت سے "فیض الغفور" رکھ کر ربّ غفور و ذوالرحمۃ سے امیدوارِ مغفرت و قبولیت ہوں۔

آخر الامر۔ اس لکھے ہوئے مسودہ کو برائے خوش خطی اور صفائی اپنے مخلص کرم فرما رفیقِ طریق جناب شیخ بشیر احمد صاحب کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا جس مقام پر کمی نظر آئے تکمیل فرما دیں اور جو اغلاط نظر آئیں ان کی تصحیح فرمادیں۔ بحمد اللہ مسودہ کی تکمیل کے بعد جناب شیخ صاحب کے اضافہ نے ایک مفید کتاب بنادی۔ حق تعالےٰ شانہٗ اس ناچیز کاوش کو قبول فرما کر ہمارے حضرت شیخ مدنی دامت برکاتہم کی ترقی درجات کا ذریعہ اور ہم دونوں کے لیے سرمایہ آخرت اور ہم کو جنت الفردوس میں رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب خاص نصیب فرمائیں۔

محمد ادریس انصاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ وصلی اللہ علی افضل البشر خاتم الانبیاء سیدنا و مولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

بابِ اوّل

طریقت اور اس کے متعلقات

طریقت

لغوی معنیٰ ـــــــــ الطُرُقَۃُ ۔ راستہ ۔ طریقہ ۔ عادت جمع طُرُقٌ ۔ الطَّرِیْقَۃُ ۔ عادت، حالت، مذہب ۔ طَرَّقَ لَہٗ: کسی کے لیے راستہ بنانا ۔ طَرَّقَ المَوْضِعَ: راستہ اختیار کر لینا اَطْرَقَ: خاموش ہونا، نیچے سر ڈال کر زمین کی طرف دیکھنا ۔ اَطْرَقَ رَاْسَہٗ: سر جھکانا ۔

اصطلاحی معنیٰ ـــــــــ حضرت صوفیاء کرام نے حسبِ حال جُدا جُدا معانی بیان فرمائے ہیں ۔ مگر میرے نزدیک عام فہم، پسندیدہ اور جامع معنی میرے حضرت مولٰنا عبدالغفور صاحب المدنی سلمہ اللہ تعالیٰ وقدس اللہ سرہٗ کے بیان فرمودہ ہیں ۔ حضرت فرمایا کرتے ہیں:

"شریعت کیا ہے ؟ اقوالُ رسول اللہ وافعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

طریقت کیا ہے ؟ العملُ باقوال رسول اللہ وبافعالہٖ صلی اللہ علیہ وسلم

شریعت وطریقت دونوں ایک ہیں:

یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کا نام شریعت ہے ۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال پر عمل کرنے کا نام طریقت ہے ۔

خلاصہ یہ کہ شریعت اور طریقت دو چیزیں نہیں بلکہ شریعت راستہ ہے تو طریقت اس راستے پر چلنے کا نام ہے ۔ چنانچہ سید الاولیا

حضرت غوث الاسلام سید احمد رفاعی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں :-
"بزرگو! تم جس طرح اولیاء عارفین کے درجہ کی تعظیم کرتے ہو اسی طرح فقہاء علماء کے درجہ کی بھی تعظیم کرو۔ کیونکہ دونوں کا راستہ ایک ہی ہے حضرات علماء ظاہر شریعت کے وارث اور احکامِ شرعیہ کے محافظ ہیں لوگوں کو (دین کے) احکام بتلاتے ہیں۔ ان احکام کے ذریعہ سے واصلین کو اللہ تعالیٰ کا وصل نصیب ہوتا ہے کیونکہ جو عمل اور جو کوشش شریعت کے خلاف کسی اور طریقے پر ہو اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں۔ اگر کوئی عابد پانچ سو برس تک خلاف شریعت عبادت کرتا رہے تو یہ عبادت اُس کے منہ پر ماری جائے گی اور اس کی گردن پر گناہ الگ ہوگا حق تعالیٰ قیامت کے دن اس کی عبادت کو کسی وزن میں بھی شمار نہ کرینگے جس شخص کو دین کی سمجھ حاصل ہو اس کی دو ۲ رکعتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جاہل درویش کی دو ہزار رکعتوں سے افضل ہیں۔ پس خبردار! علماء کے حقوق ضائع نہ کرنا، تم کو ان سب کے ساتھ حُسنِ ظن رکھنا چاہیے خاص کر اُن میں سے جو متقی عالم باعمل ہیں یعنی اللہ نے جو علم اُن کو دیا ہے اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔"
پھر فرماتے ہیں :-

باعمل علماء ہی اولیاء ہیں

ان کی عزت و حرمت کی تمہیں خاص طور پر حفاظت کرنی چاہیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص علم پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایسی چیزوں کا علم دیتا ہے

جو اس کو پہلے سے معلوم نہیں ہوتیں اور یہی بزرگی اولیاء کو حاصل ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ علماء باعمل ہی حقیقت میں اولیاء ہیں۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے العلماء ورثۃ الانبیاء (علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں) اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے جس سے علماء باعمل سرفراز ہیں۔ یہی لوگ تمام انسانوں کے سردار اور تمام مخلوق سے اشرف اور حق تعالٰے کا راستہ بتلانے والے ہیں۔

پھر فرمایا

شریعت طریقت ہے اور طریقت شریعت ہے

تم ایسا نہ کہو جیسا جاہل صوفی کہا کرتے ہیں کہ ہم اہل باطن ہیں اور وہ اہل ظاہر ہیں۔ یہ بات غلط ہے کیونکہ یہ دین ظاہر و باطن کا جامع ہے۔ اس کا باطن ظاہر کا مغز ہے۔ اور ظاہر باطن کا ظرف یعنی محافظ ہے اگر ظاہر نہ ہوتا تو باطن کہاں چھپتا، اگر ظاہر نہ ہوتا باطن کا وجود ہی نہ ہو سکتا کیونکہ دل بغیر جسم کے موجود ہی نہیں ہو سکتا بلکہ اگر جسم نہ ہو تو دل خراب ہو جائے گا ـــ اور دل بدن کا نور ہے اگر بدن میں دل نہ ہو وہ مردہ اور تاریک ہوگا اس لیے ظاہر (شریعت) باطن (طریقت) کا محتاج اور باطن (طریقت) ظاہر (شریعت) کا محتاج ہے۔ یہ علم جس کا نام بعض لوگوں نے علم باطن رکھا ہے اس کی حقیقت دل کی اصلاح ہے اور علم ظاہر کی حقیقت عمل بالارکان اور تصدیق بالجنان ہے یعنی ظاہری بدن سے ارکانِ اسلام کو ادا کرنا اور دل سے

توحید و رسالت فرائض و عقائد کی تصدیق کرنا۔ اب بتلاؤ اگر تمہارا دل حُسن نیت اور اندرونی طہارت سے آراستہ ہو گیا۔ مگر اس کے ساتھ تم نے قتل بھی کیا، چوری بھی کی، زنا بھی کیا، سُود بھی کھایا، شراب بھی پی، جھوٹ بھی بولا، لوگوں پر تکبر بھی کیا، اُن کو بُرا بھلا بھی کہا تو تمہاری نیت کے درست ہونے اور دل کے پاک ہونے سے کیا فائدہ ہوا؟

اسی طرح اگر تم نے اللہ کی عبادت کی، عفت بھی اختیار کی، روزہ بھی رکھا، سچ بھی بولا، صدقہ بھی دیا، تواضع بھی اختیار کی۔ مگر تمہارے دل میں ریا اور فساد چھپا ہوا ہے یعنی تم نے یہ کام اللہ کے واسطے نہیں کیے بلکہ دکھلاوے کو اور مخلوق میں بزرگ بننے کے لیے کیے ہیں تو اس عمل سے کیا نفع ہوا؟

غرضیکہ نہ ظاہر (شریعت) بدون اصلاح باطن کے مفید ہے۔ نہ باطن (طریقت) بدون اصلاح ظاہر کے مفید ہے۔

جب یہ بات تمہاری سمجھ میں آگئی کہ باطن ظاہر کا مغز ہے اور ظاہر باطن کا ظرف اور محافظ ہے دونوں میں کچھ جدائی نہیں بلکہ کسی کو بھی دوسرے سے استغنا نہیں تو اب تم یہ کہو کہ ہم اہلِ ظاہر ہیں، اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اہل باطن بھی ہیں۔ جب تم یہ کہو گے کہ ہم ظاہر شریعت پر چلنے والے ہیں تو باطن اور طریقت کو بھی تم نے تسلیم کر لیا۔ کیونکہ صوفیہ کی وہ کون سی باطنی حالت (مثلاً زہد، ورع، خشیت، تسلیم و رضا، توکل، تواضع) ہے جس کے حاصل کرنے کا ظاہر شریعت نے حکم نہیں

دیا اور وہ کونسی ظاہری حالت ہے[ع] جس کے باطن کے درست کرنے کا ظاہر شریعت نے حکم نہیں دیا۔

پس ظاہر و باطن میں جدائی اور تفریق کے قائل نہ ہو کہ یہ گمراہی اور بدعت ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس قدر ریاضات و مجاہدات واذکار و اشغال صوفیہ کرتے ہیں سب سے عمل کی تکمیل و اخلاص کی تحصیل ہی مقصود ہے اور کچھ نہیں اس لیے نہ علماء صوفیاء سے الگ ہو سکتے ہیں نہ صوفیاء علماء سے "

طریقت کی ضرورت —— علماء بھی طریقت کے محتاج ہیں۔

حضرت غوث الاسلام سید احمد رفاعیؒ فرماتے ہیں :۔

" اے ہم سے محجوب رہنے والے تیرا یہ خیال ہے کہ عالم بن جانے کے بعد تجھے ہماری ضرورت نہیں، بتلا —— اُس علم سے کیا نفع جس میں اخلاص نہیں اور اخلاص ایک خطرناک راستے کے کنارے پر ہے۔ اب بتا —— تجھے عمل کے لیے کون اُٹھائے گا؟ دنیا کے زہر کا کون علاج کرے گا جو تیرے اندر بھرا ہوا ہے اور اخلاص حاصل ہو جانے کے بعد تجھے بے خوف و خطر راستہ کون تبلائے گا۔ کیا یہ درسی کتابیں اور کتابوں کے پڑھانے والے بتائیں گے۔ نہیں —— ہرگز نہیں۔ جاننے والوں سے پوچھو، اگر تم خود نہیں جانتے۔ فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ

ع مثلاً نماز و روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ ان میں اخلاص کی جان ہو اور اخلاص کے بعد خشیہ کہ قبول ہوتی ہے یا نہیں، کیا ظاہری شریعت اس کا حکم نہیں دیتی ۱۲، انصاری

اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ٥ علیم و خبیر اللہ تعالےٰ شانہٗ نے ہم کو یہی طریقہ بتلایا ہے کہ جس بات کا تم کو علم نہ ہو جاننے والوں سے معلوم کرو"

اہل علم کی غلط فہمی اور اس کا ازالہ

"اے عالم! تو یہ سمجھتا ہے کہ آیت فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ کا مصداق تو ہے؟ اگر تو اہل ذکر میں سے ہوتا تو ذکر کے ثمرہ سے محروم نہ ہوتا، کیونکہ ذکر اللہ کے اثر سے دل پر فکر ضرور غالب ہوتا ہے۔ اور فکر کے آثار ذاکر کی صورت سے ظاہر ہونے لگتے ہیں اس کے ہر کام سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کو کوئی بڑا فکر ہے۔ تجھ کو تیرے اس حجاب نے ہی روکا کہ مشائخ سے دور رہتا ہے تجھ کو تیرے دعوےٰ علم نے تباہ کیا۔ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ — اے اللہ! میں ایسے علم سے جو نفع نہ دے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

اب تبلا ____ ! جس علم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے اس پر تیرا ناز کرنا کہاں تک زیبا ہے ہم ہے محجوب! تو ہمارے دروازوں کا پہرہ دے کیونکہ تیرا جو وقت اور درجہ[ع] ہمارے دروازوں پر گزرے گا وہ تیرے لیے ایک اعلیٰ درجہ اور اللہ کی طرف رجوع، کرنے کا وقت ہوگا۔ کیونکہ ہمارا رجوع

ع درجہ ہر منٹ کا ہوتا ہے۔

اللہ کی طرف صحیح ہو چکا ہے اس لیے جو ہمارے پاس آتا ہے اس کو بھی اللہ کی طرف رجوع کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ — اُن لوگوں کے راستے پر چل جو میری طرف رجوع کر چکے ہیں۔

طریقت میراث نہیں۔ عمل سے حاصل ہوتی ہے

سید الاولیاء حضرت رفاعیؒ فرماتے ہیں:- "میرے پیارے تیرا یہ گمان ہے کہ یہ طریقت تیرے باپ کی میراث ہے۔ تیرے دادا سے سلسلہ بسلسلہ چلی آرہی ہے۔ تیرے پاس بکر و عمرو کے نام سے آجائیگی اور تیرے شجرۂ نسب میں داخل ہو جائے گی۔ تیرے خرقہ کے گریبان پر تیری کلاہ پر منقش ہو جائے گی۔ تو نے اس سرمایہ کو طریقت سمجھ لیا ہے کہ اُونی لباس ہو۔ ایک کلاہ ہو۔ ایک لاٹھی ہو۔ ایک گدڑی اور بڑا سا عمامہ ہو۔ بزرگوں کی شان و صورت ہو۔ نہیں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اِن چیزوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تیرے دل کو دیکھتا ہے۔ تیرے دل میں خدا کے اسرار اور اُس کے قرب کی برکت کیوں کر ڈالی جائے کہ تُو تو کلاہ اور خرقہ اور تسبیح اور عصا اور ٹاٹ پالان کے حجابوں میں گرفتار ہو کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہو رہا ہے یہ عقل کس کام کی جو نورِ معرفت سے کوری ہے؟ یہ سر کس کام کا جو جوہر عقل سے خالی ہے اے مسکین! تو نے اس جماعت جیسے کام تو کیے نہیں اور ان کا لباس پہن لیا۔ عزیز من! اگر تو اپنے دل کو مار کر خوف کا لباس پہنتا اور انانیت و تکبر کو مٹنے کا لباس پہناتا اور زبان کو ذکر کے لباس سے آراستہ کرتا اور ان سب حجابوں سے جن میں پھنسا ہوا ہے۔ چھوٹ جاتا اس کے

بعد یہ لباس پہنتا تو تیرے لیے اچھا ہوتا بہت بہتر ہوتا، مگر تجھ سے یہ بات کیوں کر کہی جائے یہ تیری سمجھ میں نہ آئے گی۔ تو نے تو یہ سمجھ لیا کہ میری کُلاہ (ٹوپی) اس جماعت جیسی کُلاہ ہے، میرا لباس ان کے لباس جیسا ہے۔ سب کی صورتیں ملی ہوئی ہیں مجھ میں اور ان میں کیا فرق ہے؟ حالانکہ دل مختلف ہیں اور سب سے زیادہ ضرورت دل ہی کے ملنے کی ہے۔ اگر تجھ کو اپنی حقیقت معلوم ہوتی تو ماں باپ، دادا، چچا اور کرتہ اور کُلاہ اور تخت و زینہ سب سے الگ ہو جاتا اور خدا کی قسم خدا کو ڈھونڈنے کے لیے ہمارے پاس آتا پھر اچھی طرح ادب حاصل کر کے یہ لباس پہنتا اور میرا گمان تو یہ ہے کہ حُسنِ ادب حاصل ہو جانے کے بعد تو اپنے نفس کو اس لباس اور تمام فضولیات سے جو اللہ سے غافل کرنے والی ہیں خود ہی الگ کر لے گا۔

اے مسکین! تُو اپنے وہم پر چل رہا ہے، اپنے خیال پر راستہ طے کر رہا ہے۔ اپنے جھوٹ اور عجب و غرور کے ساتھ چل رہا ہے اَنانیت اور تکبر کی ناپاکی اُٹھائے ہوئے ہے اور سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں ــ بھلا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟

تکبر کے ساتھ یہ راستہ ایک قدم بھی طے نہیں ہو سکتا۔ تواضع کا علم سیکھ، حیرت کا سبق پڑھ، مسکنت اور انکسار کا علم حاصل کر۔

ارے ناسمجھ! تو نے تو تکبر کا علم حاصل کیا اور بڑائی کا سبق پڑھا۔

بتلا! ان سب سے تجھے کیا حاصل ہوا؟

بس یہ حاصل ہوا کہ تو آخرت والوں کی سی ظاہری صورت بنا کر اس مردود دنیا کو حاصل کر رہا ہے۔ تو نے بہت بُرا کیا۔ تیری مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی گندگی

کو گندی چیز کے عوض خرید رہا ہو کیونکہ دنیا کے لیے آخرت والوں کی صورت بنانا بھی دنیا ـــــ ! بلکہ بدترین دنیا ہے ۔ تُو آپ ہی اپنے کو کیونکر دھوکہ دے رہا ہے ؟ اور اپنے متعلق اور اپنے ہم جنسوں کے متعلق کس طرح جھوٹی باتیں کرتا ہے کہ اپنے کو اللہ والا کہتا ہے اور اپنے مُریدوں کو طریقت کا سالک بتلاتا ہے حالانکہ نہ تُو اللہ والا ہے اور نہ تیرے مریدوں کو اللہ کے راستہ کا پتہ ۔

یاد رکھ ! عاشق اپنے محبوب کے پاس اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کے دشمن سے دور نہ ہو جائے اب سُن لے ۔

دنیا خدا کی دشمن ہے اور تو اس میں پھنسا ہوا ہے ۔ پھر تو خدا کا مُقرب اور اللہ والا کیوں کر ہو سکتا ہے ۔

ایک مرید نے پانی نکالنے کے لیے اپنا برتن کنویں میں ڈالا تو وہ سونے سے بھرا ہوا نکلا ۔ اس نے برتن کو کنویں ہی میں لوٹا دیا اور حق تعالیٰ سے عرض کیا میرے محبوب تیرے حق کی قسم ! میں تیرے سوا کسی کو نہیں چاہتا ۔ اللہ والے ایسے ہوتے ہیں ۔ اگر ایسا نہ بن سکے تو کم از کم اتنا تو ہو کہ حرام طریقے سے دنیا نہ کمائے ۔ مریدوں کے مال پر نظر رکھنے اور لوگوں سے نذرانے و ہدایا وصول کرنے کے لیے اللہ والوں کی صورت بنانا حرام ہے ۔

جس کو توکل کامل حاصل نہ ہو اُس کو اپنے ہاتھ سے مزدوری کر کے غذا حاصل کرنا چاہیے ۔

حضرت معروف کرخیؒ ۔ داؤد طائی ، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم اور ان صوفیاء نے جو ان حضرات کی صحبت سے فیض پانے والے ہیں ، اللہ تعالیٰ تک پہونچنے کے راستوں کا خلاصہ دو لفظوں میں بیان کیا ہے ۔

. خدا تعالیٰ تک پہونچنے کی راہیں ، یعنی طریقت کیا ہے ؟

(۱) شریعت پر مضبوطی کے ساتھ چلنا (۲) صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کا طالب بننا ۔ یعنی اللہ کے سوا تمام چیزوں کی طلب دل سے نکال دینا شریعت کیا ہے ؟ عزیز من !

شریعت تیرے سامنے ہے۔ دیکھ لے تیرے نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کس طرح رہتے تھے، کیوں کر باتیں کرتے تھے، اچھے اور بُرے لوگوں سے کن اخلاق کے ساتھ پیش آتے تھے۔ پھر تو بھی آپؐ جیسے عمل کر، آپؐ کی طرح باتیں کر، آپؐ کے اخلاق حمیدہ کو اختیار کر اگر تو نہیں جانتا تو علماء سے پوچھ ——!

حاصل یہ کہ شریعت نام ہے اقوالُ رسول اللہ، افعالُ رسولِ اللہ اور اخلاقُ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور طریقت نام ہے ان اقوالِ رسول، ان اخلاق رسول پر عمل کرنیکا۔

حُسنِ اخلاق

لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ کیونکہ خُلقِ حسن تمام اعمال سے افضل ہے مشہور ہے :۔

اِذَا لَمْ تَسَعِ النَّاسَ بِمَالِكَ فَسَعِ النَّاسَ بِخُلُقِكَ — اگر تم لوگوں کو اپنے مال سے راحت نہ پہونچا سکو تو اپنے اخلاق کے ساتھ ہی آرام پہونچاؤ۔

اور مشہور ہے :۔

اَحْسَنَ الْحُسْنِ الْخُلُقُ الْحَسَنُ — بہترین حُسن اچھے اخلاق ہیں

اچھے اخلاق والا بستر پر لیٹے لیٹے ہی روزہ دار، تہجد گزار کے مرتبے پر پہونچ جاتا ہے کیونکہ فرائض کے بعد اللہ تعالیٰ کے قرب اور نزدیکی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ یہی ہے "جب لوگوں کی ملاقات کے وقت تیرا دل گھٹا ہوا رہے تو عبادت سے تجھے کیا نفع؟ معلوم ہوتا ہے کہ تم خود کو دوسروں سے افضل جانتے ہو جب ہی تو ہر شخص سے دل کھول کر نہیں ملتے۔" اے مسکین! شاید تو اپنی عبادت سے اللہ پر احسان رکھتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں اور اُن کی عبادت سے مستغنی ہیں۔ جب تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اُس کے دروازے پر جھک کر اس کی چوکھٹ پر سر رکھ کر اس کی سلطنت کے سامنے عاجز بن کر اس کی ہیبت سے کانپ کر اس کے حقوقِ واجبہ کی ادائیگی سے اپنی کمزوری کا اعتراف و اقرار کر کے، اپنے نفس اور عمل وغیرہ پر نظر کرنے سے الگ ہو کر اس کی عزت وجلال کے دروازے کو اپنی ذلت و خواری کے ہاتھوں سے کھٹ کھٹاتے ہوئے عبادت کر، مخلوق سے بڑا بننے اور اپنے کو اُن سے افضل جاننے کا خیال دل سے نکال دے، اُس وقت تیرے لیے قبولیت کی امید کی جاسکتی ہے

اگر یہ نہیں تو عبادت کے قبول ہونے کی امید نہیں کی جاسکتی۔ ب م ۸۸
اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماتے ہوئے آپ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اخلاق کی خوبیوں کو پورا کرنے کے لیے ہی بھیجا گیا ہوں اور فرمایا کرتے تھے اے خدا تو نے مجھے اچھی صورت بخشی، اچھے اخلاق بھی بخش دے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدخوئی طاعت کو اس طرح تباہ کر دیتی ہے جس طرح سرکہ شہد کو اور نیک اخلاق گناہ کو یوں نابود کر دیتے ہیں جیسے آفتاب بخ کو

خوش اخلاقی کی تعریف

بعض بزرگوں نے خوش اخلاق انسان کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ وہ شرمگین، متواضع ہو صاحبِ ایثار ہو، سچا، صلح جو، عبادت گزار، سب کا خیر خواہ، سب کے حق میں نیک کردار ہو، مشفق، صابر و قانع۔ شاکر و بردبار۔ نرم دل ہو۔ مال و جاہ کا حریص نہ ہو۔ اس کو حکومت کی خواہش نہ ہو۔ نہ کسی کو گالی دے، نہ لعنت کرے، نہ سخن چینی اور غیبت کرے، تجسّس اور بدگمانی سے دور رہنے والا ہو، نہ فحش کلامی کرے اور نہ جلد باز ہو۔ نہ حاسد اور کینہ پرور ہو۔ کشادہ پیشانی اور خوش زبان ہو۔ اس کی دوستی دشمنی، خوشی اور غصہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہوں۔ غرضیکہ اس عادات و اطوار نمونہ ہوں صاحبِ خُلقِ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اکسیر ہدایت ص ۳۰۴، ۳۱۴)

خوش اخلاقی کی مثالیں

(۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو آپ نے اپنے پہلے

خطبے میں ذیل کے الفاظ میں اظہارِ حقیقت فرمایا:۔

وَاللّٰہِ مَا کُنْتُ حَرِیْصًا عَلَی الْاِمَارَۃِ یَوْمًا وَّلَا لَیْلَۃً قَطُّ وَّلَا کُنْتُ فِیْھَا رَاغِبًا وَّلَا سَأَلْتُھَا اللّٰہَ قَطُّ فِیْ سِرٍّ وَّعَلَانِیَۃٍ وَمَالِیْ فِی الْاِمَارَۃِ مِنْ رَاحَۃٍ (کشف المحجوب صہ ۱۰۱)

بخدا میں نے تم پر حکومت کرنے کی نہ دن میں حرص کی اور نہ رات میں اور نہ مجھ کو اس کی کبھی رغبت ہوئی نہ کبھی علانیہ یا خفیہ خدائے تعالیٰ سے اس کی دعا مانگی اور نہ ہی حکومت اور سلطنت میں میرے لیے راحت ہے۔

کمالِ ایثار

(۲) حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے کے لیے جب بلوائیوں نے اُن کے مکان پر حملہ کیا، تو آپ کے غلاموں نے ہتیار اٹھا لیے۔ آپ نے فرمایا جو غلام ہتیار نہ اٹھائے میں اُس کو اللہ کے لیے آزاد کردوں گا۔ حضرت عبداللہ بن رباحؓ اور ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ ہم اس وقت حضرت عثمانؓ کے پاس مکان کے اندر بیٹھے ہوئے تھے اس شور وغوغا کو سن کر ہم باہر نکلے تو دیکھا کہ حضرت امام حسنؓ آرہے ہیں۔ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ امام حسنؓ کس غرض سے حضرت عثمانؓ کے پاس جارہے ہیں ہم بھی اُن کے ساتھ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پہونچ گئے۔ حضرت امام حسنؓ نے وہاں پہونچ کر اظہار افسوس کیا اور عرض کیا، امیرالمومنین! آپ امیر وامام ہیں اور بلا اذنِ امیر شریعت مسلمانوں پر تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں دیتی پس مجھے حکم فرمائیں تاکہ اس فتنے کو فرو کرنے کے لیے میں تلوار سنبھالوں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا:۔

یَا ابْنَ اَخِیْ اِرْجِعْ وَاجْلِسْ فِیْ بَیْتِکَ حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ فَلَا حَاجَۃَ لَنَا فِیْ اِھْرَاقِ الدِّمَاءِ (کشف المحجوب صہ ۱۰۲)

بھتیجے! واپس چلے جاؤ اور اپنے گھر میں بیٹھے رہو۔ دیکھتے رہو کہ اللہ تعالیٰ کیا فیصلہ فرماتا ہے ہمیں مسلمانوں کے خون بہانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت علی رضؓ سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت کوئی نصیحت فرمائیں آپ نے فرمایا کہ اپنے بال بچوں میں اس قدر مصروف نہ ہو کہ سب کچھ بھول جائے کیونکہ اگر تیرے بال بچے اللہ کے دوست ہیں تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو کبھی ضائع نہیں کیا کرتا۔ اگر وہ اللہ کے دشمن ہیں تو پھر اللہ کے دشمنوں سے تیری ہمدردی اور اعانت کسی طرح بھی درست نہیں (کشف المحجوب ص۱۰۳)

سچائی

حبیب عجمی رحؒ — حسن بصریؒ حجاج سے بھاگ کر حبیب عجمی کے عبادت خانے میں چھپ گئے۔ حجاج اُن کے تعاقب میں وہاں پہونچا اور حبیب عجمیؒ سے پوچھا اے حبیب! تو نے یہاں حسن بصری کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ میرے عبادت خانے میں چھپا ہوا ہے۔ حجاج نے اندر جا کر تلاش کیا لیکن آپ کو نہ پایا۔ باہر آ کر بولا آپ نے مجھ سے جھوٹ کہا۔ حبیبؒ نے فرمایا میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا وہ اندر ہی ہیں۔ حجاج کئی مرتبہ اندر گیا، لیکن آپ کو نہ پایا۔ آخر مایوس ہو کر چلا گیا اس کے جانے کے بعد حضرت حسنؒ باہر نکلے اور فرمایا اے حبیب! اللہ تعالیٰ نے تمہاری برکت سے مجھے بچالیا۔ حضرت حبیبؒ نے فرمایا یہ میری برکت نہیں، بلکہ میرے سچ کی برکت ہے اگر میں تمہیں بچانے کے لیے جھوٹ بولتا تو حجاج ہم دونوں کو رسوا کرتا (کشف المحجوب ۱۱۲)

سُنّت کی برکت

حبیب بن اسلم راعی رحؒ — آپ فرات کے کنارے رہائش رکھتے تھے ایک بزرگ، اُن کی جگہ سے گزرے دیکھا نماز پڑھ رہے ہیں اور ایک بھیڑیا آپ کی بکریوں کی حفاظت کر رہا ہے۔ بزرگ کہتے ہیں میں نے خیال کیا کہ ان بکریوں کے مالک ضرور خدارسیدہ ہیں، ان کی زیارت کرنی چاہیے۔ آپ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے بعد از سلام فرمایا بیٹا کیسے آئے ہو؟ بزرگ نے جواب دیا زیارت کے لیے حضرت نے فرمایا جزاک اللہ، بزرگ نے کہا حضرت والا! یہ بھیڑیے اور بکریوں کا میل کیوں کر ہے؟ آپ نے جواب

دیا کہ جب ان بکریوں کا چرواہا اللہ تعالےٰ کے موافق ہو تو پھر بھیڑیا بکریوں کے کیوں موافق نہ ہو یہ فرما کر آپ نے ایک لکڑی کا پیالہ پتھر کے نیچے رکھا، اس پتھر سے دو چشمے جاری ہو گئے ایک دودھ کا دوسرا شہد کا۔ آپ نے فرمایا لو پی لو۔ انہوں نے کہا اے شیخ! یہ مقام کیسے ملا؟ آپ نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع، اطاعت اور فرماں برداری سے۔

عالمِ بے عمل

امام ابو حنیفہؒ ۔ داؤد طائیؒ تکمیل علم کے بعد حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اب کیا کروں؟ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ تکمیل علم کے بعد اب عمل کا التزام کر۔ کیونکہ علم بغیر عمل کے ایسا ہے جیسے جسم بغیر روح کے۔ جب تک علم پوری طرح عمل سے متفق نہ ہوگا نہ تو صفائی باطن ہی ہوگی اور نہ اخلاص کی کیفیت پیدا ہوگی۔ جو شخص محض علم پر قناعت کرتا ہے اور عمل نہیں کرتا وہ حقیقت میں عالم نہ ہوگا۔ (ک م ص۱۱۶)

سیاستِ ملوک

حضرت فضیل بن عیاضؒ کی خدمت میں ہارون رشید گئے اور عرض کیا حضرت مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ فرمایا امیر المومنین! آپ کے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ حضرت عباسؓ نے حضورؐ سے درخواست کی تھی کہ یا رسول اللہ! مجھے قوم کا سردار بنا دیجئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا چچا! میں نے آپ کے ایک ایک سانس کو سرداری عطا کی خدائے تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری میں آپ ایک سانس لینا مخلوق کی ایک ہزار سالہ فرماں روائی سے بہتر ہے اس لیے کہ امارت وحکومت قیامت کے روز محض شرم و ندامت کا باعث ہوگی۔

ہارون رشید نے کہا کچھ اور نصیحت فرمائیں تاکہ میں اس پر عمل کروں حضرت فضیلؒ نے فرمایا جب عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے بالاتفاق خلیفہ

بنالیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے سالم بن عبداللہ رجاء بن حیوۃ، محمد بن کعب کو بلایا اور کہا میں فتنہ میں مبتلا ہوگیا ہوں مجھے چھٹکارے کی کوئی تدبیر بتاؤ۔ ان حضرات میں سے کسی نے کہا کہ اگر آپ قیامت کے دن عذاب الٰہی سے نجات چاہتے ہیں تو خلیفہ ہونے کے باوجود تمام بوڑھوں کو اپنے باپ کی مثل سمجھو اور جوانوں کو حقیقی بھائیوں کے مانند اور بچوں کو اپنے بچوں کی طرح۔ اور ان سب کے ساتھ ایسا معاملہ کریں جیسے اپنے گھر میں باپ، بھائیوں اور بچوں کے ساتھ اختیار کیا جاتا ہے۔ تمام اہل اسلام کا ملک تیرا گھر ہے اور اس میں بسنے والے تیرا کنبہ ہیں۔ لہٰذا ان کے ساتھ شفقت اور محبت کا برتاؤ اس طرح کرو جس طرح اپنے گھر والوں کے ساتھ کیا کرتے ہو۔ ک م ص۱۲۵

ترکِ مالایعنی **ابو اسحاق ابراہیم بن ادہمؒ** ۔۔۔ آپ بلخ کے بادشاہ تھے ایک روز آپ ہرن کے شکار کے لیے نکلے۔ ایک ہرن کے تعاقب میں گھوڑا ڈال دیا اور لشکر سے علیحدہ ہوگئے۔ ہرن اللہ کے حکم سے گویا ہوا کیا تیرے پروردگار نے تجھے اسی لیے پیدا کیا خدا نے تجھے اسی کا حکم دیا ہے؟ اس بات سے آپ کو فوراً توبہ کی طرف راغب کیا اور اسی وقت سے زہد و تقویٰ کا طریق اختیار کیا۔ ک م ص۱۲۵

مقامِ فنا **حضرت بایزید بسطامیؒ** ۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار مکہ معظمہ گیا وہاں میں نے گھر کو تو خوب اچھی طرح دیکھا لیکن گھر والا نظر نہ آیا میں نے سمجھ لیا میرا حج مقبول نہیں ہوا۔ دوسری مرتبہ پھر گیا۔ اس بار تو گھر بھی دیکھا اور گھر والا بھی دیکھا۔ میں سمجھا اب بھی توحید کی تکمیل نہیں ہوئی۔ آخر تیسری بار گیا تو صرف گھر والے کو دیکھا اور خوب دیکھا اور گھر بالکل نہیں دیکھا۔ ضمیر سے آواز آئی بایزید! ہماری توحید کے تقاضے بہت بلند ہیں۔ اگر ہماری ذات کے علاوہ تو اپنے آپ کو بھی دیکھے تو مشرک ہو جائے گا۔ پس میں نے توبہ کی اور توبہ سے بھی توبہ کی اور اپنی ہستی کو دیکھنے سے بھی توبہ کی تمام حواس ظاہری و باطنی سے محو فی الذات ہوگیا۔

(ک م ص۱۲۹)

فکرِ عقبیٰ **داؤد طائی رح** — اپنے مرید سے فرمایا اگر عافیت اور سلامتی چاہتا ہے تو دنیا کے فتنوں سے علیحدہ اور بے تعلق رہ - اگر عزت چاہتا ہے تو عاقبت کی فکر کر اور اس کے لیے توشہ جمع کر

توکّل **حضرت شقیق بن ابراہیم ازدیؒ** — آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ اپنے فرماں بردار بندوں کو مرنے کے بعد ہمیشہ زندہ رکھتا ہے - لیکن اس کے نافرمان بندے زندہ ہونے کے باوجود مُردوں سے بدتر ہیں - ملائکہ فرماں بردار بندوں کی فرماں برداری پر قیامت تک ان کی تعریف و توصیف کرتے رہتے ہیں اور ان کا ثواب انہی ہے -

آپ کی درویشی کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ایک دفعہ بلخ میں زبردست قحط پڑ گیا سب لوگ قحط کی وجہ سے سخت پریشان تھے - ان دنوں آپ نے ایک غلام کو دیکھا جو بازار میں ہنسی خوشی پھر رہا تھا - لوگوں نے اس کو کہا کہ تمام مخلوق تو قحط کی تکلیف سے پریشان ہے اور تو ہنسی خوشی پھر رہا ہے - وہ بولا کہ میرا آقا ایک گاؤں کا مالک ہے اس نے میرے سب رنج و غم مٹا دیے اور مجھے بے فکر کر دیا اس لیے مجھے کوئی رنج و ملال نہیں ہے - یہ سُن کر حضرت شقیقؒ کو فوراً خیال آیا - کہ پروردگار! یہ آدمی اس زمیندار کا غلام ہونے کی وجہ سے بے فکر ہے جس کے قبضے میں صرف ایک گاؤں ہے لیکن تیری ہستی تمام جہانوں کی مالک ہے - تمام کائنات تیرے تصرف میں ہے اور تو ہی ہمارا رازق ہے اس کے باوجود ہم رزق کی طرف سے بے چین اور قحط کی وجہ سے پریشان ہیں یہ ہمارے ایمان کی کمزوری نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یہ کہہ کر دنیا کے دھندوں سے علیحدگی اختیار کی اور اہل اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر روحانی ترقی کی کوشش شروع کر دی - اور رزق کی طرف سے کبھی پریشانی نہ ہوئی - فرمایا کرتے تھے میں اپنے مالک کے پہچاننے میں اُس غلام کا شاگرد ہوں - اور میں نے جو کچھ پایا اُسی سے پایا - ک م ص ۱۳۲

بربادی کے اسباب **حضرت عبدالرحمٰن بن عطیہؒ** - فرمایا کہ جب دنیا

کی خواہشات و توقعات اللہ کے خوف پر غلبہ پالیں تو زمانے میں ظلم و گناہ کا فساد فروغ پاتا ہے۔ ک م ص ۱۳۲

اولیاء کا ادب امام احمد بن حنبل رح حافظ الحدیث اپنے زمانے کے امام و مجتہد تھے۔ اس کے باوجود صوفیائے کرام سے استفادہ سلوک فرماتے تھے۔ آپ نے جن بزرگوں سے فیوض باطن حاصل کیے ان میں حضرت ذوالنون مصری رح، حضرت بشر حافی رح، حضرت سری سقطی، حضرت معروف کرخی رح ہیں آپ بزرگوں کا بہت احترام کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا:۔

مَا الْاِخْلَاصُ	اخلاص کیا ہے؟
فرمایا اَلْاِخْلَاصُ ھُوَ الْخَلَاصُ مِنْ اٰفَاتِ الْاَعْمَالِ	تمہارا خلاف شرع لغزشوں سے پاک ہونا اخلاص ہے۔
پھر اس نے پوچھا:۔ مَا التَّوَکُّلُ	توکل کیا ہے؟

حضرت امام نے فرمایا:۔ خدا تعالیٰ کی ذات پر مکمل بھروسہ کرنا۔

اس نے پھر پوچھا مَا الرَّضَاءُ	رضاء کا کیا مطلب ہے؟
آپ نے فرمایا: تَسْلِیْمُ الْاُمُوْرِ اِلَی اللّٰہِ	اپنے تمام معاملات اور تمام کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا اور اس کے ہر سلوک سے راضی اور خوش رہنا۔
اُس نے عرض کیا مَا الْمُحَبَّۃُ	محبت کے کیا معنی ہیں؟

فرمایا یہ بات بشر حافی سے پوچھنے کی ہے۔ جب تک بشر حافی زندہ ہیں میں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ ک م ص ۱۳۷

خشیہ:۔ آپ پر جب عالم نزع طاری ہوا تو آپ کے بیٹے نے کہا اباجی کیا

حال ہے ؟ آپ نے فرمایا وقت نہایت پُر خطر ہے جواب کی جگہ نہیں ہے ۔ دعا سے مدد کرتے رہو ۔ کیونکہ جو لوگ میرے دائیں بائیں بیٹھے ہیں ان میں شیطان بھی ہے اور وہ میرے سامنے کھڑا سر پر خاک ڈال کر کہہ رہا ہے کہ اے احمد! تو میرے ہاتھ سے جان سلامت لے گیا ۔ اور میں کہتا ہوں جب تک ایک سانس بھی باقی ہے خطرہ موجود ہے ۔ مخزن اخلاق صہ ۲۳۹

اِخفاءِ باطن حضرت احمد بن خضرویہ بلخیؒ نے فرمایا اپنے فقر کی عزت چھپائے رکھ یعنی مخلوق پر ظاہر نہ کر کہ میں صاحب طریقت اور درویش ہوں لیکن جب تیرا صاحب باطن ہونا خود بخود لوگوں پر ظاہر ہو جائے تو یہ خدا تعالٰے کی طرف سے بہت بڑا اعزاز ہے ۔

قناعت حضرت عسکر بن حسین نفسیؒ نے فرمایا فقیر کی روزی وہی ہے جو اس کو خدا کی طرف سے پہونچ جائے اور اس کا لباس اتنا ہی ہے جو اُس کے بدن کو ڈھانپ لے ۔ اس کا گھر وہ ہے جہاں وہ رہنے لگے ۔ ان تینوں میں تصرف کرنا غفلت کا سبب ہوتا ہے ۔ تمام دنیا اس غفلت میں مبتلا ہے ۔ کیونکہ وہ اس میں کھپ رہی ہے ۔ یہ سب مادی ضروریات کے لحاظ سے ہے ۔ ورنہ درویش کی غذا وجد اُس کا لباس تقویٰ اور اس کا گھر غیب اور عالمِ لاہوت ہوتا ہے ۔ اللّٰہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا — اور اگر وہ لوگ راہ طریقت پر ثابت قدم رہیں تو ہم اُن کو معرفت کا صاف پانی پلائیں

اور فرمایا:-

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ (کم ص۱۱) — اور پرہیزگاری کا لباس سب لباسوں سے زیادہ اچھا ہے ۔

حرص حضرت عبداللّٰہ بن حفیفؒ نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ

حقیقی معنوں میں خوش و خرم اور مطمئن زندگی بسر کرے وہ اپنے دل میں حرص کو جگہ نہ دے اس لیے کہ حریص ذکر و فکر سے غافل رہتا ہے۔ حقیقتہً وہی قلب زندہ ہے جو غیر اللہ کے تعلق سے آزاد ہو اور عشقِ الٰہی سے لبریز ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مومن کے قلب کو عزت اور ذلت کا باعث بنایا ہے۔ چنانچہ اپنے ذکر کو قلب کی عزت ٹھہرایا اور حرص کو اس کی ذلت قرار دیا۔

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دلوں کو اپنے ذکر کا مقام بنایا ہے لیکن بعد میں وہ اتباع شہوات کے باعث سفلی خواہشات کے مسکن بن گئے۔ ک م ص ۱۴۴

علم و معرفت | **حضرت نوری** رح نے فرمایا ہمارے زمانے میں دو چیزیں سب سے افضل و بلند پایہ ہیں ایک تو عالم جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے دوسرا عارف باللہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو پہچان کر حقائق کے متعلق کلام کرتا ہے۔

تواضع | **حضرت رُوَیم بن احمد** رح پایہ کے مفسر محدث اور فقیہ تھے کسی شخص نے آکر حال دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اُس کا کیا حال ہوگا جس کا مذہب خواہشات کی پے رَوی ہو جس کی سب کوششیں دنیوی کاموں تک محدود ہوں۔ جو نہ تو سچا ہو نہ مُتّقی ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہو۔ یہ حضرت کی انتہائی کسرِ نفسی تھی۔

جاہ پرستی | **حضرت یوسف بن حسین رازی** رح حضرت جنید رح کے مرید تھے۔ فرمایا تمام لوگوں میں ذلیل ترین وہ شخص ہے جو تصوف اور طریقت کی راہ اختیار کرنے کے باوجود حریص اور جاہ پرست ہو۔ اور سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو توحید کے تقاضوں کو سمجھے اور اپنا قلب غیر اللہ سے ہٹا کر اپنی پوری محبت اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کر دے۔

عَارف کی شناخت | **حضرت عبداللہ بن فضل بلخی** رح آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا عارف اور برگزیدہ شخص وہ ہے جو اس کے احکام کی تعمیل میں سب سے زیادہ محنت اور کوشش

ہو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی محبت اور اخلاص سے کرتا ہو آپ نے فرمایا مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو جنگلوں اور بیابانوں (سمندروں اور ہواؤں) کو خطرات و مشکلات میں طے کرتا ہوا خانہ کعبہ تک پہونچتا ہے جس میں اس کے انبیاء کے آثار و نشانات ہیں۔ لیکن وہ نفس کے جنگلوں اور معصیت کے دریاؤں کو عبور کر کے اپنے قلب تک رسائی نہیں کر پاتا جس میں اس کے مالک اور پروردگار کے آثار و نشانات ہیں اور جو اُس کا مقدس مسکن ہے یعنی دل جو خداوند تعالیٰ کی معرفت کا گھر ہے فضیلت میں کعبہ سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ ک م ص ۱۵۳

فسادِ معاشرہ

حضرت ابو بکر محمد بن عمرؒ - آپ نے فرمایا لوگوں کے تین گروہ ہیں (۱) علماء (۲) امراء (۳) فقراء۔ جب علماء گمراہ ہو جاتے ہیں تو شریعت کے اتباع میں خلل پڑ جاتا ہے۔ جب امراء۔ غافل و گمراہ ہو جاتے ہیں تو رعایا کی اقتصادی اور معاشی حیثیت تباہ ہو جاتی ہے۔ جب فقراء (درویش) گمراہ ہوتے ہیں تو اخلاق و آداب کو ایک ضعف عظیم پہونچتا ہے یعنی قوم کی اخلاقی حیثیت گر جاتی ہے۔

قوم کی تباہی امراء (حکام) و حکومت کے ظلم و ستم سے ہوتی ہے علماء کو دنیا کی ہوس اور خواہشِ منصب (عہدہ) تباہ کرتی ہے اور فقراء کو عزت اور جاہ طلبی برباد کرتی ہے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ بے علم بادشاہ یا ذمہ دارِ حکومت جو علمِ دین سے بے بہرہ ہو۔ عالم غیر پرہیزگار اور فقیر بے توکل شیطان کے ساتھی ہیں اور تمام مخلوق کا بگڑنا ان تینوں کے بگاڑ پر موقوف ہے۔

توحید اور اس کا کمال

حضرت ابو حمزہ خراسانیؒ - خراسان کے بڑے مشائخ میں سے تھے۔ ایک دن سفر میں جاتے ہوئے کسی کنویں میں گر پڑے۔ تین دن کے بعد خراز کے سیّاح وہاں اُترے حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ انہیں آواز دوں کہ مجھے باہر نکالو۔ مگر اسی

وقت خیال آیا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا اچھا نہیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ میرے خدا نے کنویں میں ڈال دیا تو یہ خدا کی شکایت ہوگی۔ اتنے میں وہ لوگ خود ہی کنویں کے پاس آگئے۔ انہوں نے دیکھا کہ کنواں راستے میں بنا ہوا ہے اور اس کے گرد کوئی دیوار بھی نہیں ہے۔ لوگوں کے اس میں گرنے کا احتمال دیکھ کر انہوں نے کنویں پر چھت ڈال دی۔ میں یہ دیکھ کر بہت گھبرایا اور اللہ تعالیٰ کی مناجات شروع کر دی کہ الٰہی! یہ میری موت کا باعث نہ بن جائے۔ جب رات ہوئی تو کوئیں کی چھت جنبش میں آئی اور میں نے اچھی طرح محسوس کیا کہ چھت کو کوئی حرکت دے رہا ہے۔ ایک بہت بڑے اژدہے کو میں نے دیکھا کہ وہ نیچے اُترنے لگا۔ میں نے سمجھا کہ اللہ تعالےٰ نے اسے میری نجات کا ذریعہ بنایا ہے۔ چنانچہ میں نے اُس کی دم کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا اور اس نے مجھے کھینچ کر باہر نکال دیا۔ اتنے میں غیب سے آواز آئی، اے ابوحمزہ! تو نے ہماری توحید کا مکمل طور پر احترام کیا اور ہماری ذات پر پورا بھروسہ رکھا۔ تیری نجات بھی نہایت عمدہ ہے کہ ہم نے ایک ہلاک کر دینے والی چیز کو تیری نجات کا سبب بنا دیا۔ ک م ص ۱۵۷

اکلِ حلال | **حضرت ابو محمد بن حُسینؒ حَرِیریؒ** ۔ حضرت جُنیدؒ کے جانشین تھے۔ آپ نے فرمایا ایمان کا دوام، دین کا قیام اور اصلاح اجسامؔ تین چیزوں پر منحصر ہیں۔ اکتفاؔ۔ اِتقاؔ، اہتمام فی رزق الحلال۔ جو شخص خدا کی ذات پر اکتفاء کرتا ہے اس کے خصائل اور عادات بہت عمدہ ہو جائیں گے جو شخص اس کے منع کیے ہوئے اعمال سے بچے گا اس کی سیرت نہایت پاکیزہ ہو جائے گی اور جو شخص اپنی غذا کی حفاظت کرے گا اُس کا نفس عبادت و ریاضت سے بہترین فوائد حاصل کرے گا۔ پس اکتفاء کا ثمرہ معرفت کی صفائی

عہ اجسام جسم کی جمع یعنی بدنوں کی اصلاح

ہے تقویٰ کا ثمرہ تزکیۂ باطن اور حُسنِ اخلاق ہے۔ غذا میں احتیاط کرنے کا نتیجہ تن درستی اور طبیعت کا اعتدال ہوتا ہے۔ ک م ص۱۵۰

حق العبادُ حضرت ابو حمزہ بغدادیؒ نے ارشاد فرمایا ایک حق تیرے نفس کا ہے۔ دوسرا حق مخلوق کا ہے۔ جب تو نے اپنے نفس کو بُرے کاموں سے بچالیا تو اس کا حق ادا کر دیا اور جب تو نے مخلوقات کو کسی قسم کا نقصان دینی و دنیوی نہیں پہنچایا تو تُو نے اس کا حق ادا کر دیا۔ پس کوشش کر کہ مخلوق کو تجھ سے کوئی بُرائی نہ پہونچے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں مشغول ہو جانا چاہیے۔

تسلیم و رضاء حضرت ابو محمد خالدیؒ نے ارشاد فرمایا کہ انسان ہر طرح اللہ تعالےٰ پر بھروسہ رکھے اور اس کا قلب مادّی اسباب کے ہونے یا نہ ہونے میں کوئی فرق محسوس نہ کرے اس لیے کہ جسم انسانی اس کے خالق کی مِلک ہے اور اس کا پرورش کرنا بھی اس کے ذمہ ہے۔ وہ اپنے علم کے مطابق اس کی پرورش کے ذرائع کو بھی خود جانتا اور عمل میں لاتا ہے۔ اس کے طریق عمل میں انسان کو ہرگز دخل نہ دینا چاہیے۔ جو لوگ دخل دیتے ہیں وہ بلاوجہ پریشان اور پراگندہ خاطر رہتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ میں حضرت جنیدؒ کے پاس آیا۔ میں نے آپ کو بخار کی حالت میں دیکھا۔ میں نے عرض کیا حضرت دعا کیجئے اللہ تعالےٰ آپ کو اس بیماری سے نجات بخشے۔ آپ نے فرمایا میں نے کل عرض کیا تھا تو مجھے آواز آئی اے جنید! تیرا جسم ہماری ملکیت ہے اپنی مَشیّتُ کے مطابق ہم چاہیں تو تجھے تن درست رکھیں اور چاہیں تو بیمار رکھیں تو کون ہے جو ہماری اور صرف ہماری ملکیت کے درمیان دخل دے پس تسلیم و رضا کو اپنا دستور بنا اور قدرت کے معاملات میں اپنا تصرّف

منقطع کرے تاکہ تیرا شمار میرے اطاعت شعار بندوں میں ہو۔

شوقِ نماز حضرت خیر النساج رح جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا اور بے ہوشی طاری ہوئی تو آپ نے آنکھیں کھولیں اور ملک الموت کی طرف دیکھ کر فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے معاف کرے تھوڑی دیر کے لیے ٹھیر جا۔ تو بھی خدا کا محکوم بندہ ہے اور میں بھی خدا کا محکوم بندہ ہوں جس چیز کا مجھے حکم دیا گیا ہے وہ چیز اب مجھ سے فوت ہو رہی ہے لیکن جس چیز کا تجھے حکم دیا گیا ہے وہ تجھ سے فوت نہیں ہوسکتی لہٰذا مجھے شام کی نماز اطمینان سے پڑھ لینے دے تاکہ میں خدا کے حکم کو بجالاؤں پھر میں تجھے اجازت دوں گا کہ اپنا حکم بجالا۔ چنانچہ آپ نے وضو کرکے نماز ادا کی اور پھر اپنی جان خدا کے سپرد کی

حضرت کا اصل نام محمد بن اسمٰعیل ہے۔ خیر النساج اس لیے کہتے ہیں کہ آپ حج کے ارادے سے سامرہ سے روانہ ہوئے۔ راستے میں کوفہ سے گزرے۔ جب کوفہ کے دروازے پر پہنچے تو ایک ریشم بننے والے نے کہا کہ تو میرا غلام ہے لہٰذا میں تجھے یہاں سے ہرگز نہ جانے دوں گا۔ آپ نے یہ معاملہ خدا کی طرف سے سمجھ کر اس کی تردید نہ کی اور مسلسل کئی سال تک اس کی خدمت کرتے رہے جب بھی وہ آپ کو اے خیر! کہہ کر پکارتا تو آپ غلام کی طرح فرماتے لبیک آخر وہ شخص خود ہی پشیمان ہوا اور اس نے معافی مانگتے ہوئے کہا میں اپنی حماقت سے گمراہی میں پڑ گیا۔ آپ تشریف لے جائیں، آپ میرے غلام نہیں۔ چنانچہ آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ آپ کی ولایت کا وہ مقام تھا کہ حضرت جنید رح فرمایا کرتے تھے خَیْرٌ خَیْرُنَا خیر ہم سب میں بہتر ہے۔

تعریفِ مُراد اُور مُرید حضرت محمد بن قاسم رودباری رح نے فرمایا مرید وہ ہوتا ہے جو اپنی ذات کے لیے کوئی خواہش نہ رکھے بلکہ وہی پسند کرے جو اللہ تعالیٰ اس کے لیے

پسند کرے۔ اور مُراد وہ ہوتا ہے جو دونوں جہان میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی چیز نہیں چاہتا۔ اور جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کو چاہتا ہے وہ ہمیشہ وہی کچھ چاہتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ تسلیم و رضاء درویشی کے ابتدائی مقامات میں سے ہیں۔ اور عشق و محبت انتہائی حالات میں سے۔ احوال باطن کا محفوظ رکھنا حق تعالیٰ کی تائید سے ہے اور جب درویش کو یہ تائیدِ ایزدی حاصل ہو جاتی ہے تو درویش خود بخود صراطِ مستقیم پر قائم ہو جاتا ہے۔ اور اس کی تمام توقعات اور آرزوئیں اسی کی ذات سے وابستہ ہو جاتی ہیں کہ م صـ۱۶۷

صُحبتِ اہلِ دُنیا حضرت سعید بن سلام مغربیؒ نے فرمایا جو شخص فقراء اور درویشوں کی صحبت چھوڑ کر دولتمندوں کی مجلس اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو مُردہ اور نور معرفت سے بے گانہ کر دے گا۔

سماع حضرت مظفر بن احمد بن حمدانؒ نے فرمایا سماع کی طلب و آرزو اُس وقت تک ہوتی ہے جب تک مشاہدہ ذات حق نہ ہو لیکن جب درویش مشاہدہ سے سرشار ہوتا ہے اور طبیعت طریقت میں پختہ ہو جاتی ہے تو سماع بالکل پھیکا اور بے کیف معلوم ہوتا ہے۔ دیکھنا سماع کو اپنی عادت مت بنا بیجو اور وہ تیری طبیعت کا جزو نہ بن جائے (ک م صـ۱۶۸)

ہدایت و گمراہی حضرت علی بن احمد خرقانیؒ نے فرمایا انسان کے لیے دو راستے ہیں۔ ایک گمراہی کا، دوسرا ہدایت کا۔ گمراہی کا راستہ یہ ہے کہ بندہ خدا کی طرف چلے اور اس کی ذات وصفات کو نہ پہچاننے کے باوجود یہ سمجھے کہ میں خدا رسیدہ ہو گیا ہوں ہدایت کا راستہ خدا کی غرض سے اس کے مخلص اور صالح بندوں کی طرف چلنا ہے یعنی اولیاء اللہ کی

صحبت[1] ان کی مجلس میں بیٹھ کر ان کی نصائح سن کر خدا کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ کیونکہ اولیاء اللہ اور اہل باطن کے ربط و تعلق کے بغیر اللہ کی معرفت ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔ ک م ص ۱۶۹

غرور

حاتم الاصم رح فرماتے ہیں کہ اچھی جگہ پر مغرور نہ ہو کہ بہشت سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے مگر دیکھ کہ آدم علیہ السلام نے وہاں کیا دیکھا کثرتِ عبادت پر غرہ نہ کر۔ کیونکہ تجھے معلوم ہے کہ ابلیس نے ہزاروں سال عبادت کی علم پر مغرور نہ ہو۔ بلعم باعور علم کی وجہ سے ایسے درجہ پر پہنچ گیا تھا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کو جان لیا لیکن اس کے حق میں ایسا آیا ہے:۔

فمثلہ کَمَثَلِ الْکَلْبِ ان تَحْمِلْ عَلَیْہِ یَلْھَثْ اَوْ تَتْرُکْہُ یَلْھَثْ — اس کی مثال کتے کی مثال ہے کہ اگر اس پر کچھ اٹھایا جائے تو زبان نکالتا ہے یا چھوڑ دیا جائے تو بھی زبان نکالتا ہے

نیک مردوں کے دیدار سے مغرور نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں نے بہت زیادہ آپ کو دیکھا، صحبت کی لیکن مسلمان نہ ہوئے اکسیر ہدایت ص ۵۲۵

تعریفِ ایمان و نفاق

آپ نے فرمایا کہ مومن فکر و عبرت میں مشغول ہوتا ہے اور منافق حرص و امل[2] میں۔ مومن اللہ کے سوا سب سے مامون ہوتا ہے۔ منافق اللہ کے سوا سب سے ڈرتا ہے۔ مومن اللہ تعالیٰ کے سوا سب سے نا امید ہوتا ہے اور منافق اللہ تعالیٰ کے سوا سب سے امید رکھتا ہے۔ مومن مال کو دین کی راہ میں فدا کرتا ہے۔ منافق دین کو مال کے لیے فدا کرتا ہے۔ مومن اطاعت کرتا ہے اور روتا ہے منافق گناہ کرتا ہے اور بے فکر ہے۔ مومن تنہائی اور علیحدگی کو پسند کرتا ہے

---

[2] بے خوف

منافق زحمت اور مخالطت[عل] کو دوست رکھتا ہے۔ مومن نیکی کا بیج بوتا ہے اور ڈرتا ہے کہ نہ کاٹے۔ منافق کچھ نہ بو کر بھی کاٹنے کی طمع کرتا ہے۔ اکسیر ہدایت ص ۳۱۴

آپ شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔

۸ مسائل ضروریہ ایک دن استاد نے شاگرد سے پوچھا۔

س ـــــ تم کتنی مدت میرے ہاں رہے ؟

ج ـــــ پینتیس برس کامل

س ـــــ اس طویل عرصے میں کیا حاصل کیا ؟

ج ـــــ صرف آٹھ مسائل

فرمایا ـــــ اِنا للہ۔ میں نے ایک عمر تمہارے ساتھ کھپائی اور تم نے مجھ سے آٹھ ہی مسئلے سیکھے ؟

عرض کیا ـــــ میں جھوٹ نہیں کہتا۔ آپ کی زندگی اور صحبت سے اِن آٹھ مسائل تک رسائی ہو پائی ہے۔

فرمایا ـــــ وہ آٹھ مسائل کیا ہیں۔ میں بھی تو سنوں ؟

عرض کیا ـــــ سنیئے :۔

پہلی بات ـــــ میں نے دیکھا کہ یہاں ہر شخص کسی نہ کسی محبوب پر دل سے فریفتہ ہے۔ لیکن اس محبت کا انجام یہ ہوتا ہے کہ جہاں چاہنے والا قبر میں آسودہ ہوا محبوب نے اس کو چھوڑ دیا۔ اس پر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ نیکیوں کو اپنا معشوق ٹھہراؤں گا، تاکہ جب میں مروں تو یہ آخر تک میرے ساتھ رہیں۔ یہ ایک مسئلہ ہوا۔

دوسری بات :۔ میں اس آیت پر غور کیا :۔

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ اور جو اپنے رب کے سامنے پیش ہ...

عل یعنی حضرت خرقانی ؒ سے میل جول باہمی تعلقات

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ — سے ڈرا اور جس نے نفس کو خواہشات سے روکا تو جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے

تو معلوم کیا کہ اصل مقصود اللہ تعالےٰ کی ذات ہے تب خواہشات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، یہاں تک کہ دل طاعاتِ الٰہیہ پر مطمئن ہوگیا۔ یہ دوسرا مسئلہ ہوا۔

تیسری بات :- میں نے دنیا کے سازوسامان کا اس نقطۂ نظر سے جائزہ لیا ہے کہ یہاں جو کچھ بھی ہے اس کی بہرآئینہ کچھ مقدار اور قیمت ہے۔ پھر اس حقیقت پر نظر پڑی

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۝ — تمہارے ہاں جو کچھ بھی ہے ختم ہونے والا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے۔

اس سے میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ ان تمام اشیاء کی قدر و قیمت کو رکھنے کا ایک ہی طریق ہے کہ ان کا رُخ اللہ کی طرف پھیر دیا جائے۔ یہ تیسرا مسئلہ ہے۔ جو میں نے سیکھا۔

چوتھی بات :- میں نے اس بات پر بھی غور کیا کہ لوگ شرف و مجد کے کن کن معیاروں کو فکر و نظر کے سامنے رکھتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ کوئی تو مال کی فراوانی پر نازاں ہے۔ کسی کو حسب و نسب کی بزرگی پر گھمنڈ ہے۔ لیکن جو اصلی معیار ہے۔ وہ اور ہی شے ہے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ — تم میں سے عنداللہ اکرم وہ ہے جو زیادہ متقی ہو۔

اس سے میں نے جانا کہ اگر بزرگی حاصل کرنا ہے تو تقویٰ سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا چاہیے۔ مال و دولت اور حسب و نسب کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ یہ چوتھا مسئلہ ہوا اور اسی ترتیب سے باقی مسائل ہیں جو میں نے سیکھے۔

بقیہ نکات کی تفصیل ۔ مثلاً میں نے جب لوگوں کی اس بیماری پر سوچ بچار کی کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کو برا کیوں کہتے ہیں تو مجھے اس نتیجے پر پہونچنے میں کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑا کہ اس کا اصل باعث حسد ہے۔ اس لیے اس بیماری سے چھٹکارا حاصل کرنے میں لگ گیا۔

میں نے مُقَاتَلہ و مُجَادَلہ کے اسباب پر غور کیا تو میں نے معلوم کیا کہ معاملہ رزق ومال کا ہے۔ شیطان ان کو ایک دوسرے کے خلاف ازراہ عداوت اُکساتا ہے

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا — شیطان تمہارا دشمن ہے۔ لہذا اسے اپنا دشمن ہی ٹھراؤ۔

میں نے اس نصیحت پر عمل کیا اور شیطان کی انگیخت سے مجتنب رہنے لگا۔

یہ حقیقت بھی میرے سامنے آئی کہ یہاں کا ایک ایک فرد روٹی کے ایک ایک ٹکڑے کے لیے نفس کی کن کن ذلتوں کو برداشت کر رہا ہے حتی کہ حرام تک کے ارتکاب میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا۔ میں نے جب اس آیت پر نظر ڈالی:۔

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا — اور زمین پر چلنے پھرنے والا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ تعالے کے ذمہ نہ ہو۔

تو مجھ کو اس طرف سے یکسوئی ہوئی کیونکہ آخر میں بھی انہی چلنے پھرنے والوں میں سے ایک ہوں جن کی روزی کی ذمہ داری اللہ نے اٹھا رکھی ہے میں نے حصولِ رزق کے جنون کو چھوڑا اور عبادات میں مشغول ہوگیا۔

اسی طرح انسان کی اس کمزوری پر میں نے غور کیا کہ ان میں سے ہر ایک فرد کسی نہ کسی مخلوق فانی پر تکیہ لگائے بیٹھا ہے۔ کسی کو اپنے مالِ تجارت پر تکیہ ہے۔ کسی کو اپنی صنّاعی پر بھروسہ ہے۔ کوئی صحت بدنی پر سہارا کیے بیٹھا

سے ہے میں نے سوچا یہ سارے سہارے غلط ہیں۔ کیوں نہ اللہ ہی پر بھروسہ کیا جائے
وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۔ اور جس نے اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کیا وہ جان لے کہ وہ اس کے لیے کافی ہے

شفیق رح نے مسائل کی جب یہ تفصیل سنی تو کہا کہ واقعی اللہ تعالےٰ نے تمہیں ان صحیح باتوں کے فہم کی توفیق عطا کی ہے۔ میں نے ان تمام علوم و معارف پر غور کیا ہے جو توراۃ و انجیل، زبور و قرآن میں موجود ہیں اور یہ دیکھا ہے کہ یہی آٹھ مسائل وہ مرکز و محور ہیں کہ پورا دین جن کے گرد گھومتا ہے۔

عالم کی حویلی

ان کے ایک شاگرد ابو عبداللہ الخواص رح کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ تین سو بیس آدمیوں کا ایک قافلہ حج کی نیت سے روانہ ہوا ان کے پاس سوائے صُوف کے جُبّوں کے جو یہ پہنے ہوئے تھے کچھ نہ تھا۔ اس بے سرو سامانی میں یہ گروہ رے کے ایک متقشف تاجر کے ہاں ٹھیرا جو مساکین اور درویشوں سے بڑی محبت رکھتا تھا۔ اس نے ان کی دعوت کی۔ جب صبح ہوئی اُس نے حاتم رح سے کہا کہ مجھے تو محمد بن مقاتل کی عیادت کو جانا ہے جو رے کے قاضی اور فقیہ ہیں آپ اگر مصروف ہوں تو اجازت دیجئے۔ حاتم رح نے کہا میں اس ثواب سے کیوں محروم رہوں، مریض کی عیادت باعث فضیلت ہے اور فقیہ کو ایک نظر دیکھ لینا ہی عبادت ہے۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ چنانچہ ہم سب عیادت کے لیے فقیہ رے کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ہمارے سامنے ایک بلند و بالا خوب صورت حویلی ہے۔ یہی وہ مکان تھا جہاں ہمیں جانا تھا۔ حاتم رح سوچنے لگے کہ کیا ایک عالم کو اس انداز کے مکان میں رہنا چاہیے؟ جب اندر جانے کی اجازت ملی تو اور بھی تعجب ہوا۔ حویلی کیا تھی وسعت و نزہت کا ایک پیکرِ حسین۔ دروازوں پر لٹکے ہوئے اور پوری پوری

آرائش کا اہتمام - حاتم رح کے فکر و تردد میں اور اضافہ ہوا - اس سے آگے بڑھے تو محمد بن مقاتل فقیہ رے کو اس عالم میں پایا کہ نہایت عمدہ فرش پر استراحت فرما ہیں - ایک غلام سرہانے کھڑا پنکھا جھل رہا ہے تاجر سرہانے بیٹھ گیا اور اس نے خیریت پوچھی - حاتم رح اس اثناء میں کھڑے اس صورتِ حال کا جائزہ لیتے رہے ابن مقاتل نے اشاروں سے کہا بیٹھ جائیے - حاتم رح نے کہا جی نہیں - اس نے کہا آپ کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں - حاتم رح نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے اجازت دی

حاتم ـــ آپ نے یہ علم کی دولت کن لوگوں سے حاصل کی ؟

ابن مقاتل ـــ ثِقات سے -

حاتم ـــ انہوں نے کس سے استفادہ کیا ؟

ابن مقاتل ـــ صحابہ رض سے

حاتم ـــ اور صحابہ نے ؟

ابن مقاتل ـــ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

حاتم ـــ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کے سامنے دامنِ طلب پھیلایا ؟

ابن مقاتل ـــ جبریل علیہ السلام کے سامنے -

حاتم ـــ اور جبریل کا معلم کون ہے ؟

ابن مقاتل ـــ اللہ تعالیٰ -

حاتم رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل کی طرف جو وحی کی اور انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جس امانتِ عزیز کو پہونچایا اور آنحضرت صلعم کی وساطت سے جو دولت صحابہ رض کی طرف منتقل ہوئی پھر صحابہ رض سے ثقات اور ثقات سے آپ تک پہونچی اس میں کہیں عالی شان مکان کا تذکرہ ملتا ہے - جس میں یہ بالاخانے ہوں اور یہ وسعت اور پھیلاؤ ہو - ابن مقاتل نے کہا نہیں

حاتم نے پوچھا اگر نہیں تو پھر آپ نے آنحضرتؐ سے کیا سُنا ؟ ابن مقاتل نے کہا میں نے سنا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے معاملے میں زہد اختیار کیا اور اپنی توجہ کو آخرت ہی کی طرف مرکوز رکھا نیز مساکین کے ساتھ محبت والفت کے ساتھ پیش آتے رہے اور اس امر میں برابر کوشاں رہے کہ عقبیٰ میں اُن کا ایک ایک درجہ اور رتبہ قائم و محفوظ رہے حاتمؒ نے اس پر کہا کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ نقشہ تھا تو پھر آپ نے یہ کس کی پیروی اختیار کر رکھی ہے آں حضرتؐ کی یا فرعون و نمرود کی جس نے پہلے پہل پکے مکانوں کی بنیاد ڈالی۔

اے علمأ! جب دنیا کا ایک حریص اور جاہل یہ دیکھتا ہے کہ ایک عالم کی زندگی کا یہ ٹھاٹھ ہے تو اس کے دل میں یہ خواہش چٹکیاں لیتی ہے کہ میں اس شر میں اس سے بڑھ چڑھ کر کیوں حصہ نہ لوں؟ یہ کہا اور ابن مقاتل کے مکان سے باہر نکل آئے۔

اُنہی کا ایک اور واقعہ سنیئے۔ اس سے علمائے حق کے بارے میں جو صحیح تصور ہے اس کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔ یہ حضرت مدینہ منوّرہ پہنچے تو لوگوں نے ان کے استقبال میں بڑی گرم جوشی دکھائی، انہوں نے کمال سادگی سے پوچھا!

یہ کون سا شہر ہے؟

لوگوں نے جواب دیا مدینۃ الرسولؐ ہے۔

آپ نے فرمایا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محل کہاں ہے میں وہاں نماز ادا کرنا چاہتا ہوں۔

لوگ ۔۔ آں حضرتؐ کا محل؟ آں حضرتؐ کا محل کہاں تھا وہ تو ایک چھوٹے سے گھر میں رہتے تھے جو زمین سے بس کچھ ہی اونچا ہوگا۔

آپ بولے اچھا، اُن کا محل نہیں تھا؟ تو اُن کے صحابہؓ کے محلات وقصور کا ہی کچھ اَتا پَتا دو؟

لوگ بولے اُن کو بھی محل اور قصور کہاں تھے۔ وہ بھی تو ایسے ہی چھوٹے چھوٹے گھروں میں رہتے تھے جو زمین سے ملے ہوئے اور بچھے ہوئے تھے۔

آپ نے کہا — اگر یہ بات ہے تو یہ شہر جس میں اتنے اونچے اونچے محل اور مکانات موجود ہیں — کسی اور کا شہر ہو تو ہو مدینۃ الرسولؐ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس وقت موجود ہوتے کبھی اپنے شہر کو ایسا نہ بنانے دیتے۔ جس کو دیکھ کر دنیاداروں کے شہر اور نبی کے شہر میں کوئی فرق نظر نہ آئے —

افکار غزالیؒ ۲۰۷ تا ۲۱۴

ایثار

ایثار سخاوت سے بہت اونچے درجہ کا نام ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی ضرورت کی چیز کو اپنے پاس رکھتے ہوئے باقی جو کچھ بھی ہو وہ ضرورت مندوں میں تقسیم کر دے تو اس شخص کا یہ فعل سخاوت کہلائے گا۔ لیکن اگر ایک شخص اپنی عین ضرورت کی چیز بھی دوسرے ضرورتمند کو دے دیتا ہے تو اس کے اس فعل کو ایثار کا نام دیا جائیگا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں مہمان آیا۔ اس وقت گھر میں کوئی چیز نہ تھی۔ ایک انصاری آیا اور اس مہمان کو اپنے گھر لے گیا۔ اتفاقاً وہاں بھی کھانا تھوڑا تھا۔ چراغ بجھا دیا اور کھانا اس کے آگے رکھ دیا۔ خود بھی ہاتھ اور منہ کو حرکت دیتا تھا مگر کھاتا نہ تھا تاکہ مہمان سیر ہو کر کھا لے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے خلق و سخاوت سے متعجب تھا اور یہ آیت نازل ہوئی:۔

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (القرآن الحکیم)

حسنؒ انطاکی مشائخ کبار میں سے تھے۔ چند اصحاب آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ روٹی کافی نہ تھی جو کچھ تھا ٹکڑے کیا اور سب کے آگے رکھ دیا اور چراغ بجھا کر دسترخوان پر بیٹھ گئے۔ جب چراغ روشن ہوا تو روٹی ویسی ہی موجود تھی کسی نے بھی ایثار کی وجہ سے نہ کھائی۔

حضرت حذیفہ عدویؓ کہتے ہیں کہ جنگِ یرموک میں بہت سی مخلوق شہید ہو گئی میں نے پانی لیا اور اپنے چچازاد بھائی کی تلاش کی۔ اس کو ڈھونڈ لیا۔ قریب المرگ تھا۔ میں نے کہا پانی چاہتا ہے؟ کہا ہاں۔ پھر آہ کر کے اشارہ کیا کہ پہلے اس کے پاس لے جاؤ۔ وہ ہشام بن العاصؓ تھا اور لبِ جاں تھا۔ اس نے آہ کر کے کہا کہ پہلے اس کو ایک تیسرے زخمی کی طرف اشارہ کر کے ادو۔ میں اس کے پاس

گیا وہ جاں بحق ہو چکا تھا۔ پھر ہشام کے پاس آیا وہ بھی شہید تھا۔ وہاں سے اپنے چچا زاد کے پاس آیا تو وہ بھی شہید ہو چکا تھا۔!

کہتے ہیں بشر حافیؒ کی طرح کوئی شخص دنیا سے رخصت نہیں ہوا۔ جان کنی کے وقت ایک سائل آیا اور کوئی چیز چاہی۔ اس وقت آپ کے پاس پہنے ہوئے پیراہن کے سوا کوئی چیز نہ تھی۔ چنانچہ اسے کھینچا اور سائل کے حوالہ کیا اور سائل کے حوالہ کیا اور ایک کپڑا عاریتہً لے کر جان بحق ہو گئے۔ اکسیر ہدایت ۴۹۵ تا ۴۹۶

حکایت۔ بنی اسرائیل میں ایک عابد نے چار سو سال تک عبادت کی۔ چار سو سال کے بعد ایک روز عرض کیا خداوندا! تو اگر یہ پہاڑ نہ بناتا تو لوگوں کو اس ملک سے اس ملک تک آنے جانے کے اندر رکاوٹ پیدا نہ ہوتی ان پہاڑوں کی وجہ سے۔ لوگ آزادی کے ساتھ زمین میں چل پھر نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس زمانے کے پیغمبر کو حکم دیا کہ اس عابد سے کہو کہ ہمارے ملک اور ہمارے کام میں تُو دخل دینے والا کون ہوتا ہے۔ ہم تیرا نام نیک بختوں کے دفتر سے کاٹ کر بدبختوں کے دفتر میں درج کیے دیتے ہیں۔ یہ سن کر وہ عابد بہت خوش ہوا اور ادائیگی شکر کے لیے فی الفور سجدے میں گر پڑا۔ پیغمبر نے فرمایا بھلے آدمی! خدا کے قہر اور اپنی بدبختی پر سجدۂ شکر کیوں ادا کرتا ہے۔ درویش نے کہا میرا سجدۂ شکر قہر خداوندی اور اپنی بدبختی پر نہیں ہے بلکہ اس بات پر ہے کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک میں اس کے محبوبوں اور عابدوں میں شمار تو ہوتا تھا۔ حضرت! میری ایک حاجت بارگاہِ الٰہی میں ضرور پہونچا دینا۔ اور وہ یہ ہے کہ الٰہی! جب تو نے مجھے دوزخ میں بھیجنے کا فیصلہ فرما لیا ہے تو تمام گناہ گاروں کے گناہوں کا عذاب مجھ ہی پر ڈال دینا۔ ان سب کی نجات اور بخشش فرما کر انہیں جنت میں بھیج دینا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں جب پیغمبر نے اُس کی یہ درخواست پیش کی

تو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہمارے بندے سے کہدو تیرا یہ امتحان تیری توہین و تذلیل کے لیے نہ تھا بلکہ تجھ پر اپنی مزید کرم فرمائی کے لیے تھا۔ اب قیامت کے دن تُو جس جس کی بھی شفاعت کرے گا ہم اُن سب کو بہشت میں داخل کریں گے تیری وفا داری اور جذبۂ ایثار کا ہم پورا پورا احترام کرتے ہیں۔ ک م ۱۹۲

حکایت ۔ حضرت احمد سرخسیؒ سے پوچھا گیا، آپ کے درویشی اختیار کرنے کا کیا سبب ہوا؟ فرمایا ایک مرتبہ میں سرخس کے جنگل میں اونٹ لے گیا اور کچھ عرصہ تک میرا قیام وہیں رہا۔ جب تک میں اس جنگل میں رہا۔ ایثار کی فضیلت پر اعتقاد کرتے ہوئے اپنی روٹی دوسرے غربا کو دے دیتا تھا اور خود بھوکا رہتا تھا۔ ایک روز ایک بھوکے شیر نے میرے اُونٹ پر حملہ کر کے اُس کو مار ڈالا اور خود ایک ٹیلے پر چڑھ کر دھاڑا۔ اس کی آواز سنتے ہی تمام درندے نکل آئے۔ جب وہ آگئے تو شیر نیچے اُترا اور اونٹ کو پھاڑ ڈالا اور خود اس میں سے کچھ کھائے بغیر ٹیلے پر چلا گیا۔ اس اُونٹ کو سب درندوں نے کھایا اور پیٹ بھر کر واپس چلے گئے اب شیر نیچے اُترا کہ خود بھی اس میں سے کچھ کھائے۔ اس وقت ایک لنگڑی لومڑی اس نے دور سے آتی ہوئی دیکھی۔ اس کو دیکھ کر اب پھر شیر بغیر کھائے واپس چلا گیا تاکہ لومڑی اطمینان کے ساتھ اپنا پیٹ بھرلے۔ جب لومڑی سیر ہو کر واپس چلی گئی تو اب شیر آیا اور اس نے گوشت کھایا میں دُور سے چھپا ہوا یہ سب ماجرا دیکھ رہا تھا۔ شیر میرے پاس سے گزرا اس کو اللہ تعالےٰ نے گویائی دی۔ اس نے مجھ سے کہا اے احمد! کھانے پینے کی چیزوں میں لقموں کا ایثار درندوں، ادنیٰ جانوروں اور کتوں کا معمول ہے انسان کی جواں مردی تو یہ ہے کہ اپنے بنی نوع کی فلاح کے لیے اپنی جان تک قربان کر دے۔ جب سے یہ ماجرا میں نے دیکھا دنیا کے معاملات چھوڑ کر میں

اپنی زندگی عبادت، ذکرِ الٰہی و انسانی خدمت کے لیے وقف کیے ہوں اور یہی میری درویشی کی ابتدا ہے کہ[۱۹۳]

حضرت ابوالحسن نوریؒ

حضرت کو نوری اس لیے کہتے ہیں کہ آپ اندھیری کوٹھڑی میں جب کلام کرتے تو آپ کے باطنی نور سے گھر روشن ہو جاتا اور نورِ حق کے ذریعہ سے آپ مریدوں کے رازوں پر اطلاع پا لیتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے۔

ابوالحسن دلوں کا جاسوس ہے۔

حضرت ابوجعفر خالدیؒ فرماتے ہیں۔ ایک روز ابوالحسن نوری خلوت میں مناجات کرتے تھے۔ میں چپکے سے آپ کی مناجات سننے کے لیے آپ کے قریب گیا۔ سُنا، تو آپ عرض کر رہے تھے خداوندا! تو اہلِ دوزخ کو عذاب فرمائے گا، حالانکہ وہ تیری مشیئت، علم اور قدرت سے پیدا ہوئے ہیں۔ اگر تجھے دوزخ کو بھرنا ہی ہے تو تمام لوگوں کی بجائے مجھ اکیلے سے ہی اس کو بھر دے اور ان سب کو بہشت میں بھیج دے۔ حضرت ابوجعفرؒ فرماتے ہیں میں یہ سُن کر بہت حیران ہوا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صدائے لاہُوتی مجھ سے کہتی ہے ابوالحسن سے کہہ دو ہم نے بندگانِ خدا پر اس شفقت کی بدولت تجھے بخش دیا۔

ایثار کا سب سے بلند و بالا مظہر جہاد فی سبیل اللہ ہے چونکہ اس میں اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے اپنی جان کی قربانی دی جاتی ہے۔ اور مخلص مجاہدین اپنی جانوں کا ایثار کر کے حق و صداقت کی عظیم ترین خدمت انجام دیتے ہیں۔

ریاضت ومجاہدہ

حضرت سہل تستری نے اپنے ایک مرید کو تعلیم فرمائی آج پورا دن اپنی زبان سے کوئی بات نہ نکال صرف یا اللہ یا اللہ کہتا رہ اس نے تعمیل کی۔ دوسرے دن پھر یہی تعلیم فرمائی۔ تیسرے روز بھی یہی تعلیم فرمائی حتیٰ کہ اس کو یا اللہ کہنے کی مستقل عادت ہو گئی پھر فرمایا اب تین پہر بھی اس ذکر کا التزام کر کہ تیری زبان سے سوائے یا اللہ یا اللہ کے کوئی اور لفظ نہ نکلے۔ اگر تو اپنے کو خواب میں بھی پائے تو بھی یہی ذکر کر۔ اس مرید نے ایسا ہی کیا اور ہمہ وقت ذاتِ الٰہی کی یاد میں محو و مستغرق رہتا۔ ایک دفعہ حالت استغراق میں اپنے مکان میں بیٹھا ہوا تھا کہ ہوا سے ایک لکڑی گر کر اس کے سر پر لگی اور سر پھٹنے سے چند خون کے قطرے زمین پر گر پڑے جن سے اللہ اللہ کی آواز آرہی تھی کم سے۔

یہی حضرت تستری فرماتے ہیں کہ میں تین سال کا تھا جب شام کو اپنے ماموں محمد بن سورا کو نماز پڑھتے دیکھا کرتا تھا انہوں نے مجھے کہا اے بیٹا! جس خدا نے تجھے پیدا کیا ہے تو اس کو یاد نہیں کرتا۔ میں نے کہا کس طرح یاد کروں؟ کہا جب شام کو بستر خواب پر جائے تو تین بار دل سے کہہ (نہ کہ زبان سے) کہ خدا میرے ساتھ ہے۔ خدا مجھے دیکھتا ہے۔ خدا میری طرف دیکھتا ہے۔ میں نے چند راتیں ایسا کیا۔ پھر انہوں نے کہا ہر رات کو سات مرتبہ اس طرح سے کہا کرو۔ پھر کہا کہ اب ہر رات گیارہ مرتبہ کہا کرو۔ میں ایسا ہی کہتا رہا۔ پس اس کی حلاوت میرے دل میں سرایت کر گئی۔ جب ایک سال گزر گیا تو مجھے کہا کہ جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے اسے ساری عمر یاد رکھنا۔ تاکہ جب تجھے قبر میں رکھا جائے تو دنیا و آخرت میں یہ تیرا دست گیر ہو۔ میں کئی سال یہ کہتا رہا حتیٰ کہ اس کی حلاوت میرے دماغ میں پیدا ہوئی۔ پھر ایک

دن مجھے کہا کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالےٰ ہوتا ہے اس کو دیکھتا ہے اور اس کی طرف دیکھتا ہے وہ کوئی معصیت نہیں کیا کرتا۔ خبردار! کوئی گناہ نہ کرنا کہ وہ تجھے دیکھتا ہے پھر مجھے مُعلّم کے پاس بھیج دیا۔ اور میرا دل پراگندہ ہوتا تھا ہر روز ایک گھڑی کے لئے مجھے بھیجا کرتے تھے حتیٰ کہ میں نے قرآن شریف پڑھ لیا اور سات سال کا ہوگیا۔ جب میں دس سال کا ہوا تو ہمیشہ روزہ رکھتا اور جَو کی روٹی کھایا کرتا تھا حتیٰ کہ میں بارہ سال کا ہوگیا۔ تیرھویں سال میرے دل میں ایک سوال پیدا ہوا میں نے کہا کہ مجھے عبادان بھیج دیجئے تا کہ وہ سوال دریافت کروں۔ میں چلا گیا۔ وہاں تمام علماء سے دریافت کیا لیکن اُنہوں نے یہ مسئلہ حل نہ کیا۔ مجھے عبادان میں ایک آدمی کا پتہ دیا گیا۔ میں وہاں گیا اور اُس نے حل کر دیا۔ میں ایک مدت اس کے پاس رہا۔ پھر میں تستر واپس آگیا۔ ایک درم چاندی کے جَو خریدے جَو کی روٹی سے بغیر سالن کے روزہ کھولتا۔ سال بھر ایک درم چاندی پر بسر کرتا۔ پھر میں نے ارادہ کیا کہ تین رات تک کچھ نہ کھاؤں۔ میں اس پر قادر ہوگیا۔ پھر میں پانچ دن تک پہنچ گیا پھر سات روز حتیٰ کہ پچیس دن تک پہونچ گیا اور کچھ نہ کھایا۔ بیس سال تک اس حالت پر صبر کیا تمام رات جاگا کیا۔ یہ حکایت اس لیے بیان کی گئی ہے۔ تا کہ معلوم ہو کہ جو کام اہم ہوتا ہے۔ اُس کا بیج بچپن ہی میں ڈالا جاتا ہے اکسیر ہدایت صد ۳۱۸

حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی آئی کہ اے داؤد! اپنے نفس کی مخالفت کر کیونکہ میری دوستی اس کی مخالفت میں ہے۔

حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں محققین کے نزدیک انسان تین منزل

سے مرکب ہے (۱) روح (۲) نفس (۳) جسم - ہر عین یعنی جوہر کے لیے ایک عرض یعنی صفت ہوتی ہے - جس سے وہ قائم ہوتا ہے - پس روح ایک جوہر ہے اس کے لیے عقل عرض ہے - نفس ایک جوہر ہے - اس کے لیے خواہشات اور ہوس عرض ہے - جسم ایک جوہر ہے اور اُس کے لیے حس عرض ہے - اور انسان عجائبات دہر کا مظہر ہے - دونوں جہان کے معنوی کمالات انسان کی ذات میں نمایاں ہوتے ہیں - اس جہان کی چیزیں اس میں مٹی، آگ، پانی، ہوا وغیرہ ہیں - جن کے اثرات بلغم، خون حرارت، برودت، صفراء وسودا وغیرہ ہیں اور اُس جہان کے نشانات جنت و دوزخ ہیں - میدان حشر اور برزخ ہے - پھر روح بسبب لطافت و پاکیزگی بمنزلہ بہشت کے ہے اور نفس بسبب آفت و وحشت بمنزلہ دوزخ کے ہے - جسم بمنزلہ میدان حشر اور برزخ کے ہے - خوبی ان ہر دو صفات کی قہر و محبت ہے چنانچہ بہشت خدا کی رضاء و محبت کی تاثیر ہے اور دوزخ اس کے قہر و غضب کا نتیجہ ہے - مومن کی روح معرفت الٰہی سے روشن ہے اور اس کا نفس حجاب و گمراہی ہے - جب تک مومن قیامت کے دن دوزخ سے نجات نہ پائے گا نہ بہشت میں داخل ہو گا نہ اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو گا - پس جس شخص نے دنیا میں روح کے تقاضوں کو پہچانا غیر اللہ سے منہ موڑا اور شریعت کے پل صراط پر قائم رہا قیامت میں وہ شخص دوزخ کے عذاب اور پل صراط کی سختی سے بچ جائے گا اور تزکیۂ روح کے باعث جنت کے بلند درجات پائے گا - مومن کی روح بہشت کی طرف رہنمائی کرنے والی ہے اور انسان کا نفس اس کو دوزخ کی طرف بلانے والا ہے کیونکہ روح جنت سے تعلق رکھتی ہے اور نفس دوزخ سے تعلق رکھنے والا ہے کہ م ۱۹۶

سب مجاہدوں سے افضل ترین مجاہدہ یہی ہے کہ اپنے ظاہری اقوال و آداب

کو باطن کے مطابق ڈھالا جائے اور قول و فعل میں کسی قسم کا تضاد نہ ہو۔

حضرت سہیلؒ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام پر درود شریف پڑھنا قانونِ شریعت کی اطاعت اور جملہ احکامِ الٰہیہ کی تعمیل کا نام، مجاہدہ ہے۔

مجاہدہ کی افادیت

(۱) ایک وحشی اور سرکش گھوڑا ریاضت کرانے کے بعد حیوانوں کی صفت چھوڑ کر آدمیوں کی صفت میں آجاتا ہے۔ اس میں وحشت کی بجائے مُحبّت اور سرکشی کی بجائے اِطاعت آجاتی ہے۔

(۲) کُتا ایک پلید جانور ہے۔ لیکن شکار کی تعلیم میں اس کا مجاہدہ اُس کو اس حد تک پہونچا دیتا ہے کہ اس کا مارا ہوا شکار حلال ہو جاتا ہے۔

(۳) چھوٹے بچے اگر عجمی ہوں اور عربی اُن کی مادری یا ملکی زبان نہ ہو مستقل ریاضت اور محنت سے وہ عربی زبان بہت اچھی طرح سیکھ جاتے ہیں۔

پس تمام شریعت کا مدار مجاہدہ پر ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فطرۃً معصوم مطلق تھے ہمہ وقت قربِ الٰہی حاصل کیے ہوئے تھے، گناہوں سے محفوظ مُبرّا تھے۔ اور عاقبت کی تمام سعادتوں سے یقینی طور پر مُشرّف تھے لیکن بایں ہمہ حضورؐ اتنا مُجاہَدہ فرماتے تھے کہ جسے معلوم کر کے حیرت و تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذکر و عبادت کے لیے بھوکے رہتے، راتوں کو بیداری اختیار فرماتے اور وصال کے روزے رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اس کثرتِ ریاضت و مشقت پر حق تعالےٰ آپؐ کو بار بار تلقین فرماتے کہ آپ عبادت میں تخفیف کریں، اپنی صحت و تن درستی کے قیام کے لیے آرام بھی کریں۔ اور اپنی جان پر ناقابل برداشت بوجھ نہ ڈالیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تیرا بدترین دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ نفس بھونکنے والا کتا ہے اور ریاضت کے ذریعے اس کی وحشت پر قابو پا لینا عین ممکن ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جب نفس ناز و نعمت کا خوگر ہو جاتا ہے۔ تو دنیا کے مباحات کو دوست رکھتا ہے دل کو ان کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ دنیا ہی اس کی بہشت ہو جاتی ہے۔ اور موت اس پر دشوار ہو جاتی ہے سرگشتگی اور غفلت دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ذکر و مناجات میں کوئی لذت نہیں پاتا۔ جب مباح کی خواہش اس کے دل سے روکی جاتی ہے تو شکستہ اور رنجور ہو جاتا ہے۔ دنیا سے نفرت ہو جاتی ہے۔ آخرت کی نعمتوں کا شوق اس میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اور حزن و شکستگی کی حالت میں ایک ہی تسبیح دل پر ایسا اثر کرتی ہے کہ خوشی مسرت کی حالت میں سو تسبیح بھی وہ اثر نہیں کرتیں۔ نفس کی مثال ایک باز کی سی ہے جس کی اس طرح تادیب کرتے ہیں کہ اس کو گھر میں رکھتے ہیں اس کی آنکھیں سی دیتے ہیں تاکہ اس کی پرانی عادت جاتی رہے پھر اسے تھوڑا تھوڑا گوشت دیتے ہیں تاکہ مالک سے الفت کرے اور اس کا مطیع ہو اسی طرح نفس کو بھی اللہ تعالیٰ سے انس پیدا نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو تمام عادتوں سے نہ روکا جائے اور آنکھ اور زبان کے راستے بند نہ کیے جائیں اور گوشہ نشینی، بھوک، خاموشی اور بے خوابی کی ریاضت نہ کرائی جائے۔ اور یہ ابتدا میں اسی طرح دشوار ہوتا ہے جس طرح بچے کا دودھ چھڑانا۔ لیکن اس کے بعد جب اس کو جبر کے ساتھ دودھ دینے کی کوشش کی جائے تو پھر بھی وہ نہیں پیتا۔ ہر شخص کی ریاضت یہی ہے۔ کہ جس چیز سے وہ خوش ہوتا ہے۔ اُسے ترک کر دے اور جو چیز اس پر زیادہ غالب ہے اس کے خلاف کرے مثلاً جس شخص کی خوشی جاہ و حشمت میں ہو اسے ترک کر دے جس کی خوشی مال میں ہو چاہئے کہ وہ اسے فوراً خرچ کر دے۔ ایسا ہی جس کی آرام گاہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا

ہو اس کو جبرًا اپنے آپ سے علیحدہ کردے جو کچھ اسے موت کے وقت چھوڑنا ہے
اُسے اپنے اختیار وارادہ کے ساتھ ابھی سے چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ اس کا رفیق
ہوگا جیسا کہ داؤد علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ اے داؤد! میں تیرا رفیق ہوں
تو بھی میرا رفیق ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام
نے میرے اندر یہ بات پھونک دی کہ اَحْبِبْ مَا اَحْبَبْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهٗ
یعنی دنیا کی جس چیز کو چاہے دوست بنالے آخرکار تو ان کو چھوڑنے والا ہے
اکسیر ہدایت ص۳۱۴

خواہش و ہوس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے کسی شخص کے لیے دنیا سے زیادہ دشمن کوئی چیز نہیں پیدا کی ہے۔ جب سے اس کو پیدا کیا ہے اس پر نظر نہیں کی اور فرمایا کہ دنیا بے گھر لوگوں کی سرائے ہے اور بے مال لوگوں کا مال ہے۔ یہاں جمع وہی شخص کرتا ہے جس میں عقل نہیں ہے اور اس کی تلاش میں کوشش وہ شخص کرتا ہے جو بے عقل ہے اور اس پر حسد وہ کرتا ہے جو بے فقہ اور بے یقین ہے۔ اور فرمایا کہ جو شخص صبح اُٹھے اور اس کی ہمت دنیا کی طرف ہو وہ خدا کے مَردوں میں سے نہیں ہے دوزخ اُس کے لیے ہے اور چار خصلتیں اس کے دل کی ملازم ہوتی ہیں۔ غم جو ہرگز قطع نہیں ہوتا۔ شغل جس سے وہ کبھی فارغ نہیں ہوتا۔ درویشی[ع] جس سے تونگر نہ ہوسکے گا اور امید جس کی نہایت کو نہ پہونچے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو چاہتا ہے کہ ساری دنیا تجھ پر ظاہر ہو۔ چنانچہ میرا ہاتھ پکڑا اور ایک لاؤ[ع] پر لے گئے کہ اُس میں لوگوں کے سَروں کی ہڈیاں، گوسفند، چیتھڑے اور لوگوں کی گندگی تھی۔ فرمایا اے ابو ہریرہ! یہ سر تمہارے سَروں کی طرح ہوس و حرص سے بھرے ہوئے تھے اور آج بغیر پوست کے ہڈیاں ہیں جو جلد ہی خاک ہو جائیں گی اور یہ گندگی رنگا رنگ کے کھانے ہیں جو انہوں نے بڑی کوشش سے حاصل کیے لیکن اب انہیں ایسا پھینکا کہ سب اس سے بھاگتے ہیں۔ اور یہ چیتھڑے اُن کے شان دار لباس ہیں جو اب ہوا میں ادھر سے اُدھر اُڑتے پھرتے ہیں۔ اور یہ ہڈیاں

ع تنگ دستی ع کوڑی جہاں کوڑا ڈالا جاتا ہے ۱۲

اُن جانوروں اور گھوڑوں کی ہیں جن کی پیٹھ پر وہ دنیا کا سفر کرتے تھے۔ یہ ہے ساری دنیا۔ جو شخص چاہے کہ دنیا پر روئے اُسے کہدو کہ روئے۔ یہ رونے کی جگہ ہے۔ پس جو شخص حاضر تھا رو دیا۔

اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دنیا کی رغبت کرے اور اس کی زیادہ امید رکھے اللہ تعالیٰ اُسی قدر اس کے دل کو اندھا کر دیتا ہے۔ اور جو دنیا میں زاہدانہ حیثیت سے رہ کر اس کی کم تر امید رکھے اللہ تعالیٰ اُس کو کسی کے سکھائے بغیر علم عطا کرتا ہے اور بغیر دلیل کے اس کو راستہ دکھاتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا کہ دنیا اور آخرت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جس قدر تو ایک کو خوش کرے گا دوسری ناراض ہو گی۔ میں دنیا کو تمہارے سامنے مٹی میں ملاتا ہوں اس کو پکڑنے کی پھر کوشش نہ کرنا۔ دنیا کی ایک پلیدی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا گناہ اس کے بغیر نہیں ہوتا اور دوسری یہ کہ اس کو ترک کیے بغیر آخرت کی بھلائی نہیں ملتی۔ پس دنیا سے باہر ہو جاؤ اور اس کی تعمیر میں مشغول نہ ہو اور یہ جان لو کہ تمام گناہوں کا راز دنیا کی دوستی اور اس کی خواہش ہے۔ اور اس کا نتیجہ بے انداز غم ہے۔ جس طرح پانی اور آگ ایک جگہ قرار نہیں پکڑتے اسی طرح دنیا اور آخرت کی دوستی ایک دل میں جمع نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ تھوڑی سی دنیا پر دین کی سلامتی کے لیے قانع رہو جیسا کہ دوسروں نے دنیا کی سلامتی کے لیے تھوڑے سے دین پر قناعت کی اور فرمایا کہ جو جتنے لوگ ثواب کمانے کے لیے دنیا کی تلاش کرتے ہیں، اگر دنیا سے دست بردار ہو جائیں تو بہت ثواب پائیں۔

ایک حکیم کہتا ہے کہ دنیا سے جو کچھ تجھے دیں تو سمجھ لے کہ تجھ سے پہلوں کو بھی دیا گیا اور تیرے بعد آنے والوں کو بھی دیا جائے گا۔ پھر تو کیوں اس پر

دل لگاتا ہے۔ صبح وشام تیرا حصہ دنیا میں کھانے پینے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس لیے تو اپنے آپ کو ہلاک نہ کر اور دنیا سے ہمہ تن علیحدگی اختیار کر، تاکہ آخرت کے لیے آسانی ہو۔ کیونکہ دنیا کا سرمایہ خواہشات ہیں اور ان کا منافع دوزخ ہے۔

کسی نے ابو حازم رضؓ سے پوچھا کہ دنیا کی دوستی کو کس طرح اپنے دل سے سے نکالوں؟ کہا تو جو کچھ دنیا سے حاصل کرے وہ حلال کی کمائی سے ہو اور ایسی جگہ رہ کہ اس کی دوستی تجھے کچھ نقصان نہ دے۔ یہ بات حقیقت میں اس لیے کہی گئی ہے کہ جب وہ ایسا کرے گا دنیا خود بخود اس پر مکدّر ہو جائے گی اور وہ اس سے ناخوش ہو گا۔

حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ دنیا سے کوئی شخص نہیں جاتا کہ موت کے وقت تین حسرتیں اس کی گلوگیر نہ ہوں:۔

ہائے جو کچھ جمع کیا اس سے سیر نہ ہو سکا۔

ہائے اپنی امید دل کو نہ پا سکا۔

ہائے آخرت کا کام ٹھیک و درست طور پر نہ کیا

—— ابراہیم ادہمؒ نے ایک شخص سے کہا تجھے خواب میں ایک درہم پیارا ہے یا بیداری میں ایک دینار؟ اس نے کہا بیداری میں ایک دینار۔ کہا تو جھوٹ کہتا ہے دنیا خواب ہے اور آخرت بیداری ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے اسے تو زیادہ دوست رکھتا ہے۔

یحییٰ بن معاذؒ کہتے ہیں کہ دانا وہ ہے جو تین باتوں پر عمل کرتا ہے:۔

(۱) دنیا سے ہاتھ کھینچتا ہے۔ اس سے پہلے کہ دنیا اس سے ہاتھ کھینچ لے

(۲) قبر میں جانے سے پہلے اس کی تعمیر کرتا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کو اس کے دیکھنے سے پہلے خوش کرتا ہے۔

کیمیائے ہدایت ۲۰۳ تا ۲۰۸

حضرت گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جس شخص کے تمام اعمال خواہشات و ہوس کے تابع ہوں اور وہ نفس کی پیروی پر راضی ہو، وہ خدا سے دور رہے گا اگرچہ وہ فرائض کا پابند ہی کیوں نہ ہو۔ اور جس نے اپنی خواہشات کو ربّ واحد کی رضا کے تحت رکھا وہ سچّا مُوحّد ہے۔

حضرت ابراہیم خَوّاصؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا روم میں ایک راہب سٹّر سال سے راہبانہ زندگی بسر کر رہا ہے اور راہبی تک گرجا میں گوشہ نشین ہے میں نے کہا تعجب ہے رہبانیت کا زیادہ سے زیادہ عرصہ تو چالیس برس کا ہوتا ہے۔ یہ شخص کس قاعدے کی رُو سے اتنے عرصہ سے گوشہ نشین ہے۔ میں نے اس کی ملاقات کا ارادہ کیا جب اس کے گرجا کے قریب گیا تو اس نے کھڑکی کھولی اور بولا ابراہیم خواص! مجھے معلوم ہے تو یہاں کس نیت سے آیا ہے۔ میں اس جگہ یہاں راہب بن کر نہیں بیٹھا ہوں بلکہ میں ایک کُتّا حرص و ہوس کا رکھتا ہوں جس کو باندھے اور قابو کیے ہوئے اس گرجا میں الگ تھلگ بیٹھا ہوں تا کہ خدا کی مخلوق اس کے شر اور ایذا سے محفوظ رہے۔ جب میں نے اس کا کلام سُنا تو عرض کیا الٰہی! تو نے دوسرے مذاہب میں بھی کیسے سمجھ دار آدمی پیدا کئے ہیں جن کے افعال حکمت و کرامت سے معمور ہیں۔ اس نے مجھ سے پھر کہا ابراہیم! تو حق و صداقت کی تلاش میں کتنے آدمیوں کو دیکھتا اور ٹٹولتا پھرے گا۔ جا پہلے اپنے آپ کو ڈھونڈھ اور اپنے ازلی باطن کی تلاش اور جستجو کر جب تو اپنے آپ کو پالے تو پھر انتہائی احتیاط سے اپنے آپ کی حفاظت کر۔ انسان کی ہوس اُسے گمراہ کرنے کے لیے ہر روز تین سو ساٹھ قسم کے روپ بدلتی ہے اور بندہ کو راہ راست سے ہٹا کر نفس کی غلامی میں مبتلا کرتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب تک انسان احکامِ الٰہی کا احترام کرتا ہے اور ان کا مطیع رہتا ہے اس کا نفس اس پر غلبہ نہیں پا سکتا۔ لیکن جب وہ ہوس و خواہشات

اور لذّات کی پیروی اختیار کر کے راہِ حق کو نظر انداز کر دیتا ہے شیطان اس پر حاوی ہو جاتا ہے ۔ اور وساوس شیطان ہی کی ترغیبات کو کہتے ہیں ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ ــــ آخری مرتبہ بیمار ہوئے تو عیادت کے لیے خلیفہ وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف لائے ۔ حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا ۔ تمہیں کیا شکایت ہے ؟ حضرت عبداللہ رضؓ نے جواب دیا گناہوں کی ۔ حضرت عثمان رضؓ نے پوچھا ۔ کیا چاہتے ہو اور کس چیز کو تمہارا دل چاہتا ہے ؟ فرمایا اپنے رب کی رحمت چاہتا ہوں حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا تمہارے لیے کوئی طبیب مقرر کر دوں ؟ حضرت عبداللہ رضؓ نے کہا طبیب ہی (اللہ) نے تو مجھے بیمار کیا ہے ۔ حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا تمہارے لیے خزانے سے کچھ روپیہ دینے کا فرمان لکھ دوں ؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ۔ حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا کیا حرج ہے تمہارے بعد تمہاری بچیوں کے کام آئے گا ۔ حضرت عبداللہ رضؓ نے فرمایا عثمان ! تم کو اندیشہ ہے میری بچیاں بھوکی رہیں گی ؟ نہیں ہر گز نہیں ، میں نے اپنی بچیوں کو حکم دے دیا ہے کہ وہ ہر رات سورۂ واقعہ پڑھ لیا کریں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپؐ نے فرمایا ۔ جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھے گا اس کو فاقہ کبھی چھوٹے گا بھی نہیں ۔ ابن کثیر ج ۴ ص ۲۸۱ بحوالہ ابن عساکر

ولایت

اولیا را تقویٰ باید ہمچو تقویٰ انبیا
متقی مقبول آمد در جنابِ کبریا

ولی کے معنی

ولی کے معنی خدا کا سچا دوست اور عاشق جو اس کی اطاعت و رضا سے ذرہ برابر سرتابی نہیں کرتا۔ (علی بن عثمان جُلّابی)

ولی، ظلِ نبی ہوتا ہے — اور خلافِ شرع نبی نہیں ہو سکتا تو پھر خلاف شرع ولی کیسے ہو سکتا ہے (انصاری)

لغوی معنی — قاموس میں ہے اَلْوَلْیُ۔ قریب ہونا۔ نزدیک ہونا — اَلْوَلِیُّ اسم ہے۔ معانی — قریب — صدیق — دوست۔ مددگار۔ چاہنے والا محبت کرنے والا۔

تحقیق

حق سبحانہ و تعالےٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ بلکہ کل مخلوق کے ساتھ ایک خاص قسم کا قرب اور نزدیکی حاصل ہے۔ ارشاد ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ اور "یہی قرب" ممکنات کو وجود میں لانے والا ہے۔ جب تک ممکن کو واجبؒ تعالیٰ کے ساتھ یہ قرب حاصل نہیں ہوتا یہ ممکن وجود کی بُو نہیں سونگھتا، کیونکہ ہر ممکن اپنی ذات میں لَیْسَ ہے۔ یعنی کچھ بھی نہیں — اور ذاتِ الٰہی کو اپنے خاص خاص بندوں کے ساتھ پہلے قرب کے علاوہ ایک دوسرا قرب اور حاصل ہے جس کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی۔ اور اس قرب خاص کو ہی "قربِ محبۃ" کہتے ہیں۔ مگر پہلے

ع‍ہ یعنی اللہ تعالےٰ

قرب اور اس قرب خاص میں کوئی اشتراک نہیں۔ اِلّا یہ کہ نام دونوں کا قرب ہے مگر دونوں قربوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور دوسرے قرب کے درجات اور مراتب لامتناہی ہیں۔

قدسی حدیث میں ہے۔ میرا بندہ نوافل پڑھتے پڑھتے میرا قرب اور نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے۔ پھر میں جب اس کو اپنا دوست بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔" (بخاری عن ابی ہریرہ) یعنی اس کی تمام طاقتیں گویا خدائی طاقتیں بن جاتی ہیں۔ نفس اور اس کی ذاتیات فنا ہوجاتی ہیں (انصاری)

مگر اس دوسرے قرب کا ادنیٰ درجہ تو محض اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے ہی حاصل ہو جاتا ہے۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا — اللہ ولی ہے ان کا جو ایمان لے آئے

اور قرب کا اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ تمام انبیاء اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کا حصہ اور نصیب ہے خاص کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب اور نزدیکی میں ہر آن اور ہر لمحہ ابدالآباد تک لامحدود اور لامتناہی ترقیات ہوتی رہیں گی

ولی صوفیاء کی اصطلاح میں

حضرات صوفیاء کرامؒ فرماتے ہیں۔ ادنیٰ درجہ کا ولی وہ ہے جس کا قلب اللہ کے ذکر میں ہمہ وقت ڈوبا رہتا ہو اور ذکرِ الٰہی اس کے قلب پر چھایا ہوا رہتا ہو۔ اللہ کا فرمان ہے:-

يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ — دن رات خدا کا نام لیتے ہیں اور تھکتے نہیں یعنی چھوڑتے نہیں۔

اس کا قلب اللہ کی محبت سے بھرا ہوا ہو اور خدا تعالیٰ کے سوا اس کے دل میں کسی کی بھی گنجائش نہ ہو۔

وَلَوْ كَانُوٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ — اور اگرچہ ان کے باپ دادا اولاد بھائی برادری کیوں نہ ہو۔

ایسا شخص کسی سے محبت نہیں کرتا مگر اللہ کے لیے اور کسی سے دشمنی نہیں رکھتا مگر اللہ کے لیے۔ کسی کو دیتا نہیں مگر اللہ کے لیے اور کسی سے روکتا نہیں مگر اللہ کے لیے۔ یہی لوگ ہیں جن کو اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ کہتے ہیں۔ اور صوفیہ علیہ اس صفت کا نام "فنائے قلب" رکھتے ہیں پس اس شخص کا ظاہر و باطن تقویٰ سے آراستہ ہوتا ہے جس سے خود کو اللہ تعالیٰ کی تمام ناپسندیدہ چیزوں سے بچاتا ہے پھر اس کا نفس رذائل اور بُرے اخلاق سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ مثلاً شرکِ جلی، شرکِ خفی، شرکِ اخفٰی مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلِ ریاکاری وغیرہ سے اس کا نفس پاک ہوتا ہے۔ حسد۔ کینہ۔ تکبر۔ طمع اور حرص۔ تعلّی وغیرہ نفس کی تمام خواہشات سے پاک ہو کر عمدہ اخلاق و اعمال سے مُتَّصِفْ ہو جاتا ہے۔ صوفیہ علیہ اس صفت کو فنائے نفس کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور ایسے شخص کے حق میں کہتے ہیں :۔

حِيْنَئِذٍ اَسْلَمَ شَيْطَانُهٗ — اب اس کا شیطان مسلمان ہو گیا

اور اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ؏ سے ایسی ہی صفات والے لوگ مراد ہیں۔

اَوْلیاء کی صفات — **پہلی صفت** :۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ جو لوگ ایمان والے ہیں حقیقی ایمان کے ساتھ اور مومن ہیں کمال

؏ یاد رکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے اُن پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے

ایمانی کے ساتھ ـــ اور کمال ایمانی یہ ہے کہ ان کا قلب اللہ کے ذکر کے ساتھ چین پکڑے اور ذکرِ الٰہی کے سوا کسی چیز کے ساتھ ان کو چین نہ آئے اور نہ کسی وقت ان کا قلب اللہ کی یاد سے غافل رہے اور نہ غیر اللہ کی طرف اس کو توجہ و التفات رہے اس لیے کہ ایمان کا محل قلب ہے ؎

آں کس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند　　فرزند و عیال و خان و ماں راچہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی　　دیوانۂ تو ہر دو جہاں راچہ کند

دوسری صفت :- وَكَانُوا يَتَّقُونَ : اور وہ ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہتے ہوں یعنی اولیاء کی دوسری صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوں اس کے احکام بجالا کر اور اس کی ظاہری و باطنی مَنْہِیَّات و ممنوعات سے رُک کر۔

حدیث میں ہے کہ اللہ کے بندوں میں ایسے قابلِ رشک بندے بھی ہیں :- جو نہ تو نبی ہیں نہ شہید (مگر) نبی اور شہید اُن پر رشک کریں گے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کو بتلائیں کہ وہ کون لوگ ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ وہ لوگ ہیں جو محض اللہ کے قرآن کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت رکھیں گے حالانکہ اُن میں نہ کوئی آپس کی قرابت ہوگی اور نہ باہمی مالوں کا لین دین ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اللہ کی ـــ اُن کے چہرے سراسر نور ہوں گے۔ وہ خود پُر نور ہوں گے۔ جب سب کو خوف ہوگا اُس وقت یہ بے خوف ہوں گے۔ جب سب غم زدہ ہوں گے اُس وقت یہ بے غم ہوں گے۔ پھر آپؐ نے پڑھا اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (رواہ ابو داؤد عن عمرؓ)

اسبابِ ولایت

ولایت کس طرح حاصل ہوتی ہے اور اس کے اسباب کیا ہیں؟ اللہ کی ولایت

اللہ کے رسولؐ سے بطور انعکاس اور پَرتَو کے حاصل ہوتی ہے۔ یہ پَرتَو یا براہِ راست اور بلاواسطہ کے ہو جیسے صحابہ کی ولایت کہ ان حضرات پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس اور پَرتو بلا کسی درمیانی واسطے کے پڑتا رہا یا یہ پَرتو ایک واسطہ کے ساتھ ہو جیسے تابعین نے صحابہؓ کا پرتو قبول کیا تھا جو دراصل پرتو اور عکس تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

یعنی ایک شیشہ کا عکس دوسرے شیشہ پر پڑ گیا۔ مگر پہلے آئینہ پر عکس ذاتِ اقدس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑ رہا ہے — اور اس آئینے کا دوسرے پر۔ یا بہت سے واسطوں کے ساتھ جیسے تابعین کے بعد سے آج تک مشائخ کا سلسلہ چلا آرہا ہے کہ اُن پر درجہ بدرجہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس اور پَرتو پڑتا چلا آتا ہے۔

انعکاس کی شرائط

یعنی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے پرتو اور عکس پڑنے کی پہلی شرط تو یہ ہے (ا) محبت کے ساتھ حضورؐ کی صحبت اختیار کرنا اور حضورؐ کی اتباع پوری پوری کرنا (ب) یا یہ صحبت مع المحبۃ اختیار کرنا تابعین و وارثین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور عمل میں اس درجہ رنگے ہوئے ہوں کہ دیکھنے والا اُن کے علم کو حضورؐ کے اور ان کے عمل کو حضورؐ کے عمل کے ہو بہو مطابق دیکھے۔

پس ایسے لوگوں کے ساتھ کثرتِ مجالست کی برکات اور اتباعِ سنت کے انوار ایک تو اللہ کی محبت کے پھل کی شکل میں نمودار ہوں گے اور دوسرے اس کے نفس کو اور اس کے قلب وقالب کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب و قالب کے رنگ کے ساتھ رنگ دیں گے جو صِبْغَۃُ اللّٰہِ اللہ کا رنگ ہے اور سب سے اچھا رنگ اللہ کا رنگ ہے وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً۔

دوسری شرط ——— کثرت ذکر اللہ ——— یعنی حضورؐ ہی کے طریقے پر کثرت سے اللہ کی یاد کرنا کہ کثرتِ ذکر کے انوار ذاکر کے قلب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عکس کے قبول کرنے کی صلاحیت اور اہلیت پیدا کر دیں گے۔ کثرتِ ذکر سے دل کا زنگ دور ہوگا۔ اور جب دل میل سے صاف ہوگا تو آئینہ کی طرح شفاف ہو جائے گا پھر اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرتو اور عکس اسی طرح پڑے گا جس طرح صاف شیشہ میں کسی چیز کا عکس پڑا کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ارشاد ہے :۔

لِكُلِّ شَیْءٍ صِقَالَةٌ وَ صِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللهِ	ہر چیز کا صیقل ہے اور دلوں کا صیقل اللہ کا ذکر ہے۔ (بیہقی)

حدیثِ قدسی میں ہے :۔

"میری محبت واجب ہے اُن کے لیے جو میری خاطر آپس میں محبت رکھتے ہوں۔ میری خاطر ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہوں اور صرف میری خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہوں۔ اور میری خاطر ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہوں[عہ]"

حدیث میں ہے :۔

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اُس آدمی کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو کسی جماعت کے ساتھ محبت تو رکھے مگر اُن کی طرح ان پر عمل نہ ہو۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (بخاری و مسلم بروایت ابن مسعودؓ)	انسان اُس کے ساتھ ہوگا۔ جس کے ساتھ اُس کی محبت ہوگی

عہ مسند امام احمد۔ امام مالک بروایت معاذ بن جبل رضؓ

حدیث میں ہے :-

ابورزین صحابی کہتے ہیں کہ مجھ سے آپؐ نے فرمایا کیا تجھ کو نہ بتلا دوں وہ چیز جس سے تو دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کرلے - پھر فرمایا اپنے پر لازم کرلے اہل ذکر کی مجلسوں کو اور جب تو خلوت میں ہو تو جتنا تجھ سے ہوسکے اللہ کے ذکر کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت دیتا رہ - اللہ کی خاطر محبت رکھ اور اللہ ہی کے لیے دشمنی رکھ[عہ]

تذکرۃ المرادین[سے]

اس سے قبل جو تذکرہ ہوا یہ اُن اولیاء اللہ کے حالات و مقامات ہیں جو مریدین ہیں مگر اللہ کے ایسے اولیاء بھی ہیں جو مُرادُ ہیں - یعنی جنہوں نے منزل کو پالیا اور مقصد کو پہنچ گئے ہیں - چنانچہ حدیث میں ہے :-

"اس میں شک نہیں جب اللہ تعالےٰ کسی بندے کو اپنا دوست (ولی) بنالیتا ہے تو جبریل کو بلا کر فرماتا ہے میں فلاں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اس کو اپنا دوست سمجھ - فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پس جبریل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں - پھر جبریل آسمانوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو محبوب رکھتے ہیں، تم بھی اس کو اپنا محبوب بناؤ - اس اعلان کے بعد وہ سب آسمان والوں کا محبوب بن جاتا ہے - اس کے بعد زمین والوں میں اس کو قبولیت بخش دی جاتی ہے - اور جب اللہ تعالےٰ کسی کو ناپسند کر دیتا ہے اور اس کی نظروں سے وہ گر جاتا ہے تو جبریل کو بُلا کر فرماتے ہیں میں فلاں سے نفرت

عہ بیہقی بہ روایت ابی رزین

سے المرادین سے محبوبانِ بارگاہ الٰہی مراد ہیں۔

کرتا ہوں تو بھی اس سے نفرت کر آپؐ نے فرمایا پھر جبریل اس سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ پھر آسمانوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے ناراض ہیں تم بھی اس سے نفرت کرو۔ فرمایا، پھر تمام آسمان والے اس سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ اور پھر روئے زمین پر اس سے نفرت پھیل جاتی ہے۔"[ع۱]

علامہ اولیاء اللہ ——— اولیاء اللہ کی علامت ونشانی

حدیث قدسی :۔

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندوں میں سے میرے اولیاء وہ لوگ ہیں جو ذکر کیے جاتے ہوں میرے ذکر کے ساتھ اور میں یاد کیا جاؤں اُن کی یاد کے ساتھ۔"[ع۲]

حدیث :۔

"اسماء بنت یزیدؓ فرماتی ہیں میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپؐ فرماتے تھے کیا نہ بتلاؤں تم کو تم میں کا بہترین آدمی صحابہؓ نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا۔

وہ لوگ ہیں جب اُن کو دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے

یعنی اُن کو دیکھ کر ماسوی اللہ سے دھیان ہٹ جائے اور دل کی لو اللہ کی طرف لگ جائے۔"[ع۳]

اولیاء کو دیکھ کر اللہ کیوں یاد آتا ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو جو قرب و معیت بلا کیف اللہ تعالے کے ساتھ حاصل ہے وہ اس کا تقاضا کرتی ہے کہ ان کے پاس بیٹھنا الیا ہے

ع۱ مسلم بروایت ابی ہریرہؓ ع۲ بروایۃ بغوی ع۳ بروایۃ ابن ماجہ

گویا کہ اللہ کے پاس بیٹھا اور ان کی زیارت اللہ کی یاد دلانے والی ہے اور ان کا ذکر اللہ کے ذکر کی طرف کشش کرنے والا اور لگانے والا ہے۔

مثال ——— جیسے ایک آئینہ جب اس کو سورج کے بالمقابل کردیا جائے اور وہ سورج کی روشنی سے بھر جائے تو پھر اس آئینہ کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ جو چیز اُس آئینہ کے سامنے کی جاتی ہے وہ اس آئینہ کے ذریعہ اسی طرح چمکدار اور روشن ہو جاتی ہے جس طرح اگر سورج کے سامنے اور مقابلے میں اس کو کیا جاتا تو یہ روشن ہو جاتی ۔بلکہ آئینہ تو سورج کی شعاعیں حاصل کرکے اس قدر قوی ہو جاتا ہے کہ روئی یا باریک کپڑا اس آئینہ کے بالمقابل اگر کچھ دیر رکھ دیا جائے تو یہ روئی آگ پکڑ لیتی ہے مگر سورج کے بالمقابل اس کو سارا دن بھی رکھو تو آگ نہیں پکڑتی ۔اس کی وجہ یہ نہیں کہ سورج کی طاقت آئینہ سے کمزور درجہ کی ہے ۔بلکہ آئینہ کے ذریعہ روئی جو آگ پکڑ لیتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس کو آئینہ کے ساتھ قرب حاصل ہے اور سورج سے چونکہ اس کو انتہائی بُعد ہے اس لیے سورج کے تقابل کی وجہ سے آگ نہیں پکڑتی ۔ورنہ کہاں سورج کی شعاعیں اور کہاں آئینہ کی شعاعیں دونوں میں کوئی نسبت ہی نہیں۔بلکہ آئینہ کی شعاعیں اس کی ذاتی نہیں محض سورج کی شعاعیں کا پرتو اور عکس ہے۔

اولیاء میں خدائی اثرات

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے اولیاء کی شخصیتوں میں خدائی اثرات قبول کرنے کی استعداد و صلاحیت ودیعت فرما دیتے ہیں۔کیونکہ ان حضرات کو حق تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص قرب اور ایک مخفی مناسبت غیر متکیف حاصل ہو جاتی ہے ۔اور اس قرب خاص اور خفیہ مناسبت و

ارتباط کے باعث من جانب اللہ ان میں الٰہی اثرات قبول کرنے کی استعداد پیدا کر دی جاتی ہے۔ نہ صرف انہی میں بلکہ دوسرے لوگوں میں بھی ان اثرات کے پہونچانے کی صلاحیت ان اولیاء کرام کو عطا کر دی جاتی ہے۔ اس لیے کہ ان حضرات کے ساتھ دوسرے لوگوں کو جنسی، نوعی اور شخصی مناسبت ہو جاتی ہے گویا کہ اولیاء اللہ کے قلوب صافیہ اُن الٰہی اثرات کو من جانب اللہ حاصل کرتے ہیں اور پھر اپنے قلوب کے ان انوار و برکات کو دوسرے لوگوں کی طرف منتقل کرنے کی قوت حاصل کر لیتے ہیں۔ انما انا قاسم واللہ یعطی[1] کا اسی طرف اشارہ ہے۔

پس یہ تاثر[2] و تاثیر[3] اس بات کی مقتضیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان حضرات کو حضور و شہود حاصل ہو چکا ہے۔ اب یہ لوگ اس مقام کو پہونچ چکے ہیں کہ ان کا دیکھنا اور زیارت کرنا ذکر اور ان کی مجلس میں بیٹھنا عبادت ہو جاتا ہے —— بشرطیکہ زیارت کرنے والا اور ان کی مجلس میں بیٹھنے والا ان کا منکر اور ان سے بدعقیدہ نہ ہو۔ نعوذ باللہ منہ۔ خدا کا فرمان ہے وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ اللہ ہدایت نہیں دیتا جو اعتقاد و اطاعت سے خارج ہوں۔

حدیثِ قدسی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے ولی سے عداوت کی میں اس کو اعلان جنگ دیتا ہوں[4]۔

یادداشت

---

[1] اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں [2] تاثر: اثر قبول کرنا۔
[3] تاثیر: اثر پہونچانا۔ [4] بخاری

(۱) اولیاء کے لیے ضروری نہیں کہ کرامتیں ظاہر ہوتی ہوں۔
(۲) یہ بھی ضروری نہیں کہ اُن کو غیب کی خبر ہو جاتی ہو۔

کیونکہ یہ دونوں چیزیں شرط ولایت نہیں۔ بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہیں جن میں یہ دونوں چیزیں نہیں پائی گئیں مگر حقیقت میں وہ اولیاء اللہ ہیں۔ اس کے برخلاف بعض اوقات غیر اولیاء میں یہ علامات علیٰ سبیل الاستدراج پائی جاتی ہیں۔

اور جن اولیاء میں اگر کبھی ان کا ظہور بھی ہوا تو اس سے یہ لازم، نہیں آتا کہ کرامات کو شرطِ ولایت یا علامت ولایت مان لیا جائے جب کہ اللہ تعالےٰ اپنے سب سے بڑے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ — کہہ دو میں انسان ہونے میں تم جیسا اور کمالاتِ نبوت میں بے مثل و بے مثال ہوں۔

اور فرمایا:۔

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ؕ — اور اگر جانتا ہوتا میں کل غیب البتہ حاصل کر لیتا میں بھلائی سے بہت کچھ اور نہ پہونچتی مجھ کو کوئی برائی

اور فرمایا:۔

قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ — کہہ دو سب آیات اور نشانات و کرامات اللہ کی طرف سے اور اسی

ع: ڈھیل دینے کے لیے۔

کے اختیار سے ہیں۔

ان کے علاوہ دوسری آیات بھی اس قسم کی قرآن پاک میں مختلف مواقع میں آئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غیب دانی، کرامات و معجزات سب کچھ خدا کے اختیار اور قدرت میں ہے۔ نبوت کے اختیار و قدرت میں داخل نہیں۔ اور جب یہ نبوت کے اختیار و قدرت سے باہر ہے تو ولایت تو نبوّت سے بہت کم درجہ کا مقام ہے۔

کرامت کے بارے میں صوفیاءؒ کے اقوال

(۱) فرمایا:۔ کرامت مردوں (کاملوں) کے لیے مانندِ دم حیض ہے۔ اس کو بہرحال چھپانا چاہیے۔ اور باکرامت ہونا کوئی خاص چیز نہیں کہ جس کو یہ حاصل ہو وہ اُونچے درجے کا ولی ہو اور جس کو یہ حاصل نہ ہو اس کی ولایت کا درجہ کم ہو۔ اسی وجہ سے بہت سے اکابر زیادہ کرامتوں کے ظاہر ہونے سے شرمسار ہوتے تھے۔

غوثِ الاعظم سیدالاولیاء حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

عزیز من! مجھے تم پر یہ اندیشہ ہے کہ کہیں کرامت سے اور اس کے ظاہر کرنے سے تمہارے دل کو خوشی نہ ہو۔ یاد رکھو اولیاء اللہ کرامت کو ایسا چھپاتے ہیں جیسا عورت حیض کے خون کو چھپایا کرتی ہے عزیز من! کرامت کے دو پہلو ہیں اس کو دو کے ساتھ نسبت ہے ایک مُکرِم سے جس نے کرامت عطا کی یعنی اللہ تعالیٰ شانہ سے دوسری ہم سے کہ ہمارے ہاتھ سے اس کا ظہور ہوا

اب سمجھو کہ کرامت مکرم اللہ کی نسبت سے تو بڑی قیمتی اور پیاری چیز ہے مگر ہماری نسبت پر نظر کرتے ہوئے وہ کچھ نہیں۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس وقت کریم کے دروازے سے اکرام و انعام آتا ہے بڑا معظم و معزز ہوتا ہے۔ تمام درباری لوگوں کے دل تعظیم کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں۔ اور جب اس کی نسبت غلام کی طرف منتقل ہوگئی اب وہ چیز سب کی نظروں میں ہلکی ہو جاتی ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک خلعت بادشاہ کے پاس ہے وہ شاہی لباس ہے اور جب بادشاہ کی جانب سے کسی درباری کو بطور انعام کے دیا جائے تو دیتے وقت بھی چونکہ بادشاہ کی طرف سے اس کا آنا سب کے سامنے ہے لہذا شاہی عطیہ اور اکرام ہونے کی وجہ سے اس کی عظمت وجلالت قلوب میں ہوتی ہے مگر جب وہ درباری کی ملک میں داخل ہوگیا اور اس نے اپنے بدن پر ڈال کر اس کو استعمال کرلیا اب جیسے اس کی ملکیت میں دوسری اور چیزیں ہیں ایسے ہی یہ شاہی خلعت بھی ہو جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ شاہی عطیہ اسی وقت معزز و معظم ہے جب تک بادشاہ سے اس کو نسبت و لگاؤ ہو اور جب غلام سے اس کا تعلق ہو چکا اب اس کی زیادہ عزت باقی نہیں رہتی اسی طرح کرامت کو سمجھو کہ جس وقت اس پہلو پر نظر کی جائے گی کہ تمہارے ہاتھوں سے اس کا ظہور ہوا اور تم نے یہ کرامت دکھلائی اُس

وقت وہ کچھ بھی قابل وقعت نہیں بلکہ اس کا وہی درجہ ہے جو تمہارے دوسرے افعال و اقوال کا درجہ ہے کرامت اسی وقت معظم و معزز ہے جب تک اللہ تعالےٰ سے اس کا تعلق و لگاؤ ہو اور اس نسبت پر نظر کرتے ہوئے بندے کی خوشی بے موقع ہے کیونکہ اس نے کچھ بھی نہیں کیا، جو کچھ کیا اللہ نے کیا — ہاں ایک طرح خوشی کا موقع ہوسکتا ہے کہ اس کو خدا کی نعمت اور اپنے اوپر اللہ کا فضل سمجھ کر خوش ہو۔ مگر یہ موقعہ صرف اُس شخص کو حاصل ہوسکتا ہے جو اس خوشی کے وقت اپنے نفس پر اصلاً نظر نہ کرے۔ اب اس کو ہر شخص دیکھ لے کہ اس کو یہ مقام حاصل ہے یا نہیں؟

عارف کامل اسی نسبت کی وجہ سے جو بارگاہ الٰہی کی کی طرف سے منتقل ہوکر بندے کی طرف آتی ہے کرامت سے بھاگتا ہے مبادا کہیں اس دوسری نسبت سے دل خوش ہو کیونکہ اس کا دل میں جگہ لینا سَمِّ قاتل ہے۔ (البنیان المشید ص۲۵)

ولایت حاصل کرنے کا طریقہ

حضرت احمد کبیر سید الاولیاءؒ فرماتے ہیں۔ خبردار اللہ سے لڑائی دل نہ لینا، کیونکہ کہ اللہ تعالےٰ سے مقابلہ کرنے والا کبھی کامیاب نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ سے دوستی کرنے والا کبھی ذلیل نہیں ہوا۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا   سُن لو! اللہ کے دوستوں کو

خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ — نہ کوئی خطرہ ہے نہ اُن کے پاس غم آتا ہے۔

ولایت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ توحید و اخلاص کو حاصل کرو جس کا طریقہ یہ ہے کہ مُوَحِّدین و مخلصین کا دامن پکڑو جن کو سینہ بسینہ یہ دولتِ توحید و اخلاص ملی ہے یعنی حضرات صوفیاء کرام اولیاء اللہ کی سندیں صحیح طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے صحابہؓ نے کلمہ توحید لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الگ الگ بھی سیکھا ہے اور جماعت میں بھی۔ اور صحابہ کرام سے اس گروہِ صوفیہ کے سلسلے ملے ہوئے ہیں۔

حضرت گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:-

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ — جس نے میرے ولی کی دل آزاری اور حق تلفی کی میرے ساتھ اُس کی جنگ ضروری ہے

مُراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو دوستی اور ولایت کے ساتھ مخصوص کیا گیا۔ خداوند تعالےٰ نے اُن کو اپنی صفات کا مظہر بنایا اور طرح طرح کی کرامتوں سے نوازا ہے اُن کی محبت و مُودت بجز خداوند تعالےٰ کے کسی سے نہیں ہوتی اسی لیے ان کی اس قدر پاسداری فرماتا ہے کہ اُن کے دشمنوں کو نیست و نابود کر دیتا ہے اور آخرت میں اُن کے لیے ذلت و خوار مقدر فرما دیتا ہے اس طرح کے اولیاء گذشتہ زمانوں میں بھی ہوئے ہیں اور اس زمانے میں بھی موجود

ہیں اور قیامت تک اسی طرح موجود رہیں گے۔ بالخصوص جن لوگوں نے حدیثِ نبوی کا اتباع کیا اُن کو جہان کا والی و حاکم بنایا۔ ان بزرگ ہستیوں نے نفس کی پیروی سے اجتناب کیا۔ انہی کے قدموں کی برکت سے آسمان سے بارانِ رحمت نازل ہوتا ہے اور انہی کے باطن کی صفائی کے صدقہ میں زمین اپنے اندر سے طرح طرح کی نعمتیں اُگاتی ہے۔ انہی کی برکت سے مسلمان کفار پر فتح پاتے ہیں۔ اولیاء کے مراتب میں فرق ہوتا ہے۔ جس طرح بادشاہ کے دربار میں وزیر۔ مصاحب۔ امیر۔ دربان ہوتے ہیں اگرچہ ماتحتی و چاکری کے حکم میں سب ایک جیسے ہوتے ہیں لیکن یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت و فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح تمام مومنین صاحبِ ایمان ہونے کی حیثیت سے اگرچہ ایک ہیں لیکن اُن کے درمیان عشق و معرفت، ذکر و مجاہدہ اور قرب و وصل خداوندی کے لحاظ سے بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ ک م، ۲۰۷ تا ۲۰۹

اولیاء کی شناخت

حضرت ابو علی جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ولی وہ ہوتا ہے جو اپنے حال میں فانی ہو اور خدا کے مشاہدہ میں باقی ہو۔

حضرت بایزید بسطامیؒ سے پوچھا گیا ولی کون ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا سچا ولی وہ ہوتا ہے جو نفس کا بندہ نہ ہو اور صبر و تحمل کے ساتھ خدائے تعالےٰ کے احکام کی تعمیل کرے۔

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص سے پوچھا کیا تو خدا کا ولی ہونا چاہتا ہے؟ اُس نے عرض کیا ہاں، اگر آپ میری رہ نمائی فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر توحید اور شرک کا امتیاز سمجھ لے اور اس

پر عامل ہو جا۔

مقام ولایت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے نبی کے نام سے پکارا جائے گا۔ اے امت موسیٰ! اے امت عیسیٰ! اے امت محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے کہا جائے گا کہ اے خدا کے اولیاء! خدا کے پاس آؤ اس وقت اُن کے دل خوشی سے پھولے نہ سمائیں گے (اکسیر ہدایت ص ۶۱)

کرامت اولیاء کی حقیقت

اولیاء اللہ محض خدا تعالیٰ کی امداد و اعانت سے اپنی روحانی قوتوں کی بنا پر فوق العادت کے ظہور پر قدرت رکھتے ہیں۔ کرامت ولی کی صداقت کا ثبوت ہوا کرتی ہے۔ جو شخص خدا تعالیٰ کی استدلالی معرفت کے ساتھ حق کو باطل سے اور سچ کو جھوٹ سے جدا کر دکھلائے بلاشبہ ولی ہے۔ ک م ۲۰۹ د ۲۱۱

کرامت کا ثبوت قرآن پاک سے

(۱) وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا

اور میں نے اس کا نام رکھا مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے پھر قبول کیا اُس کو اس کے رب نے اچھی طرح کا قبول اور بڑھایا اس کو اچھی طرح کا بڑھانا۔ اور سپرد کی زکریا کو جس وقت آتے زکریا اس

زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

(آل عمران، ۳۶ - ۳۷)

کے پاس حجرہ میں پاتے اُس کے پاس کچھ کھانا — کہا اے مریم! کہاں سے آیا پاس یہ کہنے لگی یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے۔ اللہ رزق دیتا ہے۔ جس کو چاہے بے قیاس۔

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۝ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ۝ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ

اور ہلا اپنی طرف کھجور کی جڑ اُس سے گریں گی تجھ پر پکی کھجوریں اب کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ۔ پھر اگر تو دیکھے کوئی آدمی تو کہیو میں نے مانا ہے۔ رحمٰن کا روزہ سو بات نہ کروں گی آج کسی آدمی سے۔ پھر لائی اس کو اپنے لوگوں کے پاس گود میں وہ اس کو کہنے لگے اے مریم! تو نے کی یہ چیز طوفان[ع] کی اے بہن ہارون کی! نہ تھا تیرا باپ

ع جب مریمؑ بچہ کو گود میں لیے اپنی قوم کے سامنے آئیں لوگ دیکھ کر حیرانی کے ساتھ کہنے لگے مریمؑ تو نے تو غضب کر دیا یہ بناوٹ کی چیز کہاں سے لائی اس سے زیادہ جھوٹ طوفان کیا ہوگا کہ لڑکی کنواری بنتے ہوئے بچہ پیدا ہونے کی مدعیہ ہو۔!

اَمْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ
اُمُّكِ بَغِيًّا فَاَشَارَتْ
اِلَيْهِ ط قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ
مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا
قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ط
اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ
نَبِيًّاه وَجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا
اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِيْ
بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا
دُمْتُ حَيًّاه وَبَرًّا بِوَالِدَتِيْ
وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّاه
وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ
وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ
حَيًّاه (مریم ۲۵ تا ۳۳)

برا آدمی اور نہ تھی تیری ماں بدکار
پھر ہاتھ سے بتلایا اس لڑکے کو،
بولے، ہم کیوں کر بات کریں اُس
شخص سے کہ وہ ہے گود میں لڑکا
وہ بولا میں بندہ ہوں اللہ کا
مجھ کو اس نے کتاب دی ہے اور
بنایا مجھ کو برکت والا جس جگہ میں ہوں
اور تاکید کی مجھ کو نماز کی اور
زکوٰۃ کی جب تک میں رہوں
زندہ ۔ اور سلوک کرنے والا اپنی ماں
سے اور نہیں بنایا مجھ کو زبردست
بد بخت ۔ اور سلام ہے مجھ پر جس
دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور
جس دن اٹھ کھڑا ہوں زندہ ہو کر

(۲) واقعہ اصحاب کہف

وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ
مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا
تِسْعًاه قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا
لَبِثُوْا لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ وَ

اور مدت گزری اُن پر اپنی کھوہ میں
تین سو برس اور ان کے اوپر نو۔
تو کہہ اللہ خوب جانتا ہے جتنی
مدت ان پر گزری اسی کے پاس
ہیں چھپے بھید آسمان و زمین کے۔ کیا

اَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ٥

(کہف ۲۵، ۲۶)

عجیب دیکھتا۔ اور سنتا ہے۔ کوئی نہیں بندوں پر اُس کے سوائے مختار اور نہیں شریک کرتا اپنے حکم میں کسی کو۔

(۳) واقعہ تخت بلقیس

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ٥ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ٥ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ

(نمل ۳۸ تا ۴۰)

بولا اے دربار والو! تم میں کوئی ہے کہ لے آئے میرے پاس اس کا تخت پہلے اس سے کہ وہ آئیں میرے پاس حکم بردار ہو کر۔ بولا ایک دیو جنوں میں سے لائے دیتا ہوں وہ تجھ کو پہلے اس سے کہ تو اُٹھے اپنی جگہ سے اور میں اُس پر زور آور ہوں معتبر۔ بولا وہ جس کے پاس تھا ایک علم کتاب کا میں لائے دیتا ہوں۔ تیرے پاس اُس کو پہلے اس سے کہ پھر آئے تیری طرف تیری آنکھ۔ پھر جب دیکھا اُس کو دھرا ہوا اپنے پاس، کہا یہ میرے رب کا فضل ہے۔

کرامت کا ثبوت احادیث و آثار صحابہؓ سے

(۱) ایک روز صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں پہلی اُمتوں کے عجائبات میں سے کچھ سُنائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے زمانے میں تین آدمی سفر کے لیے جا رہے تھے۔ جب رات ہوئی تو ایک غار میں ٹھہر گئے۔ ابھی کچھ حصہ رات کا گزرا تھا کہ ایک پتھر پہاڑ سے لُڑھک کر غار کے منہ پر آگرا جس سے غار کا منہ بند ہوگیا۔ یہ تینوں بہت گھبرائے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے ہماری رہائی بہت مشکل ہے اپنی قوت سے ہم اس کو نہیں ہٹا سکتے البتہ ایک تدبیر ہے وہ یہ کہ ہم نے اپنی عمر میں جو سب سے بڑا نیک کام کیا ہو اسے خدا کی جناب میں بطور وسیلہ پیش کر کے اس کی ذات سے امداد طلب کریں تو ان شاء اللہ ہم رہائی پالیں گے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا، الٰہی! میرے ماں باپ زندہ تھے، میں بکریاں رکھتا تھا اور اُن کو بکریوں کا دودھ پلایا کرتا تھا۔ میں روزانہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ لاتا انہیں بازار میں فروخت کرتا اور ان کی قیمت سے ماں باپ کو کھانا کھلایا کرتا تھا۔ ایک رات میں کچھ دیر سے گھر پہونچا۔ دودھ میں روٹی بھگو کر ماں باپ کے پاس لے گیا تو معلوم ہوا کہ وہ میرا انتظار کر سو چکے ہیں میں نے ان کو جگانا مناسب نہ جانا اور پیالہ ہاتھ میں لے کر اس انتظار میں ان کے پاس کھڑا رہا کہ یہ جاگیں تو میں انہیں کھانا کھلاؤں، حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔ جب وہ اُٹھے تو پہلے انہیں کھانا کھلایا اس

کے بعد خود کھایا۔ خداوندا! میرا یہ عمل اگر تیرے ہاں مقبول ہوا ہو تو اس کے صدقے میں اس پتھر کو غار کے منہ پر سے اٹھا دے۔ اسی وقت وہ پتھر اپنی جگہ سے متحرک ہوا اور غار کے منہ کا کچھ حصہ کھل گیا۔

اس کے بعد دوسرا شخص بولا۔ الٰہی! میرے چچا کی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ میں اس پر عاشق تھا۔ میں نے کئی دفعہ اس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا لیکن وہ رضامند نہ ہوئی۔ ایک دفعہ میں نے اس کے پاس ایک سو بیس دینار بھیجے تاکہ وہ ایک رات میرے ساتھ خلوت میں گزارے چنانچہ وہ آگئی۔ لیکن جُوں ہی میں اس کے قریب گیا میرے دل میں تیرا خوف پیدا ہوا اور میں اس عورت سے علیحدہ ہو گیا۔ اپنے دیے ہوئے دینار بھی اس سے واپس نہ لیے۔ الٰہی! اگر تیری بارگاہ میں میرا یہ عمل مقبول و پسندیدہ ہے تو اس کے صدقے میں اس پتھر کو غار کے منہ سے ہٹا دے اسی وقت پتھر کو جنبش ہوئی اور غار کے منہ کا شگاف کچھ اور زیادہ کھل گیا۔ لیکن اتنا نہیں کہ جس سے یہ تینوں باہر نکل سکتے۔

پھر تیسرا شخص اٹھا اور عرض کرنے لگا کہ الٰہی! میرے پاس مزدوروں کی ایک جماعت کام کرتی تھی۔ کام ختم ہونے پر سب مزدوروں کو ان کی مزدوری ادا کر دی گئی لیکن ایک مزدور بلاوجہ غائب پایا گیا میں نے اس کی مزدوری کی رقم سے اس کے حساب میں ایک بکری خرید کر لی دوسرے سال وہ دو ہو گئیں۔ تیسرے سال چار ہو گئیں۔ چوتھے

سال آٹھ ہوگئیں۔ اسی طرح ہر سال بکریوں میں ترقی ہوتی گئی۔ اور چند سال بعد اُن بکریوں کا ریوڑ بن گیا ایک دن وہ مزدور کہیں سے نمودار ہو گیا اور کہنے لگا میری وہ مزدوری دے دیجئے جو آپ کے پاس رہ گئی تھی۔ تاکہ میں اُسے اپنی ضرورت پر خرچ کروں۔ میں نے کہا یہ تمام بکریاں تیری ہی ملک ہیں اس کو سنبھال اور جیسے چاہے انہیں استعمال کر۔ وہ بولا مجھ سے کیوں مزاح کرتا ہے۔ میری مزدوری دیدے۔ میں نے کہا میں مزاح نہیں کرتا بلکہ سچ کہتا ہوں کہ ان کا مالک تو ہی ہے۔ چنانچہ اس کا سب مال اس کے حوالے کر دیا۔ اور وہ اس کو لے کر چلا گیا۔ خدایا! میرا یہ عمل اگر تیری بارگاہ میں مقبول ہوا ہے تو اس کے صدقے میں اس پتھر کو غار کے منہ سے ہٹا دے تاکہ ہم باہر نکل جائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ پتھر اُسی وقت غار کے منہ سے علیحدہ ہو گیا۔ اور یہ تینوں غار سے باہر آ گئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے پتھر کو خلافِ عادت حرکت دے کر اسے اپنے فضل وکرم سے ان تینوں آدمیوں کی کرامت کا نشان مقرر فرمایا۔

(۲) حضرت امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں بروایت ابوہریرہؓ نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

بجز تین بچوں کے کسی نے پوتڑوں اور نہالچوں میں کلام نہیں کیا ایک عیسیٰ علیہ السلام (جن کا قصہ مشہور ہے) دوسرے بنی اسرائیل کا ایک بچہ جس نے ایک درویش جریج کی پاک بازی کی شہادت دی۔

قصہ یوں بیان کیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل میں جریج نامی ایک درویش گزرے ہیں۔ ایک روز ان کی ماں انہیں دیکھنے آئی وہ گرجا کے اندر دروازہ بند کر کے نماز پڑھ رہے تھے دوسرے دن پھر اس کی والدہ آئیں تو اُس روز بھی انہیں اسی حالت میں دیکھا۔ تیسرے روز پھر ایسا ہی ہوا بالآخر ان کی والدہ تنگ دل ہو گئیں اور عرض کیا کہ خدایا! میرے بیٹے کو ذلیل کر اور میرے حقوق کی بابت اس کی گرفت فرما۔ اس زمانے میں ایک خوبصورت عورت تھی اس نے کہا کہ میں اپنی چالاکی اور ہنرمندی سے جریج کو اس راہ سے ہٹا دوں گی۔ ایک دن وہ موقعہ پاکر گرجا میں چلی گئی۔ مگر اس نے جس قدر بھی چالاکی اور عیاری سے جریج کو پھانسنے کی کوشش کی وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکی۔ جریج اس کی جانب قطعاً متوجہ نہ ہوئے۔ آخر ناکام ہو کر وہ واپس چلی گئی۔ راستے میں ایک چرواہا ملا اس سے وہ حاملہ ہو گئی۔ جب اس کے لڑکا پیدا ہوا تو اس نے جریج پر تہمت رکھی کہ یہ لڑکا جریج کا ہے۔ جب لوگوں نے یہ بات سنی تو جریج کو گرجے سے نکال کر بادشاہ کے دربار میں حاضر کیا۔ اور اس کے متعلق الزام بیان کیا۔ جریج نے اس بچے کو مخاطب کرتے کہا کہ بچے! تیرا باپ کون ہے؟ بچے نے جواب دیا اے جریج! میری ماں تجھ پر جھوٹ الزام رکھ رہی ہے۔ میرا باپ تو فلاں چرواہا ہے۔ یہ سُن کر بادشاہ اور باقی سب لوگوں نے جریج کی بے گناہی کو تسلیم کیا اور اس بدکار عورت کا فریب کھل گیا۔

تیسرا بچہ جو گود میں بولا تھا۔ اس کو اس کی ماں اپنے مکان کے دروازہ پر لیے بیٹھی تھی کہ اتنے میں ایک خوبصورت سوار عمدہ لباس

پہنے ہوئے گھوڑے پر سامنے سے گزرا۔اسے دیکھ کر بچے کی ماں نے کہا خدایا! میرے بچے کو اس سوار کی مثل بنائیو۔ لڑکا فوراً بول پڑا کہ اے خدا! مجھے اس جیسا ہرگز نہ بنانا۔تھوڑی دیر کے بعد ایک بدنام عورت کا ادھر سے گزر ہوا۔لڑکے کی ماں بولی اے پروردگار! میرے بچے کو اس جیسا ہرگز نہ بنانا۔بچے نے سن کر فوراً کہا اے خدا! مجھے اس عورت کی طرح ہی بنائیو۔ماں کو دونوں باتیں سُن کر سخت تعجب ہوا۔آخر اس نے پوچھا کہ بچے! کیا بات ہے؟ وہ بولا کہ وہ سوار ایک ظالم اور گمراہ شخص تھا۔لیکن یہ عورت اگرچہ لوگوں میں بدنام ہے لیکن حقیقت میں نیکوکار اور مقبول بارگاہ خداوندی ہے پس میں اُس سوار جیسا نہیں بلکہ اس عورت جیسا بننا چاہتا ہوں۔

بچے کا یہ فوق الفطری طور پر گفتگو کرنا بھی اس کی کرامت پر دلالت کرتا ہے جو اُس کے لیے مقدر ہو چکی تھی۔

(۳) حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں دریائے نیل کھڑا ہو گیا تو مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا کہ مصر کے لوگ ہر سال ایک خوبصورت لڑکی کو دریائے نیل کی بھینٹ چڑھاتے ہیں جب یہ نیل چلتا ہے۔آپ کے حکم اور فیصلہ کا ہمیں انتظار ہے۔جیسے حکم ہو تعمیل کی جائے۔حضرت عمرؓ نے دریائے نیل کو پرچہ لکھا۔اے نیل! اگر خدا کے حکم سے تیرا چلنا ہے اور تیرا رُکنا ہے تو میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ چل پڑ۔اور اگر تیرا یہ سب کچھ شیطان کے اثر سے ہے تو ہمیں تیری ضرورت

نہیں ہے ۔ یہ چٹھی نیل میں ڈال دی گئی ۔ تو نیل اُس وقت سے اب تک برابر چل رہا ہے ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت عمرؓ کے ہاتھوں سے کرامت دکھا کر اسے ان کی ولایت کی کھلی دلیل بنایا ۔

(۴) حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس زہر آیا ۔ آپ بسم اللہ پڑھ کر اُسے چنے کی طرح چبا گئے ۔ اور آپ پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا کہتے ہیں بہت سے لوگ اس واقعہ کو دیکھ اور سُن کر مسلمان ہو گئے یقیناً حضرت خالد بن ولیدؓ کی اس کرامت کو اللہ تعالےٰ نے ان کی ولایت کی دلیل بنایا ۔

(۵) ایک عجمی حضرت عمرؓ کو شہید کرنے کی غرض سے آیا ۔ لوگوں سے پوچھا تمہارے امیر کہاں ہیں ؟ جواب دیا گیا کہ آج اُونٹوں کا چرواہا بیمار ہے آپ سرکاری اونٹوں کو چرانے کے لیے جنگل میں گئے ہیں ۔ وہ جنگل کی طرف گیا تو وہاں حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ درخت کے سایہ میں دِرّہ سرہانے رکھے ہوئے سو رہے ہیں ۔ وہ دل میں کہنے لگا اس شخص نے دنیا میں فتنہ پھیلا رکھا ہے اب اس کو ہلاک کرنا میرے لیے آسان ہے ۔ اس نے تلوار کھینچی ہی تھی کہ اسی وقت دو شیر اس پر حملہ آور ہو گئے ۔ یہ دیکھ کر اس نے شور مچایا ۔ حضرت عمرؓ بیدار ہوئے ۔ اس نے تمام ماجرا سنایا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا ۔ یہ من جملہ اُن بہت سی کرامتوں کے ایک کرامت تھی ۔ جو حضرت عمرؓ سے ظاہر ہوئیں ۔

(۶) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی میں خطبہ دے

رہے تھے۔ کہ اچانک فرمانے لگے یا ساریۃ الجبل۔ یا ساریۃ الجبل ساریہؓ اس وقت مدینہ سے بہت دور دوسرے ملک میں لڑ رہے تھے۔ اس آواز کو ساریہؓ اور ان کے ساتھیوں نے میدان جنگ میں اس حالت میں سُنا کہ جب کہ وہ دشمن سے قریب قریب شکست کھا چکے تھے۔ یہ آواز سن کر سب نے پہاڑ کو اپنی پشت پر لے کر حملہ کر دیا اور اللہ تعالےٰ نے ان کو فتح مند کیا۔ (بیہقی)

(۷) حضرات اُسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھے۔ ایک تہائی رات گئے وہ اٹھے اور اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوئے۔ رات نہایت اندھیری تھی۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں ایک ایک لاٹھی تھی۔ پس اُن میں سے ایک کی لاٹھی روشن ہو گئی اور وہ دونوں اس کی روشنی میں چلتے گئے جب وہ اُس مقام پر پہنچے جہاں سے دونوں کے راستے الگ ہوتے تھے۔ تو وہاں پہونچ کر دوسرے کی لاٹھی بھی روشن ہو گئی۔ پس ہر ایک اپنی اپنی لاٹھی کی روشنی میں اپنے گھر پہونچ گیا۔ (بخاری)

(۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نجاشیؒ کے مرنے کے بعد ہم سے ہمیشہ بیان کیا جاتا رہا ہے کہ ان کی قبر پر نور دیکھا جا رہا ہے۔

(۹) ایک صحابیؓ جن کا صحیح نام معلوم نہیں لوگ انہیں سفینہ کہہ کر بلاتے تھے اور انہیں سفینہ کہنے کا باعث یہ ہوا کہ وہ ایک سفر میں حضور صلی اللہ کے زمانہ میں بوجھ اُٹھائے ہوئے تھے۔

جو کوئی تھک جاتا اپنا بوجھ اُس پر ڈال دیتا اور وہ سب کا بوجھ اٹھائے جاتے جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دیکھا تو فرمایا اَنْتَ السَّفِيْنَةُ پس وہ اسی لقب سے مشہور ہو گئے۔ اور جو کوئی ان سے ان کا اصل نام پوچھتا تو وہ فرماتے کہ میرا نام وہی ہے جس کے ساتھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خطاب فرماتے ہوئے " اَنْتَ السَّفِيْنَةُ " ارشاد فرمایا

یہ حضرت سفینہ رض روم کے ملک میں ایک مرتبہ اپنے لشکر کا راستہ بھول گئے۔ یا یہ قید کر لیے گئے اور وہاں سے بھاگ کر چلے۔ اپنے لشکر کو ڈھونڈتے تھے کہ ناگہاں انہیں ایک بڑا شیر نظر آیا۔ انہوں نے شیر سے کہا اے ابوالحارث! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مولیٰ ہوں ؏۔ پس شیر دُم ہلاتا ہوا ان کے سامنے آیا اور ان کے پہلو کے ساتھ چلنے لگا جب کوئی اِدھر اُدھر سے خوفناک آواز آتی شیر فوراً اس طرف کا قصد کرتا اور پھر واپس آکر اُن کے پہلو بہ پہلو چلنے لگ جاتا یہاں تک کہ حضرت سفینہ رض اپنے لشکر میں پہونچ گئے اور شیر یہاں سے واپس چلا گیا

(شرح السنۃ)

؏ آزاد کردہ غلام ہوں

کرامت کا ثبوت آثارِ اولیاءؒ سے

(۱) حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک اللہ کے بندے کو ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھا میں نے پوچھا یہ بلند مرتبہ آپ نے کس عمل کی بدولت پایا۔ جواب ملا میں نے نفس کے اتباع سے منہ موڑا اور خدائے تعالےٰ کے احکام کی فرماں برداری کی۔ جس کے صلہ میں مجھ سے پوچھا گیا کیا چاہتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جب میں نے ہوا و ہوس کو چھوڑ دیا ہے تو میرا ٹھکانا ہوا میں ہونا چاہیے تا کہ میں دنیا والوں سے علیحدہ رہوں اور دوبارہ نفس کے فتنوں میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ ک م ص۲۲

(۲) حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں میں نے عبادان میں ایک حبشی کو دیکھا جو بالکل غیر آباد جگہ میں رہتا تھا ایک دن بازار سے نہایت عمدہ کھانا خرید کر ان کے پاس لے گیا۔ پوچھا کیا لائے ہو۔ میں نے کہا کھانا لایا ہوں اس خیال سے کہ آپ کو ایسا کھانا کہاں ملتا ہوگا؟ یہ سُن کر وہ ہنس دیے اور ہاتھ سے اشارہ کیا میں نے دیکھا کہ اس غیر آباد کھنڈر کی دیواریں اور پڑی ہوئی اینٹیں سب سونا بن رہی ہیں۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ یہ دیکھ کر میں بہت شرمندہ ہوا اور جو کچھ لے گیا تھا وہیں چھوڑ کر بھاگ آیا۔ کیونکہ پھر ان کی ہیبت اور عظمت نے مجھے وہاں کھڑا نہ رہنے دیا۔

(۳) حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ ایک چرواہے سے

پانی مانگا اس نے کہا پانی تو میرے پاس ہے نہیں، البتہ دودھ ہے میں نے کہا مجھے تو پانی کی ضرورت ہے۔ اس نے اُٹھ کر پتھر پر عصا مارا اس سے نہایت صاف پانی نکل آیا۔ میں یہ دیکھ کر حیران ہوا تو کہنے لگا حیرانی کی کیا بات ہے۔ بندہ جب اللہ کا ہو جاتا ہے تو تمام دنیا کی چیزیں اس کے تابع ہو جاتی ہیں (مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ)

(۴) حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ کھانا کھا کر ایک سفر کے لیے روانہ ہوا تین روز کے بعد بھوک کی وجہ سے مجھے ضعف محسوس ہوا۔ میں ایک پتھر پر بیٹھ گیا غیب سے آواز آئی ابوسعید! اگر تو چاہے تو تجھے کھانا کھلا دیا جائے جس سے تیری بے چینی دور ہو جائے۔ اور اگر تو چاہے تو تجھے بغیر کھلائے ہی سکون بخشا جائے۔ میں نے کہا پروردگار! کھانے سے جو طاقت پیدا ہوتی ہے وہ بغیر کھائے مجھ میں پیدا ہو جائے۔ چنانچہ اسی وقت مجھ میں اتنی طاقت آگئی کہ میں نے بغیر کھائے ہی وہ سفر پورا کر لیا اور طبیعت میں کسی قسم کا ضعف نہ آیا۔ ک م ص ۲۲۱

(۵) امام طبرانی رح فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے ایک پتھر کی ضرورت پڑی چنانچہ میں سرخس کے نالے سے جو بھی پتھر اُٹھا لاتا وہی گوہر بے بہا بن جاتا اور میں انہیں پھینک دیا کرتا تھا اس حکایت کو حضرت ہجویری رح نقل فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ اس وجہ سے تھا کہ ان کے نزدیک پتھر اور جواہرات ایک جیسے تھے۔

(۶) حضرت امام خواجہ خرامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں سرخس کے ایک محلے میں تُوت کے پتوں کی تلاش کے پیچھے گیا۔ میں نے ایک درخت پر چڑھ کر اس کو جھاڑنا شروع کیا۔ اس وقت شیخ ابوالفضل بن حسنؒ کا بھی اس کوچہ سے گزر ہوا۔ میں درخت پر تھا آپ نے مجھے نہیں دیکھا۔ میں بھی سمجھ رہا تھا کہ حضرت اس وقت اپنے سے غائب ہیں اور دل اللہ تعالےٰ کے ساتھ مشغول ہے۔ حضرت ابوالفضل بن حسنؒ نے خوشی اور سرور کی حالت میں سر کو اوپر اٹھا کر عرض کیا، خدایا! ایک برس سے بھی زیادہ گزر گیا کہ تو نے مجھے ایک دانگ (نقدی) کی مقدار بھی عطا نہ فرمائی کہ جس سے میں اپنی اشد ضروریات پوری کر لیتا کیا دوستوں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا تھا کہ میں نے دیکھا کہ وہ درخت فی الفور اپنے تنے سے چوٹی تک سونے کا بن گیا اور جس قدر اس کی شاخیں اور پتے تھے وہ بھی سب سونے کے بن گئے کم ص ۲۲۲

(۷) حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ ایک بار میں ایک جماعت کے ساتھ مصر سے جدّہ کے لئے کشتی میں بیٹھا۔ ایک گودڑی پوش نوجوان بھی ہمارے ساتھ اس کشتی میں سوار تھا۔ میرے دل میں یہ خواہش ہوتی تھی کہ میں اس کی مجلس میں بیٹھوں اور اس سے دو چار باتیں کروں مگر اس کی ہیبت مجھے اس جرأت کے کرنے سے مانع رہی۔ وہ نوجوان کسی وقت بھی عبادتِ الٰہی سے خالی نہیں رہتا تھا۔ ایک دن کسی مسافر کا ایک بٹوہ جواہرات کا کشتی میں گم ہو گیا۔ اس نے اس درویش پر گمان کیا اس پر تہمت

رکھ دی۔ لوگوں نے اس پر سختی کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر میں بیچ میں پڑ گیا اور ان سے ۔ کہ محض شبہ کی بنا پر جلد بازی سے کام نہ لو اور اس کے ساتھ بدسلوکی نہ کرو پہلے مجھے نرمی کے ساتھ اس سے پوچھ لینے دو میں نے علیحدہ ہو کر اس درویش کو بہت نرمی سے کہا کہ یہ لوگ آپ پر چوری کا شبہ کر چکے ہیں اور میں نے انہیں سختی کرنے سے روکا ہوا ہے اب بتلاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔ یہ سن کر اس نے اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھایا اور کچھ کہا۔ میں نے دیکھا کہ اسی وقت بہت سی مچھلیاں پانی کی سطح پر آگئیں ان سب کے منہ میں ایک ایک نادر اور بیش قیمت ہیرا تھا۔ اس درویش نے ایک مچھلی کے منہ سے ایک ہیرا لے کر الزام لگانے والے کو دے دیا اور خود کشتی سے اتر کر پانی کی سطح پر چلنا شروع کیا کیونکہ یہ کشتی والوں سے بیزار ہو چکا تھا۔ آخر جس شخص نے وہ بٹوا چرایا تھا اس نے وہ بٹوہ نکال کر مالک کے سامنے پھینک دیا۔ سب لوگ نہایت شرمندہ ہوئے اور خود کو ملامت کرنے لگے۔

(۸) حضرت علی بن عثمان جلّابی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک وقت مجھے بہت ہی مشکل کا سامنا ہوا اور میں کچھ ایسی مشکلات میں پھنس گیا کہ جن کا حل مجھ پر دشوار تھا۔ میں نے ابوالقاسم گرگانی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جانے کا ارادہ کیا، چنانچہ سفر کے بعد جب میں ان کی خدمت حاضری دینے کے لیے گیا تو دیکھا کہ وہ اپنی گھر والی مسجد میں تنہا بیٹھے ہیں اور میرا واقعہ مسجد کے ستون سے بیان کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا حضرت! آپ یہ باتیں کس سے کر رہے ہیں

آپ نے فرمایا بیٹا! اس ستون کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے گویا کیا ہے۔ چنانچہ ستون نے مجھ سے تیرا حال دریافت کیا تھا جس کے جواب میں میں اسے تیرا واقعہ سنا رہا تھا۔ ک م ص ۲۲۳

یہی حضرت علی بن عثمان جلابیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں گاؤں میں شیخ ابو سعیدؒ کی قبر پر تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ سفید رنگ کا ایک کبوتر کے غلاف کے نیچے آکر چھپ گیا۔ میں نے خیال کیا کہ یہ کسی سے اپنی جان بچا کر آیا ہے۔ جب میں نے اُٹھ کر اس کی تلاش کی تو وہ غلاف کے نیچے موجود نہ تھا۔ اسی طرح چار روز تک میں برابر یہی چیز دیکھتا رہا۔ مجھے انتہائی حیرت تھی۔ اور یہ بھید مجھ پر نہ کھلتا تھا۔ یہاں تک ایک رات مجھے حضرت شیخ کی زیارت ہوئی۔ میں نے آپ سے اس واقعہ کو منکشف کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا وہ کبوتر میری نیکی اور میرے معاملات کی صفائی ہے۔ جس کو میں نے دنیا میں چھوڑا ہے) وہ ہر روز میری ہم نشینی کے لیے کبوتر کی صورت میں آتی ہے۔ میں اس سے خوش ہوتا ہوں اور وہ مجھ سے۔ ک م ص ۲۲۴

نبی اور ولی میں فرق

حضرت علی بن عثمان جلابی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

(۱) طریقت کے تمام شیوخ کا اتفاق ہے کہ اولیاء ہر حال میں انبیاء کے تابعدار اور پیروکار اور ان کی تعلیمات کی تصدیق کرنے والے ہوتے ہیں ۔ اس لیے کہ ولایت کی انتہا نبوت کی ابتدا ہوتی ہے۔

(۲) تمام انبیاء لازمی طور پر اولیاء ہوتے ہیں لیکن کسی ولی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنی محنت و کوشش سے نبی بن سکے ۔

(۳) اولیاء کے لیے جو مقام ہوتا ہے انبیاء کے لیے وہ حجاب ہوتا ہے

(۴) اولیاء جہاں اپنے وہم و خیال سے پہونچتے ہیں وہاں انبیاء اپنے جسم کے ساتھ پہونچ جاتے ہیں ۔

(۵) انبیاء بشری صفات کی نفی میں اصل ہیں اور اولیاء اس میں فروع کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ حضرات اولیاء کے لیے یہ حال وقتی طور پر طاری ہوتا ہے ۔ لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام کے لیے یہ ایک مستقل مقام ہے ۔ بشری صفات مثلاً حرص، حسد ۔ بغض ۔ طولِ امل ۔ بخل ۔ غصہ ۔ حُبِ مال ۔ حُبِ جاہ وغیرہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے بالکل فنا کر دی جاتی ہیں اور ان کی جگہ ملکیت ملائکہ والی صفات ان کا مستقل مقام ہوتا ہے ۔

(۶) اولیاء جب ولایت کی انتہا کو پہونچتے ہیں ۔ اس وقت مشاہدہ سے خبر دیتے ہیں اور بشریت کے حجاب سے خلاصی پاتے ہیں

اگرچہ رہتے وہ اب بھی بشر ہی ہیں۔ مگر انبیاء علیہم السلام کا بشر ہوتے ہوئے پہلا قدم ہی مشاہدہ میں ہوتا ہے اور انہیں اپنے منصب کی نوعیت سے وقت مشاہدہ حاصل ہوتا ہے

(۷) حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا آپ انبیاء کے حال میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا افسوس ہم کو اُن کے احوال تک کوئی رسائی نہیں۔ ہم اپنی سطح پر رہ کر ان کے متعلق جو کچھ خیال کرتے ہیں وہ سب ہم اور ہمارے ہی خیالات ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کی صفات باطنی کو ایسے بلند مقام اور ایسے شجرۂ پوشیدہ میں رکھا ہے جہاں مخلوق کی آنکھ نہیں پہونچ سکتی۔ پس جس طرح اولیاء کا مرتبہ عام مخلوق کے فہم و ادراک سے مخفی ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ اولیاء کی رسائی سے مخفی ہے۔

(۸) ولی کے لیے کرامت ضروری نہیں بہت سے اولیاء اللہ سے کرامت کا صدور نہیں ہوا۔ مگر کوئی نبی بلا معجزہ کے نہیں ہوا (انصاری)

(۹) ہر نبی بالیقین جانتا ہے کہ میں نبی ہوں مگر ولی بالیقین نہیں جانتا کہ میں ولی ہوں۔ (انصاری)

فنا و بقا

حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فنافی اللہ ہونے کی تکمیل یہ ہے کہ بندہ آدابِ عبودیت میں فنا ہو جائے - اور باقی باللہ ہونے کی تکمیل یہ ہے کہ بندہ غیر اللہ سے قطع نظر کر کے مشاہدہ ذات حق میں محو ہو کر بقائے دوام حاصل کرے - یعنی بندہ بندگی کی حقیقت کو اُس وقت پہونچتا ہے جب وہ دیگر مخلوقات ہی سے نہیں بلکہ اپنی ذات سے بھی قطع نظر کر کے ذات الہٰی میں محو ہو جاتا ہے

حضرت علی بن عثمان جلابیؒ فرماتے ہیں کہ بقا کی حقیقت یہی ہوتی ہے کہ بندہ کی فنا فرائض عبودیت کی تکمیل اور ذات حق میں محویت تامہ کے باعث ہو - اس عشق اور ربط کا کشف دل پر ہوتا ہے یہانتک کہ خداوند تعالےٰ جل شانہ کے جلال کے غلبہ میں بندے کے دل سے دنیا و عقبیٰ فراموش ہو جاتے ہیں اور احوال و مقام اس کی نگاہ میں حقیر ہو جاتے ہیں -

مشائخ میں سے ایک شیخ فرماتے ہیں میں نے اپنی فنا سے تیری ذات باقی کو حاصل کیا - میں نے اس عشق میں اپنے اسم اور جسم کی رسم کو محو و نابود کر دیا -

مجھ سے پوچھا گیا تو کون ہے؟ میں نے جواب میں کہا میرا وجود بھی تیری ہی ذات ہے - اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جب قطرہ دریا میں نابود ہوا وہ دریا ہی ہو گیا اور اس کا وجود ثابت نہ رہا - ک م ۲۳۲

مجھ ناچیز کے خیال میں منصور حلاج کا انا الحق کہنا بھی دراصل

یہی فنا و بقا کا کمال تھا۔ (انصاری)

ایک مرید نے حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کا قصد کیا جب اُن کے تسبیح خانہ کے دروازے پر آیا تو دستک دی بایزیدؒ نے پوچھا کون ہے۔ کس سے ملنا چاہتا ہے؟ اُس نے کہا میں ابو یزید سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ نے دریافت کیا کہ ابو یزید کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟ مدت سے میں خود ابو یزید کی تلاش میں ہوں لیکن اس کو کہیں نہ پایا۔ جب یہ شخص حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا اور انہیں یہ قصہ سنایا تو حضرت ذوالنونؒ نے فرمایا بھائی! بایزید خدا کی طرف جانے والی جماعت میں شریک ہوا۔

ایک شخص حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ تھوڑی دیر کے لیے مجھے حاضری کی اجازت دیجئے تاکہ میں آپ سے ایک ضروری بات کہوں۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا بھائی! تو مجھ سے وہ چیز طلب کرتا ہے جس کو میں خود مدت سے تلاش کر رہا ہوں۔ میں کتنے ہی برس سے یہ چاہ رہا ہوں کہ ایک لمحہ کے لیے آپ پر حاضر ہوں مگر میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ جب میں اپنی ذات کے لیے بھی حاضر نہیں تو تیرے ساتھ کس طرح حاضر ہو سکتا ہوں۔

حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ ایک دن اپنے تسبیح خانہ میں تھے۔ کہ ایک شخص آیا اور اُس نے پوچھا کہ کیا ابو یزید یہاں ہے؟ آپ نے جواب دیا اس گھر میں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری کوئی چیز موجود نہیں ہے۔

معرفت حق

یعنی

خدا تعالیٰ کی پہچان

اگلے پیغمبروں کی مشہور کتابوں میں حکم ہے :-

اِعْرِفْ نَفْسَكَ تَعْرِفْ رَبَّكَ — اپنی ذات کو پہچان تو اپنے رب کو پہچان لے گا۔

یہ کلمات اس بات کی دلیل ہیں۔ کہ انسان کا نفس آئینہ کی مانند ہے جو اس کی طرف سے غور و فکر کی نظر کرے گا وہ اپنے خدا کو دیکھے گا۔ سلفِ صالحین سے مروی ہے :-

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ — جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا

وجودِ انسانی سے معرفت حق کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو بہت زیادہ مشکل ہے اور عوام کی سمجھ کی رسائی سے باہر ہے۔ دوسری جو زیادہ آسان ہے وہ یہ ہے کہ انسان اگر تھوڑا سا بھی غور و فکر کرے تو وہ ———

. ——— اپنی ہستی سے اللہ تعالےٰ کی ذاتی ہستی کو پہچان لیتا ہے۔

.. ——— اپنی صفات سے اللہ تعالےٰ کی صفات معلوم کر لیتا ہے۔

..... ——— اپنی سلطنت کے اختیار سے جو اس کے بدن اور اعضاء میں ہے تمام دنیا میں اللہ تعالےٰ کے اختیار کو معلوم کرلیتا ہے"
تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ:-

• ——— ہر شخص اچھی طرح سے جانتا ہے کہ اس کی پیدائش کی اصل ناپاک پانی کا ایک قطرہ یعنی نطفہ ہے۔ اس میں نہ عقل تھی نہ سماعت و بصارت۔ نہ سر نہ ہاتھ نہ پاؤں نہ زبان نہ آنکھ نہ رگ و ریشہ نہ ہڈی نہ گوشت و پوست۔ جب انسان اپنی زندگی کے درجہ کمال پر پہونچ کر ایک بال بھی پیدا کرنے سے عاجز ہے تو اُس وقت تو وہ کیا کرسکتا ہوگا۔ پس اس کو اپنی ذات کے موجود ہونے سے اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہستی ضرور معلوم ہو جائے گی۔ اب جب وہ اپنے بدن کے ظاہری اور باطنی عجائبات کا ملاحظہ کرے گا تو وہ پائے گا کہ اُس کو قدرتِ کامل ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ اپنی صفات کے عجائبات میں اپنے اعضاء کے منافع کو دیکھے گا کہ ہر ایک کے پیدا کرنے میں کیا حکمت رکھی گئی ہے۔ اعضائے ظاہری مثلاً ہاتھ۔ پاؤں آنکھ۔ زبان اور دانتوں سے، نیز اعضاء باطنی مثلاً جگر۔ تلی اور پتہ وغیرہ سے اپنے پروردگار کے علم کو پہچان لے گا۔ کہ وہ کامل درجہ کا ہے اور تمام چیزوں پر احاطہ کیے ہوئے ہے وہ دیکھے گا کہ اگلے دانتوں کے سرے غذا کاٹنے کے لیے تیز کیے گئے ہیں اور پچھلے دانتوں کے سرے غذا کھانے اور چبانے کے لیے چپٹے بنائے گئے ہیں۔ زبان کو اُن کے پہلو میں چمچہ کی صورت میں

بنایا ہے تاکہ وہ غذا کو چکی میں ڈالے۔ زبان کے نیچے چشمہ کی طرح پانی چھڑکنے والی ایک قوت بنائی تاکہ وہ حسب ضرورت پانی گرائے اور غذا تر ہو کر بلا رکاوٹ حلق سے نیچے اُترتی جائے، تو اس کا دل گواہی دے گا کہ ساری دنیا کے دانش ور مل کر بھی اس سے بہتر کوئی صورت تجویز نہیں کر سکتے تھے۔ اسی طرح وہ دیکھتا ہے کہ ہاتھ کی پانچ انگلیاں ہیں چار ایک قطار میں ہیں اور ایک انگوٹھا ہے جو اُن سے چھوٹا اور ان سے زیادہ دور ہے مگر اُن میں سے ہر ایک کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے اور سب پر پھرتا ہے۔ ہر انگلی کے تین جوڑ ہیں انگوٹھے کے دو جوڑ ہیں کہ چاہے تو مجرفہ بنائے اور چاہے تو چلّو بنائے۔ چاہے بند کرے چاہے مٹھی باندھ کر ہتھیار بنائے اور چاہے چوڑا کر کے طباق بنالے۔ انسانی اجزاء کے ہر جزو میں ایسی ہی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ وہ جان لے گا کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس پر محیط ہے اور تمام چیزوں پر مطلع ہے۔

اسی طرح غور و فکر کرنے پر ہر ایک انسان اپنی صفائی اور پاکیزگی سے اللہ تعالیٰ کی صفائی اور پاکیزگی معلوم کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ کی صفائی اور پاکیزگی یہ مراد ہے کہ وہ پاک و مقدس ہے۔ وہم و خیال سے بالاتر ہے اور اس بات سے بھی کہ ہم اُسے کسی جگہ سے نسبت کریں اگرچہ کوئی جگہ اس کے تصرّف سے خالی نہیں چنانچہ یہ معلوم کرنے کے لیے انسان اپنے دل کی طرف دیکھتا ہے جو اس کی جان کی حقیقت ہے اور وہم و خیال سے پاک ہے۔ اس کی مقدار و رنگت

نہیں ہے۔ وہ تقسیم نہیں ہو سکتا۔ اور اسی لیے وہ کسی طرح خیال میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ خیال میں وہی چیز آسکتی ہے کہ جسے (یا جس کی جنس کو) آنکھ نے دیکھا ہو۔ جس چیز میں ان کا صفات کا دخل نہ ہو اس کی چگونگی (کس طرح کی) کا سوال باطل ہو جاتا ہے۔ پس اگر تو معلوم کرنا چاہتا ہے کہ فلاں چیز میں چگونگی کو دخل نہیں تو اپنی حقیقت کو دیکھ جو محلِ معرفت ہے اور قسمت پذیر نہیں۔ مقدار۔ کیفیت اور کمیت کو اس میں دخل نہیں پس جب تو نے اپنے آپ کو اس صفت میں پالیا تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ اس تقدیس سے اولیٰ تر ہے یہ بات جاننے کے لیے کہ ہم اُسے کسی جگہ سے نسبت نہیں دے سکتے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی جان پر غور کرے کہ اسے بھی کسی عضو سے نسبت نہیں دی جاسکتی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ جان ہاتھ میں ہے یا پاؤں میں۔ سر میں ہے یا کسی دوسری جگہ میں۔ بلکہ جسم کے تمام اعضاء قسمت پذیر ہیں۔ اور وہ قسمت پذیر نہیں ہے باوجودیکہ اُسے کسی عضو سے منسوب نہیں کر سکتے لیکن کوئی عضو اس کے تصرف سے باہر نہیں ہے۔ اسی طرح تمام دنیا بادشاہِ عالم کے تصرف میں ہے اور وہ اس سے منزہ ہے کہ اُس کو کسی خاص جگہ سے منسوب کریں۔

اب یہ امر وضاحت طلب رہ گیا کہ حق تعالیٰ کی بادشاہی اپنی سلطنت میں کیوں کر کام کرتی ہے۔ اُس کا فرشتوں کو حکم کرنا فرشتوں کا اس حکم کی تعمیل کرنا۔ فرشتوں کے ہاتھوں

فرامین کا جاری کرنا۔ زمین و آسمان سے حکم بھیجنا۔ آسمانوں اور ستاروں کو جنبش دینا۔ آسمان سے اہل زمین کے کام متعلق کرنا۔ رزق کی چابی آسمان کے حوالے کرنا وغیرہ سب کچھ کیوں کر ہے یہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ایک بڑا دروازہ ہے۔ اس کو معرفتِ افعال کہتے ہیں۔ اس معرفت کی کنجی بھی اپنے نفس کی پہچان ہے۔ مثلاً جب تو نے چاہا کہ کاغذ پر بسم اللہ لکھے تو پہلے تجھ میں رغبت اور ارادت پیدا ہوتی ہے۔ پھر تیرے دل میں ایک حرکت اور جنبش پیدا ہوتی ہے۔ یہ وہ دل نہیں ہے جو بظاہر ایک گوشت کا لوتھڑا تیرے سینے میں بائیں جانب لٹک رہا ہے بلکہ وہ ایک جسم لطیف ہے جو دل سے حرکت حاصل کر کے دماغ کو جاتا ہے۔ اس جسم لطیف کو حکیم روح کہتے ہیں۔ باقی وہ روح جو حس و حرکت کی قوتوں کی اٹھانے والی ہے یہ دوسری روح ہے جو چوپایوں میں بھی ہوتی ہے اور اسی روح پر موت وارد ہوتی ہے جس کا نام ہم نے دل رکھا ہے۔ یہ روح چوپایوں میں نہیں ہوتی۔ نہ اسے موت آتی ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا محل ہے۔ پس جب روح دماغ میں پہونچتی ہے تو بسم اللہ کی صورت دماغ کے پہلے خزانے میں جو قوت خیال کی جگہ ہے ظاہر ہوتی ہے اس صورت سے ایک اثر بنتا ہے اور پھر یہ اثر دماغ سے پٹھوں میں جاتا ہے۔ چنانچہ یہ پٹھے (اعصاب) ہلتے ہیں جن سے انگلیوں کے پوروں میں جنبش پیدا ہوتی ہے۔ انگلی قلم کو ہلاتی ہے تو بسم اللہ کی صورت

جو کہ خیال کے خزانے میں تھی حس متعلقہ (آنکھ) کی مدد سے کاغذ پر نمودار ہوتی ہے۔ پس جیسا کہ اس کام کی رغبت تجھ میں پیدا ہوئی وہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت تھی جس کو ارادہ کہتے ہیں اور جیسا کہ اول اس ارادہ کا اثر تیرے دل میں پیدا ہوا پھر اس کے ذریعے دوسری جگہ پہنچا ایسا ہی اوّلاً حق تعالیٰ جل جلالہٗ کی ارادت کا اثر عرش پر پہونچتا ہے پھر دوسروں تک پہونچتا ہے۔ اور جیسا کہ انسان کے اندر جسم لطیف بخاری اس اثر کو دل کی رگوں کے راستے سے دماغ تک پہونچاتا ہے اور اس جسم لطیف کو ہم روح کہتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے بھی ایک لطیف جوہر ہے جو اسے عرش سے کرسی تک پہونچاتا ہے۔ اس جوہر کو فرشتہ۔ روح اور روح القدس کہتے ہیں اور جیسا کہ اس کا اثر دل سے دماغ تک پہونچتا ہے اور دماغ اس کے تصرف ولایت کے حکم میں دل سے نیچے ہے ایسا ہی پہلے پہل اثر عرش سے کرسی پر پہونچتا ہے اور کرسی عرش کے نیچے ہے۔ اور جیسا کہ بسم اللہ کی صورت جو تیری مراد اور تیرا فعل ہے۔ دماغ کے پہلے خزانہ میں ظاہر ہوتی ہے اور فعل اس کے موافق پیدا ہوتا ہے۔ ایسا ہی جو صورت دنیا میں ظاہر ہوتی ہے پہلے اس کا نقش لوح محفوظ پر نمودار ہوتا ہے اور جیسا کہ قوت لطیف دماغ میں ہے جو اعصاب کو متحرک کرتی ہے اور اعصاب ہاتھ اور انگلیوں کو ہلاتے ہیں اور بالآخر انگلیاں قلم کو ہلاتی ہیں ایسا ہی وہ جواہر لطیف جو عرش و کرسی پر مقرر ہیں آسمانوں وغیرہ

ستاروں کو ہلاتے ہیں اور جیسا کہ دماغی قوت رگ وریشہ کو ہلاتی ہے ایسا ہی وہ جواہر لطیف جنہیں ملائکہ کہتے ہیں ستاروں اور ان کی شعاعوں کے ذریعے سے عالم سفلی کی طبائع کو جنہیں اربع عناصر کہتے ہیں ہلاتے ہیں اور وہ گرمی۔ سردی۔ تری اور خشکی ہے اور جیسا کہ قلم سیاہی کو متحرک کر کے اسے پراگندہ اور جمع کر دیتا ہے تاکہ بسم اللہ کی صورت ظاہر ہو اسی طرح یہ گرمی سردی۔ پانی۔ خاک اور امہات کو حرکت میں لاتی ہے۔ اور جس طرح کاغذ سیاہی کو قبول کرتا ہے ایسا ہی رطوبت ان مرکبات کو قابل شکل بناتی ہے اور خشکی اس شکل کی محافظت کرتی ہے۔ کیونکہ اگر رطوبت نہ ہو تو صورت مرتب نہ ہو سکے اگر خشکی نہ ہو تو شکل محفوظ نہ رہے۔ اور جیسا کہ قلم نے اپنے کام کو مکمل کر کے اپنی حرکت کو ختم کیا۔ تو بسم اللہ کی صورت خزانہ خیال کے نقش کے مطابق بصارت کی اعانت سے ظہور پذیر ہوئی اسی طرح جب حرارت اور برودت نے اُمّہاتِ مرکبات کو ملائکہ کی مدد سے متحرک کیا تو حیوانات اور نباتات کی صورت لوح محفوظ کے مطابق اس دنیا میں ظاہر ہوئی اور جس طرح تمام کاموں کا پہلا اثر دل سے اٹھتا ہے اور تمام اعضا میں پھیلتا ہے اسی طرح علم اجسام کے کاموں کا پہلا اثر عرش پر ظاہر ہوتا ہے اور جیسا کہ اس خاصیت کو سب سے پہلے دل قبول کرتا ہے اور اس کے بعد دوسرے اعضاء اور دل کو تجھ سے منسوب کرتے ہیں

تا کہ گمان کریں کہ تو دل کا ساکن ہے اسی طرح چونکہ عرش کے ذریعے سے سب پر غلبہ ہے یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر قائم اور جیسا کہ تو دل پر غالب ہوکر دل کے کام درست کرتا ہے اور جسمانی بادشاہت کی تدبیر کرتا ہے اسی طرح جب اللہ تعالےٰ نے عرش کو پیدا کرکے عرش پر غلبہ حاصل کیا اور اس کو سیدھا کھڑا کیا تو تمام سلطنت کی تدبیر درست ہوئی۔ قرآن مجید میں بھی اسی طرح آیا ہے:-

ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْر — پھر عرش پر قائم ہو کر کام کی تدبیر کرتا ہے۔

واضح رہے کہ یہ سب کچھ درست ہے اور اہل بصیرت کو مکاشفہ سے معلوم ہوا ہے۔

پس اس شہنشاہِ دو عالم کا شکریہ ادا کر جس نے تجھے پیدا کیا اور اپنی سلطنت سے مملکت کا ایک نمونہ دیا۔ دل سے تیرا عرش بنایا۔ اور روح حیوانی سے جس کا منبع دل ہے اسرافیل بنایا۔ دماغ سے کرسی اور خزانۂ خیالات سے لوح محفوظ بنائی آنکھ۔ کان اور تمام حواس سے تیرے فرشتے اور قبۂ دماغ سے جو اعصاب کا منبع ہے آسمان اور ستارے بنائے۔ اور انگلی۔ قلم اور سیاہی سے طبیعتوں کو تیرا مسخر کیا۔ اور تیرا دل بے چون د بے چگون پیدا کرکے اسے سب کا بادشاہ بنایا۔ اس وقت تجھے کہا گیا کہ خبردار! اپنی ذات اور اپنی بادشاہی سے غافل

نہ رہنا۔ کہ اس طرح تو اپنے پروردگار سے غافل ہو جائے گا۔

فَاِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ فَاعْرِفْ نَفْسَکَ یَا اِنْسَانُ تَعْرِفْ رَبَّکَ (اکسیر ہدایت ۲۸ تا ۳۲)	پس اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا پس اے انسان اپنے نفس کو پہچان تاکہ تو اپنے رب کو پہچانے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا معرفت کیا ہے آپ نے فرمایا:۔

عَرَفْتُ اللّٰہَ بِاللّٰہِ وَعَرَفْتُ مَا دُوْنَ اللّٰہِ بِنُوْرِہٖ	میں نے اللہ تعالےٰ کو محض اس کی رہنمائی سے پہچانا اور خدا کے ماسوا کو خدا تعالےٰ کے نور سے پہچانا

خدا تعالیٰ نے بدن کو پیدا کیا اور اس کی زندگی روح کے حوالے کی دل کو پیدا کیا اور اس کی زندگی اپنی معرفت کے حوالے کی۔ پس جب عقل کو بدن کے زندہ کرنے کی قدرت نہیں ہے تو محال ہے وہ دل کو زندہ کرسکے۔

اہل سنت کے نزدیک عقل معرفت کا ذریعہ تو ہوسکتی ہے لیکن معرفت کی علت نہیں۔ کیونکہ معرفت کی علت محض خداوند کریم کی مشیت اور عنایت ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ کی عنایت وہدایت کے بغیر عقل انسانی محض اندھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابوجہل اور ابولہب جیسے عقلائے محض آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے پیغمبر صاحب وحی کی موجودگی میں پوری زندگی کافر ومنکر ہی رہتے ہیں

اور دوسری طرف جب اللہ رب العزت عقل کو ہدایت اور رہ نمائی فرماتے ہیں تو حضرت بلال حبشی رضؓ اور حضرت سلمان فارسی رضؓ جیسی شخصیتیں ایمان و عمل میں ایک فقید المثال رتبہ حاصل کر لیتی ہیں۔

خوب سمجھ لو معرفت دل کی زندگی ہوتی ہے ہر شخص کی عظمت اور قدر و قیمت بقدر معرفت ہوتی ہے۔ جس شخص کو ذات و صفات الٰہی کی معرفت حاصل نہیں ہے وہ زندہ در گور اور خدا تعالیٰ کی نظروں میں قطعی بے قدر و قیمت ہے۔

حضرت ابوالحسن نوریؒ فرماتے ہیں:۔

توفیق خداوندی کے بغیر مخلوقات کسی کو خدا تک نہیں پہونچا سکتی اس ارشاد کو نقل فرما کر حضرت گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ عہد نبوی میں ابو طالب سے بڑھ کر بحث و گفتگو اور عقل و استدلال میں کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آتا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی صاحب ایمان و صاحب عقل و حکمت نہیں تھا مگر چونکہ ابو طالب پر بدبختی اور شقاوت کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاری ہو چکا تھا لہذا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رہ نمائی اور نصیحت نے اُسے کوئی فائدہ نہ پہونچایا۔

خلاصہ یہ کہ خداوند کریم کی معرفت کا علم اس کی ہدایت اور توفیق کے سوا حاصل نہیں ہوتا۔ ک م ۲۴۴ تا ۲۴۶

حضرت بایزیدؒ فرماتے ہیں کہ معرفت یہ ہے کہ تو اچھی طرح

جان لے کہ مخلوق کی تمام حرکات و سکنات اللہ جل شانہ کی طرف سے ہیں۔

حضرت ابوبکر واسطیؒ فرماتے ہیں:۔

مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ انْقَطَعَ عَنِ الْکُلِّ بَلْ خَرِسَ وَانْقَمَعَ	جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اس نے تمام ماسویٰ سے قطع تعلق کر لیا بلکہ خاموش اور چپ ہو گیا اور سب سے یکسو ہو گیا۔

یعنی عارف وہ ہے جو ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتا ہے فضول اور بے کار مشاغل سے بالکلیہ پرہیز کرتا ہے ۔

اسی لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَللّٰھُمَّ لَآ اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ	خدایا میں تیری حمد و ثناء کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

اُدھر سے بشارت آئی:۔

اے نبی! جب تو اپنے آپ کو میری حمد و ثناء سے عاجز پاتا ہے تو میں کائنات کی تمام چیزوں کو تیرا نائب قرار دیتا ہوں جس قدر بھی وہ میری حمد و ثنا کریں گے وہ سب تمہارے حساب میں شمار ہو گی

ک م ۲۴۸

توبہ

توبہ کے معنٰی[1] گناہ سے منہ پھیر کر دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنا ہے[2] نادم و شرمندہ ہونا۔

توبہ کے مرادی معنی یہ ہیں کہ بندہ پھر اپنے مالک کی طرف لوٹ آیا نیز بندہ کا اپنے گناہ پر شرمندہ ہونا بھی توبہ ہے۔

توبہ کے شرائط

۱۔ احکام خداوندی کی مخالفت پر دل کا کُڑھنا اور رنجیدہ ہونا

۲۔ ترکِ گناہ کے زمانے میں اللہ سے ڈرتے رہنا اور اس کی پکڑ سے بے خوف نہ ہونا۔

۳۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ جن گناہوں کے چھوڑنے کا عہد کرچکا ہے اُن کو نہ کرنا۔ اور یہ سب کچھ اسی حالت میں ہوگا جب بندہ آپنے کیے پر پشیمان ہوگا۔

توبہ کے اسباب :۔

۱۔ جب خدا کی پکڑ کا خوف دل پر غالب ہو اور دل اس بات پر غمناک و اندوہگین ہو کہ وہ افعال بد کا مرتکب ہوچکا ہے تو یقیناً ایسی حالت میں اُسے احساس ندامت ہوگا۔

۲۔ جب بندہ ایک طرف اپنے آپ پر اپنے رب کے احسانات و عطایا دیکھتا۔ دن رات اس کے فضل و احسان کی بارش کا مشاہدہ کرتا ہے اور دوسری طرف وہ اپنے اندر احسان مندی اور اعتراف نعمت کے جذبات کی بجائے

بغاوت و نافرمانی کی آمادگی و خواہش دیکھتا ہے تو وہ اس سے بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے خود کو ملامت کرتا ہے اور شدید شرمندگی محسوس کرتا ہے۔

۳۔ ایک انسان جب تصور قیامت اپنے آپ پر طاری کر لیتا ہے اور وہاں دیکھتا ہے کہ تمام مخلوق اور بالخصوص انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرامؒ کے روبرو میرے گناہ آشکارا ہوں گے تو وہ وہاں کی ذلت و رسوائی سے خوف زدہ ہو جاتا ہے اور اپنی بداعمالیوں پر شرمسار ہوتا ہے اور فوراً اس کوشش میں لگ جاتا ہے کہ اس کا اعمال نامہ ایسے اعمال سے پاک ہو جائے جو وہاں اس کے لیے ذِلّت و رسوائی کا موجب بنیں۔

ان تینوں قسموں کے توبہ کرنے والے بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہیں اور ان کی بخشش میں کوئی شک نہیں۔

لہٰذا توبہ کے تین عنوانات ہیں:۔

تَوبہ   اِنابت   خَشِیّت

توبہ کا فائدہ:۔ توبہ بندے کو گناہوں سے ہٹا کر فرماں برداری کی طرف توجہ دلاتی اور اس کی تلافی مافات پر کمربستہ کرتی ہے۔ تاکہ توبہ کرنے والا آئندہ نیکیوں کے ذریعے اپنی گزشتہ بُرائیوں کو مٹا دے۔ جب بندہ اپنے بُرے افعال پر غور و فکر کرتا ہے تو حق تعالےٰ اس کو اپنی طرف رجوع کرنے میں سہولتیں عنایت فرماتے ہیں اور معصیت کی نحوستوں سے بچا کر اسے اپنی تابعداری کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔

حقیقتِ توبہ کے متعلق مشائخؒ کے خیالات

حضرت سہل بن عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ اور ایک جماعت صوفیائے عظام کا عقیدہ ہے کہ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ:-

اَلتَّوْبَةُ اَنْ لَّا تَنْسیٰ ذَنْبَكَ — توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہوں کو نہ بھولے۔

یعنی اُن کو یاد کرکے تجھ پر رقّت و ندامت طاری ہوتی رہے اور تو اُن کے باعث خدا تعالےٰ قہر و عذاب سے لرزاں و ترساں رہے نیز اُن گناہوں کو یاد رکھنے کے باعث اپنے نیک اعمال پر مغرور نہ ہو۔

سیّد الطائفہ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے ساتھ حضرت صوفیائے کرام کی ایک جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ:-

اَلتَّوْبَةُ اَنْ تَنْسیٰ ذَنْبَكَ — توبہ یہ ہے کہ تُو توبہ کے بعد اپنے گناہوں کو بھول جائے

اس کی حکمت یہ ہے کہ توبہ کرنے والا گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور اس حالت میں خدا کا عاشق ہوتا ہے۔ عاشق کا شیوہ یہ ہے کہ وہ مشاہدہ معشوق میں رہے۔ چنانچہ وہ مشاہدہ حق میں گناہوں کو بھول جاتا ہے۔

حضرت علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ ان دونوں عقیدوں کو نقل کرکے فرماتے ہیں کہ دونوں عقیدے اپنی جگہ درست ہیں۔ دونوں کی نیت صحیح اور درست ہے۔

غرض توبہ کرنے والا اگر باقی الصفتہ ہے تو اس کے اسرار باطن کا عقدہ ابھی حل نہ ہوا ہوگا اگر فانی فی الصفتہ ہے یعنی اپنی بشری صفات و حوائج بشری کو فنا کرکے فنا فی اللہ ہو رہا ہو تو اس کے حجابات خود بخود اُٹھتے چلے جائیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تُبْتُ اِلَيْكَ کہا (الٰہی میں نے تیری بارگاہ میں توبہ کی۔ یعنی تیری طرف رجوع کیا) یہ قول موسیٰ علیہ السلام سے اُس وقت صادر ہوا جب کہ آپ بقائے صفت کی حالت میں تھے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَيْكَ — خدایا! میں تیری تعریف کا حق ادا نہیں کرسکتا۔

آپؐ نے یہ الفاظ فنائے صفت کی حالت میں ارشاد فرمائے۔

اقسامِ توبہ

رجوع میں توبہ تین قسم پر ہے :-

(۱) گناہ خطاء سے صواب و نیکی کی طرف رجوع ہو۔ قرآن میں اس کو اس طرح بیان فرمایا گیا۔

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ	اور وہ لوگ کہ جب کر بیٹھیں کچھ کھلا گناہ یا بُرا کام کریں اپنے حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی۔

(۲) دوسری توبہ صواب سے اَصْوَاب کی طرف ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تُبْتُ اِلَیْکَ میں نے تیری طرف خاص عشق و انہماک کے ساتھ رجوع کیا حالانکہ وہ پہلے بھی صواب پر تھے

(۳) تیسری توبہ اپنی ذات سے ذات حق کی طرف رجوع کرنا۔

جیسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد ہے:۔

لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ وَاِنِّیْ	میرے قلب پر ماسوی اللہ کا غلبہ
لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِی الْیَوْمِ	ہوتا ہے پس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ
مِائَۃَ مَرَّۃٍ	میں ہر دن سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں

معصیت و خطاء کا ارتکاب کرنا بُرا ہے اور خطا سے صواب کی طرف رجوع کرنا قابل تعریف ہے۔

صحابۂ کرام رضی کو مخاطب کرتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

کُلُّکُمْ خَطَّاءُوْنَ	تم سب بڑے گنہ گار ہو اور اچھے
وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ	بکثرت توبہ کرنے والے ہیں۔
التَّوَّابُوْنَ	

خلاصہ یہ ہے کہ توبہ ایک تو عام انسانوں کی ہے اور ایک انبیاء علیہم السلام کی۔ عام انسانوں کی توبہ یہ ہے کہ وہ جس وقت چاہیں جس عمر میں اور جس سابقہ گناہ پر پشیمان ہو کر خدائے تعالیٰ کے حضور میں جُھک جائیں۔ اور معافی کی درخواست کریں تو رحمت الٰہی کے دروازے ان پر کھل جاتے ہیں۔ اور

حق تعالیٰ ان کو اپنے دامن میں جگہ دے کر اپنا مقبول بنا لیتے ہیں۔

دوسری توبہ خواص کی ہے۔ وہ توبہ غفلت سے ہے کہ جہاں حضور مع اللہ سے غفلت ہوئی انہوں نے خدائے تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ جیسے ایک عارف فرماتے ہیں ؎

ہر آں کو غافل از حق یک زمان است ؏
در آں دم کافر است امّا نہان است
گرزیں غفلت کہ جاں پیوستہ بودے
در اسلام بروے بستہ بودے

ایک توبہ اخص الخواص کی ہے۔

اور وہ صواب سے اعلیٰ صواب کی طرف رجوع ہے۔

یہ رجوع باطنی قوتوں اور روحانی درجات کی بلندی کے لیے ہوتا ہے جیسے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معنوی اور روحانی مقام ہر دم و ہر آں ترقی اور بلندی کی طرف ہوتا تھا جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی — اے پیغمبر! تمہاری ہر آخری ساعت (باطنی اعتبار سے) پہلی ساعت سے بہتر ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بلند تر مقام پر پہونچتے

؏ جو کوئی حق تعالیٰ کے دھیان سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل ہے اس وقت میں وہ کافر ہے مگر باطنی لحاظ سے کافر ہے شریعت میں کافر نہیں ہے۔

تھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے تھے اور نیچے کے مقام سے اِستغفار فرماتے تھے۔

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں۔عوام کی توبہ گناہوں سے ہوا کرتی ہے اور خواص کی توبہ غفلت سے ہوا کرتی ہے۔

ک م ۲۶۰ تا ۲۶۲ مع التغیر

ارادہ توبہ اور اس کی حقیقت

توبہ کرنے والے میں ایمان و معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے اور وہ اس نور سے دیکھتا ہے کہ گناہ زہر قاتل ہے اور جب دیکھتا ہے کہ وہ بہت سا زہر کھا چکا ہے اور ہلاکت کے قریب ہے تو اس میں ہراس اور پشیمانی پیدا ہوتی ہے۔ جب کوئی زہر کھا بیٹھے تو پشیمان ہو کر ڈرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دے۔ اور اس کا علاج کرتا ہے۔ تاکہ اس کا اثر زائل ہو جائے ایسا ہی جب ایک شخص دیکھتا ہے کہ ہر ایک خواہش زہر لے ہوئے شہد کی طرح ہے، جو ابتدا میں تو میٹھی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن آخر سانپ کی طرح ڈستی ہے۔ پھر وہ اپنے گزشتہ گناہوں پر پچھتاتا ہے اور اس میں خوف کی آگ پیدا ہو جاتی ہے وہ اپنے آپ کو ہلاکت کی طرف دیکھتا ہے تو خواہش اور گناہ کی حرص خوف و پشیمانی کی آگ میں سوختہ ہو جاتی ہے شہوت حسرت میں بدل جاتی ہے۔ وہ ارادہ کرتا ہے۔ کہ گزشتہ کا تدارک کرے اور آئندہ ادھر مائل نہ ہو جفا

کا لباس اتار دے اور وفا کی بساط بچھائے۔ اپنی جملہ حرکات و سکنات کو بدل ڈالے۔ جس طرح اس سے پہلے خوشی و غفلت میں مستغرق تھا۔ اب حسرت و اندوہ میں مبتلا رہے۔ اس سے پہلے اہل غفلت کی صحبت اسے مرغوب تھی اب وہ اہل معرفت کو تلاش کرتا ہے اور ان سے ملتا ہے پس توبہ بنفسہ پشیمانی ہے۔ توبہ کی اصل[1] معرفت اور ایمان کا نور ہے۔ اور اس کی فرع[2] گناہ و مخالفت احکام کے تمام حالات کو فرماں برداری طاعت و موافقت احکام شرعیہ سے بدل دینا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو گناہوں سے توبہ کرے اللہ تعالےٰ اس کے گناہوں کو فرشتوں پر فراموش کردیتا ہے جو اس کو لکھتے ہیں۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں کو بھلا دیتا ہے۔ اور اس جگہ کو بھی بھلا دیتا ہے جہاں گناہ کیے تھے تاکہ اللہ تعالےٰ کے پاس پہونچ کر کوئی گواہ رسوا کرنے والا نہ رہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ بندہ کے جاں بلب ہونے تک اس کی توبہ قبول کرتا رہتا ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اس کے لیے دستِ کرم کھولا ہوا ہے جو دن کو گنا کرے اور رات کو توبہ کرے اور رات کو گناہ کرے اور دن کو توبہ کرے حتیٰ کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے[3]۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ

---

[1] جڑ۔ [2] شاخیں [3] یعنی قیامت تک گناہ گاروں کی توبہ قبول کرنے کے لیے در کریم کھلا ہوا ہے۔

علیہ وسلم نے فرمایا کہ توبہ کرو۔ میں دن میں سو بار توبہ کرتا ہوں۔ اور فرمایا کہ تم میں کوئی آدمی نہیں جو گنہ گار نہ ہو مگر بہترین گنہ گار توبہ کرنے والے ہیں اور فرمایا جس شخص نے گناہ سے توبہ کی وہ اُس شخص کی طرح ہے جس نے کبھی کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ اور فرمایا کہ ایک اعرابی سفر کرتا ہوا ایک خطرناک جنگل میں پہونچا۔ وہاں اسے نیند محسوس ہوئی اور وہ اونٹ کو قریب ہی بٹھا کر سوگیا۔ اونٹ پر ہر قسم کا زاد راہ لدا ہوا تھا۔ جب آنکھ کھلی تو اونٹ کو غائب پایا۔ تلاش میں ادھر ادھر بھاگا اونٹ نہ ملا اور وہ خود بھوک پیاس سے نیم جان ہوگیا۔ آخر اُسی جگہ واپس آگیا اور ہاتھ پر سر رکھ کر لیٹ گیا کہ نیند آجائے اور اسی میں وہ ختم ہوجائے۔ لیکن جب اس غنودگی اور نیند سے بیدار ہوا تو اونٹ اسی طرح سامان سفر سے لدا ہوا اس کے پاس کھڑا تھا۔ اس وقت فرطِ انبساط سے یہ کہنے کی بجائے کہ اے خدا! تو میرا خدا ہے میں تیرا بندہ ہوں —— اس کے منہ سے یہ نکل گیا کہ اے خدا! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا خدا ہوں، حضورؐ نے فرمایا کہ یہ شتربان اس واقعہ سے جس قدر خوش ہوا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے (اکسیر ہدایت ۶۹۰،۷۰ء)

توبہ کے متعلق حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ   محمدؐ! کہہ دو اے میرے وہ بندو!

اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

زمر-۵۳ تا ۵۵

جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو یقیناً اللہ تعالیٰ سب کے گناہوں کو معاف کر دے گا یقیناً وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے اور رجوع کرو اپنے رب کی طرف اور اس کی تابعداری اختیار کرو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے گا اور چلو بہتر بات پر جو اُتری تمہارے رب کی طرف سے پہلے اس سے کہ پہونچے تم پر عذاب اچانک اور تم کو خبر نہ ہو۔

حضرت امام ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں نقل فرمایا کہ :۔

یہ آیت تمام نافرمانوں (خواہ کافر ہوں یا غیر کافر) کے لیے توبہ و انابت کی طرف دعوت عام خدائے تعالےٰ کی طرف سے اعلان عام ہے کہ تمہارے کتنے ہی گناہ کیوں نہ ہوں اور کیسے ہی کیوں نہ ہوں حتیٰ کہ شرک بھی ہو ہم اُن سب گناہوں کو معاف کر دیں گے ۔بشرطیکہ

تمہاری طرف سے توبہ ہو۔ یہ اُن لوگوں کے لیے بھی دعوت ہے جو حضرت مسیحؑ کو خدا یا خدا کا بیٹا یا حضرت عزیرؑ کو کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور جو خدا کو فقیر یا بخیل کہتے ہوں۔ جو مسیح علیہ السلام کو تیسرا خدا یا خود کو خدا کہتے ہوں بوڑھوں جوانوں۔ عورتوں۔ مردوں سب کے لیے دعوت ہے کہ آؤ توبہ کرو اور اپنے رب کو راضی کرو۔ کوئی انسان اپنے رب کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اگرچہ اس کے گناہ کتنے ہی بڑے ہوں کیونکہ رحمت اور توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔

مسند امام احمد کی حدیث ہے :۔

۱۔ عَنْ ثَوْبَانَ رضؓ قَالَ سمعتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُولُ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِیَ الدُّنْیَا بِھٰذِہِ الْاٰیَةِ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا الْآیَة فَقَالَ رَجُلٌ فَمَنْ اَشْرَكَ فَسَكَتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اَلَا وَمَنْ اَشْرَكَ

روایت ہے ثوبانؓ سے کہا سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے نہیں دوست رکھتا ہوں کہ تحقیق میرے لیے دنیا ہو بدلے اس آیت کے اے میرے بندو کہ زیادتی کی اپنی جانوں پر نہ ناامید ہو۔ آخر تک۔ پھر کہا ایک شخص نے پس جس نے شرک کیا پس خاموش رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پھر فرمایا خبردار رہو اور جس نے شرک کیا وہ بھی حکم اس آیت میں ہے تین دفعہ فرمایا

ثَلٰثَ مَرَّاتٍ — اگر توبہ کرے گا خدائے تعالیٰ اس کو بھی معاف کر دے گا۔

یعنی مشرک بھی خدا کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔ اگر توبہ کرے گا خدائے تعالیٰ اس کو بھی معاف کر دے گا۔

(۲) عَنْ عَمْرِو بْنِ عَنْبَسَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْخٌ كَبِيرٌ يَدْعُوهُمْ عَلٰى عَصَالَهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِي غَدَرَاتٌ وَفَجَرَاتٌ فَهَلْ يُغْفَرُ لِي قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَسْتَ تَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ بَلٰى وَأَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم قَدْ غُفِرَ لَكَ غَدَرَاتِكَ وَفَجَرَاتِكَ (تفرد به احمد)

حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھا آدمی اپنے عصا پر ٹیک لگاتا ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے خدائے تعالیٰ کی بہت سی بغاوتیں اور بے شمار نافرمانیاں کی ہیں۔ کیا میری مغفرت بھی فرمائی جائے گی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو لا الہ الا اللہ کی گواہی نہیں دیتا ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں میں تو اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقین کر تیری سب بدعہدیاں سب غداریاں اور نافرمانیاں خدائے تعالیٰ نے معاف فرمادیں

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں خدا تعالےٰ کے کرم اور اس کی عنایت کو دیکھو کہ لوگ اس کے اولیاء کو قتل کریں اور وہ ان کو توبہ اور اپنی مغفرت کی طرف بلائے۔

(۳) عَنْ اَبِی سَعِیْدِ ۣ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حدیث الذی قَتَلَ تِسْعَۃً وَتِسْعِیْنَ نَفْسًا ثُمَّ نَدَمَ وَسَاَلَ عَابِدًا مِنْ عُبَّادِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ ھَلْ لَہٗ مِنْ تَوْبَۃٍ فَقَالَ لَا فَقَتَلَہٗ وَاَکْمَلَ مِائَۃً ثُمَّ سَاَلَ عَالِمًا مِنْ عُلَمَائِھِمْ ھَلْ لَہٗ مِنْ تَوْبَۃٍ فَقَالَ مَنْ یَّحُوْلُ بَیْنَکَ وَبَیْنَ التَّوْبَۃِ ثُمَّ اَمَرَہٗ بِالذَّھَابِ اِلٰی قَرْیَۃٍ یُعْبَدُ اللّٰہُ فِیْھَا فَقَصَدَھَا فَاَتَاہُ الْمَوْتُ فِیْ اَثْنَاءِ الطَّرِیْقِ فَاخْتَصَمَتْ فِیْہِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آدمی کا واقعہ نقل کرتے ہیں جس نے ۹۹ آدمی قتل کیے پھر نادم ہوا اور بنی اسرائیل کے ایک عابد سے پوچھا کیا میری بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا نہیں اس نے اس عابد کو بھی قتل کر دیا سو خون پورے کر لیے۔ پھر کسی عالم سے پوچھا کیا میری توبہ ہو سکتی ہے اس نے کہا کیوں نہیں تیرے اور تیری توبہ کے درمیان کون رکاوٹ بن سکتا ہے؟ پھر اس کو توبہ کی تدبیر بتلائی کہ تم اس بستی میں چلے جاؤ جس میں اللہ تعالےٰ کی عبادت کی جاتی ہے چنانچہ وہ شخص وہاں جانے لگا اور راستے میں اس کو موت آگئی اب اس کے بارے میں رحمت اور عذاب

مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَأَمَرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ قِيْسُوْا مَا بَيْنَ الْاَرْضَيْنِ قَالَ أَيُّهُمَا كَانَ أَقْرَبُ فَهُوَ مِنْهَا فَوَجَدَهٗ أَقْرَبَ إِلَى الْاَرْضِ الَّتِي هَاجَرَ إِلَيْهَا بِشِبْرٍ فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَذَكَرُوْا أَنَّهٗ نَأَى وَأَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى أَمَرَ الْبَلْدَةَ۔ أَنْ تَقَرَّبْ وَأَمَرَ الْبَلْدَةَ أَنْ تَبَاعَدَ

کے فرشتوں میں بحث ہونے لگی اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا دونوں بستیوں کے درمیان پیمائش کرو جو بستی زیادہ قریب ہو اس کے ساتھ اسی کا معاملہ کیا جائے جب پیمائش ہوئی تو فرشتوں نے اللہ اللہ کرنے والوں کی بستی کو اس کی بستی سے بقدر ایک بالشت کے قریب پایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ مرتے وقت وہ قاتل اپنے سینے کو اللہ اللہ کرنے والوں کی بستی کے قریب کرنے لگا چنانچہ رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح کو لے لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو حکم دیا کہ تو قریب ہو جا اور اس شخص کی بستی کو حکم دیا کہ تو دور ہو جا۔

(۴) قَالَ أَنَسُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَالَّذِي نَفْسِي

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے

بِيَدِهٖ لَوْ اَخْطَأْتُمْ حَتّٰى تَمْلَأَ خَطَايَاكُمْ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتُمُ اللّٰهَ يَغْفِرْ لَكُمْ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ تُخْطِئُوْا لَجَاءَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِقَوْمٍ يُخْطِئُوْنَ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ

احمد

قبضے میں میری جان ہے اگر تم اتنی خطائیں کرو کہ تمہاری خطائیں آسمان و زمین کے درمیانی خلاء کو بھر دیں پھر تم خدا تعالےٰ سے اپنی مغفرت چاہو تو وہ ضرور تمہاری خطائیں بخشدے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو خدائے عزوجل ایسی قوم کو لائیں جو گناہ کرے اور خدا سے معافی چاہے اور پھر اللہ تعالےٰ ان کو معاف کردیں۔

(۵) عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ قَالَ حِيْنَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَدْ كُنْتُ كَتَمْتُ مِنْكُمْ شَيْئًا سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ لَا اَنَّكُمْ تُذْنِبُوْنَ لَخَلَقَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَوْمًا

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت جب قریب آیا تو آپ نے کہا کہ میں اب تک تم سے ایک حدیث رسول اللہ کو چھپاتا رہا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم گناہ نہ کروگے تو اللہ عزوجل ایک ایسی قوم کو پیدا کرے گا جو گناہ کرے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اُنکی

يَذْنِبُوْنَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ

بخشش فرمائیں گے۔

(٦) عن ابن عبّاس رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله عَلَيْه وسلم كَفَّارَةُ الذَّنْبِ النَّدَامَةُ

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ کا کفارہ کیے ہوئے پر شرمسار ہونا ہے۔

(٧) عَنْ محمد بن حنفيةَ عن ابيه عَلِیّ بن اَبِیْ طَالِبٍ رضی اللهُ عنه قَالَ قال رسول الله صَلی الله عَلیه وسلم اِنَّ الله تعالٰی یُحِبُّ العَبْدَ الْمُفْتَتَنَ التَّوَّابَ

(ابن کثیر ص۵۹ ج۴)

محمد بن حنفیہ اپنے والد حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بے شک اللہ تعالیٰ اُس گناہ گار بندے کو محبوب رکھتا ہے جو کثرت سے توبہ کرنے والا ہو۔

(٨) عن عبد الله بن عُمَیرٍؓ قَالَ اِنَّ اِبْلِیْسَ لَعَنَهُ اللهُ تَعَالٰی قَالَ یَا رَبِّ اِنَّكَ اَخْرَجْتَنِیْ مِنْ اَجْلِ اٰدَمَ وَاِنِّیْ لَا اَسْتَطِیْعُهٗ اِلَّا بِسُلْطَانِكَ قَالَ فَاَنْتَ مُسَلَّطٌ قَالَ

حضرت عُبَید بن عُمَیر کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ ابلیس لعین نے حق تعالیٰ سے عرض کیا الٰہی! تو نے مجھے آدم کی وجہ سے جنت سے نکالا اور میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا مگر تیری طاقت کے ساتھ۔ حق تعالیٰ نے

يَا رَبِّ زِدْنِي قَالَ لَا يُوْلَدُ لَهٗ وَلَدٌ اِلَّا وُلِدَ لَكَ مِثْلُهٗ قَالَ يَا رَبِّ زِدْنِي قَالَ اَجْعَلُ صُدُوْرَهُمْ مَسَاكِنَ لَكُمْ قَالَ يَارَبِّ زِدْنِي قَالَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا۔

فرمایا جا تجھے ہماری طرف سے طاقت دی گئی۔ اس نے پھر کہا الٰہی اور طاقت دے۔ فرمایا جس قدر آدم کے بچے پیدا ہونگے تیرے بھی اتنے ہی بچے پیدا ہوں گے اس نے کہا الٰہی اور طاقت دے فرمایا میں اُن کے سینوں کو تمہارے گھر بنا دوں گا اور تم کو اتنی طاقت دی جاتی ہے کہ ان کی رگ رگ میں گھوم سکو۔ کہنے لگا اور طاقت دیجئے فرمایا ان پر حملہ کر اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ اور ان کے کام میں شرکت کر اور ان سے جیسے چاہے وعدہ کر اور شیطان کا ہر وعدہ دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔

فَقَالَ اٰدَمُ يَا رَبِّ قَدْ سَلَّطْتَهٗ عَلَيَّ وَاِنِّي لَا اَمْتَنِعُ اِلَّا بِكَ قَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يُوْلَدُ لَكَ وَلَدٌ اِلَّا وَكَّلْتُ بِهٖ مَنْ يَحْفَظُهٗ مِنْ

پھر آدم نے عرض کیا الٰہی تو نے شیطان کو مجھ پر مسلط کر دیا اور میں تیری امداد کے بغیر اس سے نہ بچ سکوں گا حق تعالےٰ نے فرمایا تیرے ہاں جو بھی بچہ پیدا ہو گا اس کی حفاظت کے لیے میں اپنے محافظ

السّوءِ قَالَ يَا رَبِّ زِدْنِيْ قَالَ الْحَسَنَةُ عَشْرٌ اَوْ اَزِيْدُ وَالسَّيِّئَةُ وَاحِدَةٌ اَوْ اَمْحُوْهَا قَالَ يَا رَبِّ زِدْنِيْ قَالَ بَابُ التَّوْبَةِ مَفْتُوْحٌ مَا كَانَ الرُّوْحُ فِى الْجَسَدِ قَالَ يَا رَبِّ زِدْنِيْ قَالَ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ؀

مقرر کردوں گا۔ آدم نے عرض کیا الٰہی اور قوت عطا فرما۔ فرمایا ایک نیکی دس کے برابر ہوگی بلکہ اس سے بھی زیادہ اور بدی صرف ایک ہی ہوگی یا اُس کو بھی مٹادوں گا عرض کیا الٰہی اور زیادہ دے فرمایا جب تک جسم میں جان رہے گی توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا پھر عرض کیا الٰہی اور زیادہ طاقت دے فرمایا اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہ معاف کردے گا بے شک وہ سب خطاؤں کا معاف کرنے والا اور سب سے زیادہ مہربان ہے

(ابن کثیر ص ۵۹-۶۰ ج ۴)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور دعا ہے:-

(۹) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَحْسَنُوْا اِسْتَبْشَرُوْا وَاِذَا اَسَاءُوْا اِسْتَغْفَرُوْا

(ابن ماجہ فی دعوات الکبیر)

یا الٰہی! مجھے اُن لوگوں میں سے بنا کہ جب وہ نیکی کرتے ہوں خوش ہوتے ہوں اور جب برائی کریں تو تیری بخشش مانگیں۔

(۱۰) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰہ عَلَیْهِ وَسلم اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

(مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق بندہ جب اقرار کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے

(۱۱) عن عبد اللّٰه بن مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ

(رواہ ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا اس کی مانند ہے کہ جس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں۔

صحبت نیکاں (اہل اللہ)

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اکبر الہ آبادی

حق تعالےٰ کا ارشاد ہے :-

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا	اے ایمان والو!
اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ	اللہ سے ڈرو اور سچوں کی
الصّٰدِقِيْنَ ۝	مَعِیّت عہ اختیار کرو۔

انسان جن لوگوں کے ساتھ رہتا ہے۔ انہی کی خصلتیں اور عادتیں اختیار کر لیتا ہے ۔ ماحول کی تاثیر پوری قوت کے ساتھ اس پر اثر انداز ہوتی ہے - یہ چیز صرف انسان تک ہی محدود نہیں ۔ جانور تک بھی صحبت کا اثر قبول کر لیتے ہیں ۔ طوطا اور مینا آدمی کے پاس رہ کر اس کی زبان سیکھ جاتے اور اس کی بولی بولنے لگ جاتے ہیں ۔ جنگلی انسان مہذب انسانوں کی صحبت میں مُہذّب بن جاتے ہیں اور ان کا وحشی پن ختم ہو جاتا ہے ۔

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں۔

مُرید کے لیے تنہائی سے بڑھ کر کوئی آفت نہیں اور اہل اللہ کی صحبت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔

عہ یعنی دل سے اُن کے ساتھ رہنا۔ ان کا رنگ ڈھنگ اختیار کرنا

حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر ترا عقل است با دانش قریں ۔ باش درویش و بدرویشاں نشیں[1]

ہم نشینی جز بدرویشاں مکن ۔ تا توانی غیبت ایشاں مکن[2]

حب درویشاں کلید جنت است ۔ دشمن ایشاں سزائے لعنت است[3]

ایک دوسرے عارف فرماتے ہیں ؎

گر تو خواہی ہم نشینی با خدا ۔ گو نشیند در حضور اولیاء[4]

صحبتِ نیکاں اگر یک ساعت است

بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر فرماتے ہوئے حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ مجاز حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں تحریر فرماتے ہیں۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور رہو سچوں کے ساتھ۔ یعنی جو لوگ اپنے عہد میں سچے ہیں یا اللہ کے دین میں نیت کے اعتبار سے سچے ہیں۔ یا قول و عمل کے لحاظ سے اللہ کے دین میں سچے ہیں ـــــ مراد سچوں سے وہ لوگ ہیں جو ہر چیز میں سچ کا التزام و اہتمام رکھتے ہوں اور کسی موقعہ و مقام میں سچ و سچائی سے نہ چوکتے ہوں۔ اور ان لوگوں کی کیفیت یہ ہے کہ سچ کے مقابلے

---

[1] اگر تو عقل و شعور رکھتا ہے تو درویش بن اور درویشوں میں بیٹھ [2] اللہ والے فقراء کے سوائے دوسری کسی کے پاس بھی نہ بیٹھ ۔ جہاں تک ممکن ہو اُن کی مجلسوں سے دور نہ ہو [3] درویشوں اللہ والوں کی محبت جنت کی کنجی ہے ۔ اُن کی دشمنی کرنا خدا تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونا ہے [4] خدا تعالیٰ کے ساتھ اگر قرب چاہو ۔ تو جاؤ اولیاء کرام کی مجلسوں میں بیٹھو

یں ذاتی منفعت اور اغراض کو ترجیح نہیں دیتے۔ اے ایمان والو! ایسے لوگوں کی صحبت ومعیت اور ہم نشینی اختیار کرو —— چونکہ ان لوگوں کی صحبت ومعیت تمہارے باطنی امراض کے لیے تریاق اور تمہاری روح کے لیے اکسیر اعظم ہے۔ حضرت ابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تمثیلاً وضاحت فرماتے ہیں۔

ای کونوا مع محمد	صحبت ومعیت اختیار کرو۔
صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
واصحابہ الذین	اور اُن کے صحابہ کی جنہوں نے
صدقت نیاتھم	اپنے قول۔فعل زبان اور دل
استقامت قلوبھم	سے اپنے کو سچا کر دکھایا۔
واعمالھم	

کچھ مفسرین لکھتے ہیں صادقین سے ابوبکر۔عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم جیسے مخلصین اور کاملین مراد ہیں۔بہرحال جن کا قول وفعل اخلاق و عادات صحابۂ کرام رضؓ کے موافق اور جن کے طور و طریق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ مبارکہ سے ملتے جلتے ہیں —— وہ سب صادقین میں شامل ہیں۔ایسے کاملین کی صحبت کیمیائے سعادت وہدایت ہے

اَللّٰھُمَّ انْفَعْنَا بِصَالِحِی زَمَانِنَا وَارْزُقْنَا الْاَدَبَ مَعَھُمْ وَلَا تَحْرِمْنَا صُحْبَتَھُمْ وَبَرَکَتَھُمْ ع

ع الٰہی ہم کو ہمارے زمانے کے بزرگوں اور اللہ والوں کے ساتھ نفع پہونچا ہم کو اُن کے ادب کرنے کی توفیق اور ان کی صحبت و برکت سے ہمیں محروم نہ فرما

دوسری جگہ ارشاد ہے :-

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ

اور (اے پیغمبر!) اپنی ذات (اقدس) کو روکے رکھیے اُن لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام اس مقصد سے کہ اللہ راضی رہے اُن سے اور ہرگز اپنی نظر نہ ہٹائیے اُن لوگوں سے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی ذاتِ مقدس کو اُن لوگوں کی ہم نشینی کا پابند رکھیے جو ذاکر شاغل ہیں۔ ذکرِ حق صبح و شام کرتے ہیں اور اُن کا مقصد رضاءِ حق کے سوا اور کچھ نہیں آپ ایسے مخلصین اہل اللہ کی مجلس اختیار فرمائیں اور ہر وقت اُن پر اپنی نظرِ کرم فرمائیں اور کسی وقت بھی ان حضرات سے بے توجہی نہ فرمائیں۔

حضرت قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیرِ مظہری میں اس کے معنی اس طرح لکھے ہیں :-

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَالْمَعْنٰى يُرِيْدُوْنَ اللّٰهَ لَا شَيْئًا اٰخَرَ مِنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

معنی یہ ہیں محض اللہ کی ذات اُن کا مطلوب ہے اور ان کی ذاتِ اقدس کے سوا دنیا و آخرت میں سے کوئی چیز ان کا مطلوب و مقصود نہیں۔

چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ اَمَرَنِیْ رَبِّیْ اَنْ اَصْبِرَ مَعَهُمْ

ساری ہی خوبیاں اُس ذات الٰہی کے لیے ہیں جس نے میری اُمت میں ایسے آدمی بنائے جن کے پاس بیٹھنے اور صحبت اختیار کرنے کا مجھے میرے رب نے حکم فرمایا۔

یعنی دوسری امتیں اپنے اپنے بنی کے پاس بیٹھیں اور مجھے حکم ہے کہ میں اپنی امت کے ذاکرین اور اہل اللہ کے پاس بیٹھوں سچ فرمایا ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند[ع]

قطب الاسلام حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔
اولیاء اللہ کے دامن سے چمٹ جاؤ۔ اولیاء کی محبت اپنے اوپر لازم کر لو، ان کا قرب حاصل کرو ان کی وجہ سے تم کو برکت حاصل ہوگی ان کے ساتھ ہو جاؤ یہی اللہ کی جماعت ہے اور بس کو اللہ کی جماعت کامیاب ہے۔ ب م ص ۱۸

دوسری جگہ اسی کتاب کے ص ۳۶ پر فرماتے ہیں:۔
بزرگو! اولیاء اللہ کے قرب کی کوشش کرو جو اللہ کے ولی سے دوستی رکھتا ہے اللہ سے دوستی رکھتا ہے۔ ایسے ہی جو اللہ کے ولی سے دشمنی رکھتا ہے وہ اللہ سے دشمنی رکھتا ہے۔ عزیز من!

ع یہ وہ لوگ ہیں جو ایک نظر سے مٹی کو کیمیا بنا دیں: خدا تعالےٰ وہ وقت لائیں کہ ہم پر وہ اپنی معمولی ہی نظر کرم فرما دیں۔

اگر کوئی تمہارے دشمن سے محبت رکھے کیا تم اس سے محبت کرسکتے ہو؟ نہیں بخدا نہیں. سُن اللہ تعالےٰ کو مخلوق سے زیادہ غیرت ہے۔ اُن کو بھی اس سے غیرت آتی ہے کہ اپنے ولی کے دشمن سے محبت کریں۔ پھر وہ انتقام بھی لیتے ہیں اور قہر بھی نازل کرتے ہیں۔ عزیز من! اگر کوئی تمہارے دوست سے محبت کرے تو کیا تم اس سے نفرت کروگے؟ نہیں، خدا کی قسم نہیں۔ تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے زیادہ کریم ہیں وہ تو سب کریموں سے بڑھ کریم اور سب مہربانوں سے زیادہ زیادہ رحیم ہیں۔ اس لیے وہ اپنے ولی کے دوست سے کبھی نفرت نہیں کریں گے بلکہ اس پر احسان کریں گے۔ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے اس پر انعام فرمائیں گے اس کا اکرام فرمائیں گے۔

اولیاء اللہ کی تعریف اور ان کی صحبت کی تاکید

اولیاء مخلوق کے واسطے پُل ہیں جن کو توفیق ہوتی ہے وہ ان کے اوپر گزر کر اللہ تک پہونچ جاتے ہیں یہ حضرات شریعت پر عمل کرنے والے ہیں اخلاص والے ہیں۔ دنیا دار نہیں ہوتے۔ اللہ تعالےٰ نے اُن کو اپنی عبادت کے لیے چُن لیا ہے اور اپنے دربار میں ان کو مُقرّب بنا لیا ہے اُن کے دلوں پر غیر اللہ (مخلوق) کا حجاب ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں آتا۔ ان حضرات نے درمیانی چیزوں کو بیچ سے نکال دیا ہے اور اسرار الٰہی پر اخفا کے پردے ڈال دیئے

یعنی نااہلوں کے سامنے اسرار اور راز کی باتیں بیان نہیں کرتے رات کے وقت عبادت کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ دن کو روزے رکھتے ہیں۔ بعض پر فکر غالب ہے۔ کسی پر ذکر غالب ہے اور کسی نے تمام متفرقات کو جمع کر لیا ہے کہ ذکر بھی کرتے ہیں۔ فکر بھی کرتے ہیں۔ عباداتِ نافلہ کی کثرت بھی کرتے ہیں۔ وہ ایسے مرد ہیں کہ ان کو تجارت اور کاروبار اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتے۔

میں تم کو سختی کے ساتھ وصیت کرتا ہوں کہ دین کے فرائض و واجبات کا علم حاصل کر لینے کے بعد ان کی صحبت اختیار کرو۔ کیونکہ ان کی صحبت بڑا مجرب تریاق ہے جس سے دل کی تمام بیماریاں جاتی رہتی ہیں۔ دین کی چوٹی اُن کے ہی پاس ہے۔

صدق (سچائی)، وصفا (صفائی) ذوق (دردِ دل)، ووفاداری دنیا و آخرت سب سے الگ ہو کر اللہ تعالےٰ کی طرف یکسو ہو جانا انہی کا کام ہے اور یہ باتیں کتابیں پڑھنے پڑھانے اور مجلسیں جمانے سے نہیں حاصل ہوتیں۔ یہ تو صرف صاحب معرفت شیخ (مرشدِ کامل) کی صحبت ہی سے حاصل ہوتی ہیں۔ جو حال اور قال دونوں کا جامع ہو کہ اپنی باتوں سے راستہ بتلائے اور حال سے پاس بیٹھنے والوں کی ہمت بڑھائے ص ۱۳۶،

نعمت کی قدر کرو
نیک بندوں کی توجہات سے ایمان کو کامل کرو

بزرگو!

کھانے۔ پینے ۔ پہننے ۔ امن و عافیت اور دین غرضیکہ سب نعمتوں کی تعظیم کروگے تو تمہارے پاس یہ نعمتیں ہمیشہ کے لیے رہیں گی نیک بندوں کی توجہات کے ذریعے یقین و ایمان کو کامل کرو کیونکہ اللہ تعالےٰ کی نعمتیں اُن پر برستی ہیں ۔ اور اللہ تعالےٰ کی مدد کے بادل، اُن پر سایہ کرتے ہیں اللہ تعالےٰ نے محض اپنی اعانت سے اُن کو اپنے تک پہونچنے کا راستہ بتلایا اُن کو اپنا مُقَرَّبْ بنایا اپنی معرفت دی تو انہوں نے اللہ تعالےٰ کو پہچان لیا اللہ تعالےٰ نے اُن کے سینوں کو ایمان کے لیے کھول دیا اور ان کو تمام انسانوں کا سَردار بنایا اللہ کو اُن سے محبت ہے ان کو اللہ سے محبت ہے ۔ "اللہ تعالےٰ ان سے راضی اور یہ اللہ سے راضی ہیں ۔ یہی بڑی کامیابی ہے" اللہ پر توکُّل کے ستونوں کی بنیادوں کو مضبوط کرو ۔ اپنی دعاؤں کے الفاظ اور عنوان ایسے بناؤ جن کے معانی اللہ تعالےٰ کے لیے خاص ہوں۔ نفس اور شیطان سے بچتے رہو اور ہر کام میں احتیاط کا خیال رکھو۔ کیوں کہ جس نے اللہ تعالےٰ کے کام میں احتیاط کے ساتھ اپنی کمر کس لی اور اللہ تعالےٰ کا قصد کرکے ہمت کی سواریوں پر

سوار ہو گیا - وہ ناکام نہیں ہوتا - ب م ۹۶

شیخ کا حال مریدوں کے حال سے معلوم کرو

یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے ہدایت فرما دی ہے پس ان کے طریقے کا اتباع کرو۔

شیخ کی حالت (میں) کمال ہو یا نقصان اس کے متبعین اور اس کے پاس رہنے سے مریدین میں ظاہر ہو کر رہتی ہے اور پشتوں تک سلسلہ بسلسلہ ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ پس اگر شیخ میں کوئی حالتِ کمال ہے تو اس سے کامل کا حال بلند ہو جاتا ہے اور ناقص کا حال ترقی پکڑ جاتا ہے۔ اور اگر نقصان کی حالت ہے۔ تو اس سے کامل کا حال ناقص ہو جاتا ہے اور ناقص کا حال زائل ہو جاتا ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی پر عنایت فرمائیں تو اس میں شیخ کے ناقص احوال کی تاثیر ظاہر نہیں ہوتی۔

تخم تاثیر صحبت کا اثر

حضرت سید احمد رفاعیؒ فرماتے ہیں:۔

جو شخص آٹھ قسم کے لوگوں کے پاس بیٹھے گا اس میں اللہ تعالےٰ آٹھ باتیں زیادہ کر دیں گے۔

(۱) جو حکام کے پاس بیٹھے گا اللہ تعالےٰ اس میں تکبر اور سنگدلی بڑھا دیں گے (۲) جو مالداروں کے پاس بیٹھے گا اس میں دنیا اور دنیا کے

سازوسامان کی حرص (۳) جو فقراء اور درویشوں کے پاس بیٹھے گا، اس میں تقدیر پر رضا (جو بچوں کے پاس بیٹھے گا اس میں لہو و لعب کھیل کود کا شوق (۵) جو عورتوں کے پاس زیادہ بیٹھے گا اس میں جہالت اور شہوت بڑھا دیں گے (۶) جو نیک لوگوں کے پاس بیٹھے گا اس میں علم اور احتیاط بڑھا دیں گے (۷) جو فاسقوں کے پاس بیٹھے گا اس میں گناہ کی رغبت اور توبہ کی ٹال مٹول زیادہ کر دیں گے (۸) عاقل کی صحبت دین و دنیا کی ترقی کا سبب ہے اور بے وقوف کی صحبت سے دین و دنیا کا نقصان اور موت کے وقت حسرت و پشیمانی اور آخرت میں خسارہ ہوتا ہے۔ ب م ص۸۷

الاحادیث

وعن ابی رَزِیْنٍ اَنَّهٗ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى مِلَاكِ هٰذَا الْاَمْرِ الَّذِیْ تُصِیْبُ بِهٖ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ عَلَیْكَ بِمَجَالِسِ اَهْلِ الذِّكْرِ وَاِذَا خَلَوْتَ فَحَرِّكْ

حضرت ابورزین صحابی کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کیا میں تبلاؤں تجھ کو بنیادی چیز جس پر یہ دین قائم ہے اور جس کے ذریعے تم دنیا و آخرت کی بھلائی کو پالو۔ فرمایا اہل ذکر کی مجلس اختیار کرو (ان کے ساتھ بیٹھ کر ذکر الٰہی کرو)، جب خلوت اور تنہائی میں بیٹھو تو جس قدر ممکن ہو زبان سے اللہ اللہ کرتے رہو

لِسَانَكَ مَا اسْتَطَعْتَ بِذِكْرِ اللّٰهِ وَاَحِبَّ فِي اللّٰهِ وَاَبْغِضْ فِي اللّٰهِ يَا اَبَا رَزِيْنٍ هَلْ شَعَرْتَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ زَائِرًا اَخَاهُ شَيَّعَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ كُلُّهُمْ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّهٗ وَصَلَ فِيْكَ فَصِلْهُ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَعْمِلَ جَسَدَكَ فِيْ ذٰلِكَ فَافْعَلْ

(مشکوٰۃ ص ۴۲۷)

اور جس سے دوستی رکھو تو محض اللہ کے لیے اور جس سے دشمنی رکھو تو اللہ کے لیے ابورزین تم کو خبر ہے جب کوئی اپنے گھر سے مسلمان کی زیارت کے لیے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے پیچھے اس کو دعائیں دیتے ہوئے چلتے ہیں اور اس پر صلوٰۃ عہ بھیجتے ہیں۔ اور فرشتے کہتے ہیں الٰہی! اس بندے نے چونکہ محض تیرے لیے تیرے بندے کی صحبت و مجلس اختیار کی اور اس سے رابطہ و تعلق قائم کیا ہے۔ خدایا تو بھی اس سے تعلق رکھنا۔ پس جس قدر طاقت و قوت تمہارا ساتھ دے اہلِ ذکر کی مجلس میں بیٹھنا اور دیندار بندوں کی زیارت کرتے رہنا۔

مطلب یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے اگر جلوۃ اختیار کرو۔ یعنی کسی کے پاس بیٹھو تو صرف اللہ اللہ کرنے والوں کے پاس بیٹھنا اور خلوۃ اختیار کرو یعنی تنہا رہو تو اس موقعہ کو غنیمت جانو جتنا ہو سکے زبان سے اللہ اللہ کرتے رہو اور مخلوق کے ساتھ محض

عہ یعنی دعائے مغفرت کرتے ہیں

اللہ کے تعلق سے محبت رکھو اور اللہ کے عدم تعلق سے دشمنی رکھو نیز اہل اللہ کی زیارت کو غنیمت جانو۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَبَتْ مَحَبَّتِىْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ رواه مالك وفى رواية الترمذى قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِىْ جَلَالِىْ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَاءُ

(مشکوٰۃ ۴۲۶)

حضرت معاذ بن جبل رض کا بیان ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ حق تعالےٰ فرماتے ہیں۔ میری دوستی ضروری ہوگئی۔ اُن لوگوں کے لیے جو میری خاطر ایک دوسرے کے ساتھ محبت رکھنے والے ہیں اور میری محبت لازم ہے۔ اُن لوگوں کے لیے جو میری خاطر اور میرے ذکر کے لیے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے اور میری خوشی کی خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور محض میرے واسطے ثواب حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں۔ اور ترمذی شریف میں اس طرح کے الفاظ ہیں۔ آں حضرت صلی

وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو لوگ میری عظمت کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں قیامت کے دن ایسے لوگوں کے لیے خاص کر نور کے ممبر ہوں گے۔ جن کو دیکھ کر انبیاء و شہداء بھی تعریف کریں گے کہ خدا تعالیٰ نے اس آسان سے عمل پر ان کو کس قدر اپنے انعام و احسان سے نوازا

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
آں چہ در وہمت نیاید آں دہدؑ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا یَاْکُلْ طَعَامَکَ اِلَّا تَقِیٌّ (مشکوۃ ۴۲۶ بحوالہ ترمذی)

حضرت ابو سعیدؓ کہتے ہیں میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ کا فرمان ہے کہ صحبت (اٹھنا بیٹھنا) نہ رکھیو مگر دین دار کے ساتھ اور چاہیے کہ تیرا کھانا وہی لوگ کھائیں جو متقی اور پرہیزگار ہوں۔

اخیر جملہ کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ تیرا کھانا حلال ذریعے سے کمایا ہوا ہونا چاہیے جس کو متقی اور پرہیزگار لوگ بھی کھا سکیں اور

ؑ۔ آدمی جاں لے کر سو جانیں دیتے ہیں۔ جو چیز تیرے خیال میں بھی نہ آئے وہ دیتے ہیں

اور ایسا کھانا نہ ہونا چاہیے جو اہل تقویٰ اور دین داروں کے کھانے کے قابل نہ ہو (۲) کھانے کی دعوت صرف اُن لوگوں کو دیجئے جو اہل تقویٰ، پرہیزگار اور صالح ہوں۔ چونکہ بے دینوں کے ساتھ اختلاط اور میل جول سے اندیشہ ہے کہ کہیں اُن کی بُری عادتیں اور کمینی صفات تم میں سرایت نہ کر جائیں معلوم ہوا کہ اتنی دیر کی صحبت میں رنگ لے آتی ہے۔

واضح ہو کہ یہ شرط طعام دعوت میں ہے نہ کہ طعام حاجت میں اس لیے کہ حاجت مند اگرچہ کافر بھی ہوں اُن کو کھلانا باعث ثواب ہے۔

عَنْ ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وسلم اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ (مشکوٰۃ بحوالہ مسند احمد و ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ پس ہر کسی کو دیکھ لینا چاہیے۔ کہ کس کو دوست بنا رہا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی کو دوست رکھتا ہے اس کے ہی طور و طریقہ۔ مذہب و اخلاق اور خُوبُو کو اپنا لیتا ہے۔ لہٰذا دوست بنانے سے پہلے خوب اچھی طرح دیکھ لیا کرو کہ کس کو دوست بنا رہے ہو۔ بدعتی ہے۔ یا متبع سنت۔ دین دار ہے یا بے دین۔ موحّد ہے یا مشرک۔

عن عمران بن حِطّانَ قَالَ اَتَیْتُ اَبَاذَرٍّ فَوَجَدْتُہٗ فِی الْمَسْجِدِ مُحْتَبِیًا بِکِسَاءٍ اَسْوَدَ وَحْدَہٗ فَقُلْتُ یَا اَبَاذَرٍّ مَا ھٰذِہِ الْوَحْدَۃُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْوَحْدَۃُ خَیْرٌ مِّنْ جَلِیْسِ السُّوْءِ وَالْجَلِیْسُ الصَّالِحُ خَیْرٌ مِّنَ الْوَحْدَۃِ وَاِمْلَاءُ الْخَیْرِ خَیْرٌ مِّنَ السُّکُوْتِ وَالسُّکُوْتُ خَیْرٌ مِّنْ اِمْلَاءِ الشَّرِّ۔

عمران بن حِطّان کا بیان ہے کہ میں اباذرؓ کے پاس آیا تو دیکھا کہ آپ ایک کالی چادر کی گوٹھ مارے تنہا مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں میں نے کہا ابوذر! یہ اکیلے بیٹھنا اور یکسوئی کیوں؟ یعنی لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر ان کو فائدہ پہونچاتے یا ان سے فائدہ حاصل کرتے۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرماتے تھے تنہا بیٹھے رہنا بہتر ہے برے آدمی کے پاس بیٹھنے سے اور صالح دین دار شخص کے پاس بیٹھنا بہتر ہے تنہا بیٹھنے (اکیلے) سے۔ مراد یہ تھی کہ اب چونکہ نیک صحبت اور دین دار ساتھی مُیسّر نہیں اس لیے تنہا بیٹھا ہوا ہوں اور جب نیک لوگ اہل اللہ اور اہل ذکر کی صحبت میسر ہو جائے گی تو پھر ان کے ساتھ بیٹھ کر کچھ سیکھوں گا یا سکھاؤں گا اور اچھی بات (طلبا

اور درویشوں کو) سکھانا خاموش
رہنے سے زیادہ بہتر ہے ۔ اور
بُری بات پھیلانے سے یہ زیادہ
بہتر ہے کہ خاموش رہے (مشکوٰۃ ۴۱۴ بحوالہ بیہقی)

(۱) تا توانی دور شو از یار بد
یار بد بدتر بود از مار بد
(۲) مار بد تنہا ہمیں بر جاں زند
یار بد بر جان و بر ایماں زند

جہاں تک ممکن ہو بُرے یار سے دور رہو۔ کیونکہ بُرا یار بُرے سانپ سے بھی بد تر ہے۔ اس لیے بُرا سانپ صرف جان پر حملہ کرتا ہے۔ اور بُرا یار جان و ایمان دونوں پر حملہ کرتا ہے۔

حکیم جالی نوس نے لکھا ہے۔ ایک تو بدن کا بخار ہے ایک روح کا۔ مگر روح کا بخار بدن کے بخار کے مقابلے میں زیادہ مہلک اور خطرناک ہے۔ روح کا بخار نا اہلوں اور نالائقوں کی صحبت و ملاقات ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ دین و دنیا کی بربادی اکثر بُری صحبت اور خراب لوگوں کے میل جول کا ہی نتیجہ ہے۔

ع جہاں تک ممکن ہو بُرے دوست سے دور رہو۔ بُرا دوست بُرے سانپ سے زیادہ بُرا ہے۔ بُرا سانپ صرف جان لیتا ہے۔ بُرا دوست جان و ایمان دونوں لے لیتا ہے۔

وفی الاثر ــــ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ جَارِ السُّوْءِ مِنْ صَاحِبِ السُّوْءِ اِنْ رَّاٰی حَسَنَةً دَفَنَھَا وَاِنْ رَّاٰی سَیِّئَةً اَفْشَاھَا ۔

عن ابی ھریرۃؓ قال کنت مَعَ رسولِ اللّٰہِ صلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسَلَّم فقالَ رسولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَعُمُدًا مِّنْ یَاقُوْتٍ عَلَیْھَا غُرَفٌ من زَبَرْجَدٍ لَھَا اَبْوَابٌ مُّفَتَّحَةٌ . تُضِیْءُ کَمَا یُضِیْءُ الْکَوْکَبُ الدُّرِّیُّ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ یَّسْکُنُھَا قَالَ اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ وَالْمُتَجَالِسُوْنَ فِی اللّٰہِ

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا بالیقین جنت میں یاقوت کے بنے ہوئے ستون ہیں اُن ستونوں پر بڑی اونچی منزلیں زبرجد سے بنی ہوئی ہیں اُن منزلوں کے بڑے بڑے کشادہ دروازے ہیں وہ منزلیں ایسی روشن ہوتی ہیں جیسے روشن ستارہ چمکتا اور روشن ہوتا ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اُن منزلوں میں کون لوگ سکونت رکھیں گے ۔ آپؐ نے فرمایا اُن منزلوں میں وہ سکونت رکھیں گے ۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ اللہ کے لیے

ع الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں بُرے پڑوسی اور بُرے ساتھی سے اگر وہ دیکھے بھلائی کو تو دفن کر دے اور اگر دیکھے بُرائی تو سارے میں پھیلا دے

وَالْمُتَلَاقُوْنَ فِی اللّٰہِ

مشکوٰۃ ۴۲۶
بحوالہ بیہقی

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ کَحَامِلِ الْمِسْکِ وَنَافِخِ الْکِیْرِ فَحَامِلُ الْمِسْکِ اِمَّا اَنْ یُّحْذِیَکَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْہُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا طَیِّبَۃً وَنَافِخُ الْکِیْرِ اِمَّا اَنْ یُّحْرِقَ ثِیَابَکَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا خَبِیْثَۃً

محبت رکھتے اور اللہ کے لیے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور خدا کے لیے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے اور میل جول رکھتے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اچھی اور بُری مجلس یا نیک اور بد لوگوں کی صحبت کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص مشک اٹھائے ہوئے ہے دوسرا شخص بھٹی سلگا رہا ہے۔ "حاملِ مشک" نیک آدمی کی مجلس سے یا تو یہ فائدہ ہے کہ وہ پاس بیٹھنے والے کو بغیر قیمت کے مشک دیدے گا یا تو اس سے خرید کرے گا (جیسے کسی اللہ کے بندے کی تم خدمت کروگے۔ اس خدمت کے مقابلے میں تم کو اُس سے فیض حاصل ہوگا) نہیں تو تم کو اس مشک کی خوشبو تو پہونچے گی۔ یہی حال ہے نیک لوگوں کی مجلس میں بیٹھنے کا اگر اُن کا فیض کسی کو نہ پہونچے تو یہ بھی

غنیمت ہے کہ اتنی دیر ان کی صحبت
اور مجلس میں بیٹھ گئے اور ہر قسم کی
برائی سے بچے رہے۔ اور بھٹی کا
سلگانے اور دہکانے والا پایا تو اس
کی بھٹی سے کوئی پتنگا اڑ کر تیرے
کپڑوں کو جلا دیگا نہیں تو تجھ کو
دھوئیں کی بدبو ضرور پہونچے گی

مشکوٰۃ ۴۲۶
بحوالہ
بخاری و مسلم

یعنی تیرا وقت ضائع جائے گا۔ تیری استعداد کے سرمایہ کو برباد کر دے گا اور تیرے لباس تقویٰ کو جلا کر خاک کر دے گا۔ ورنہ دین سے بے ذوقی اور بدحالی ضرور پیدا ہوگی۔

شیخ فرماتے ہیں ؎

پسرِ نوح بابدان بہ نشست — خاندانِ نبوتش گم شد
سگِ اصحاب کہف روزے چند — پئے نیکاں گرفت مردم شد

اور فرماتے ہیں ؎

(۱) گلے خوش بوئے در حمام روزے — رسید از دستِ محبوبے بدستم
(۲) بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری — کہ از بوئے دلاویزے تو مستم
(۳) بگفتا من گلے ناچیز بودم — ولیکن مدتے با گل نشستم
(۴) جمالِ ہم نشین در من اثر کرد — وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ع؎ پسر نوح بروں کے ساتھ بیٹھا۔ اللہ نے اس کو خاندانِ نبوت سے نکال باہر کیا اصحاب کہف کا کتہ کچھ دن نیک لوگوں کے پیچھے رہا اللہ نے اس کو اصحاب کہف میں شمار کیا۔

ترجمہ۔ ۱۔ ایک روز مجھے اپنے دوست کے ہاتھ سے خوشبودار مٹی ملی۔

۲۔ میں نے اس مٹی سے خطاب کیا۔ تو مشک ہے یا عنبر کہ میں تیری دل آویز خوشبو سے بے خود ہو رہا ہوں۔

۳۔ اس نے جواب دیا۔ حقیقت میں تو میں ناچیز مٹی ہوں۔ البتہ کچھ وقت تک ایک پھول کے ساتھ رہی ہوں

۴۔ میرے ہمنشین پھول نے اپنی خوشبو کی دل نواز تاثیر سے مجھے بھی خوشبودار بنا دیا — ورنہ میں دوسری مٹی کی طرح کی ایک مٹی ہی ہوں۔

نماز

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے حاتم اصمؒ سے عرض کیا کہ آپ نماز کس طرح ادا فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا جب نماز کا وقت آتا ہے تو میں ایک وضو ظاہری کرتا ہوں اور ایک باطنی۔ ظاہری وضو پانی سے ہوتا ہے اور باطنی وضو توبہ سے پھر مسجد میں آتا ہوں۔

نماز ایک ایسا عمل ہے جس میں مرید ابتدا سے انتہا تک خدا کا راستہ پاتا ہے۔ نماز میں اس کے مقامات منکشف ہوتے ہیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

قُرَّۃُ عَیۡنِیۡ فِی الصَّلٰوۃ —— میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ یعنی مجھے اپنی ہر خوشی نماز ہی میں ملتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ پچھلے زمانے کے بزرگ اپنے مریدوں کو دن رات میں ۴۰۰ سو رکعت نماز پڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ تاکہ جسم وروح کو نماز کی عادت پڑ جائے۔

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے لئے بلایا گیا۔ اور آپؐ کو قرب الٰہی کے خاص محل میں پہونچایا گیا تو آپؐ کا نفس مبارک ہر طرح کی دنیوی قیود سے آزاد ہوا۔ آپؐ اس مقام پر پہونچے جہاں آپؐ کا نفس دل کے درجے کو پہونچ گیا۔ دل جان کے درجے پر اور جان عقل کے محل میں پہونچی اور عقل سارے عالم کے جملہ علائق سے بے تعلق ہوگئی تو

اُس وقت آپ نے عرض کیا کہ الٰہی مجھے اس عالم قدس اور عالم لاہوت میں لاکر دوبارہ اُس علائق نفسانی اور مصائب کے گھر یعنی دنیا میں نہ پہونچا، دوبارہ طبیعت کی قیود میں نہ ڈال۔ بارگاہ الٰہی سے فرمان آیا ہمارا حکم آپ کو دنیا ہی میں واپس کرنے کا ہے۔ وہاں جاکر آپ ہماری شریعت اپنے اسوۂ حسنہ اور تبلیغی کوششوں سے قائم کریں۔ جو کچھ ہم نے آپ کو یہاں بلاکر دیا ہے۔ وہی کچھ آپ کو وہاں بھی ملے گا۔ چنانچہ جب آپ یہاں واپس تشریف لائے تو جس وقت آپؐ کا دل مبارک مقامِ معلّی اور معراج کی روحانی واردات وکیفیات کا مشتاق ہوتا تو آپؐ فرماتے:۔

يَا بِلَالُ اَرِحْنَا بِالصَّلٰوةِ — بلال! نماز سے ہماری روح کو راحت پہونچاؤ

پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر نماز بمنزلہ معراج ہوتی اور نماز میں آپؐ معراج شریف کی تمام روحانی لذتیں حاصل فرماتے آپؐ کی جان نماز میں ہوتی۔ آپؐ کا دل نیاز میں۔ آپ کا سر راز میں اور آپؐ کا بدن گداز میں ہوتا یہاں تک کہ قرب الٰہی کے باعث آپؐ کی نماز آپؐ کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بن جاتی۔

قُرَّةُ عَيْنِىْ فِى الصَّلٰوةِ

آپؐ کا جسمِ مبارک ناسوت میں ہوتا اور آپؐ کی روح مبارک عالمِ ملکوت میں ہوتی آپؐ کا بدن انسانی ہوتا لیکن آپؐ کی روح محبت واُنس کے ملکوتی محل میں ہوتی۔

حضرت سہیل بن عبداللہ فرماتے ہیں کسی شخص کے صاحب صدق ہونے کی یہ علامت ہے کہ خدا تعالےٰ فرشتوں کو اس کا مطیع اور خیر خواہ بنا

دیتے ہیں۔ مثلاً جب نماز کا وقت آجائے اور وہ سوتا ہوا ہو تو فرشتہ اس کو جگا دیتا ہے۔ اور اسی طرح تمام دوسرے نیک اعمال میں اس کا معین و مددگار ہوتا ہے۔

حضرت حسین بن منصور رحمۃ اللہ علیہ رات دن میں چار سو رکعتوں سے زائد نماز پڑھتے تھے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ جس درجے میں آپ ہیں آپ کو اس قدر تکلیف اور مشقت اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا تکلیف و راحت کا یہ فرق آپ لوگوں کے لیے ہے۔ نماز اور عبادت میں خواہ وہ کتنی ہو راحت ہی راحت ہے۔ دیکھنا کاہلی کا نام بزرگی اور حرص و ہوس کا نام طلب نہ رکھ لینا۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ جب بوڑھے ہو گئے تو اس وقت بھی جوانی کے تمام وظائف و اعمال پورے فرماتے تھے۔ مریدوں نے عرض کیا حضرت! آپ بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ اپنے معمولات میں تخفیف فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا یہ وہ وظائف ہیں جن کی بدولت میں اس درجے پر پہونچا ہوں۔ پس ناممکن ہے کہ انتہا میں میں انہیں چھوڑ دوں اور ان سے لاپروائی برتوں۔

ع: میرے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فالج پڑ گیا تھا۔ جب صحتیاب ہوئے اپنے معمول کے مطابق قرآن شریف کی تلاوت بکثرت کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا۔ ابا جی۔ آپ کو فالج کا حملہ ہو چکا ہے یہ دماغی مرض ہے۔ آپ اتنی تلاوت نہ کیا کریں کہیں دماغ میں کمزوری لاحق ہو کر دوبارہ حملہ نہ ہو جائے میری درخواست پر خاموش ہو جاتے اور اپنے معمول میں مشغول رہتے میں بار بار عرض کرتا۔ اور ہر مرتبہ خاموش ہو جاتے۔ آخر ایک دن فرمایا۔ بھائی۔ قرآن شریف کی تلاوت سے دماغ کمزور نہیں ہوتا (انشاء اللہ)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بچپن میں ایک عورت کو دیکھا جو بڑی عابدہ تھیں۔ کہ نماز کی حالت میں بچھو نے ان کو چالیس مرتبہ ڈنک مارا لیکن انہیں کسی قسم کی بے چینی نہیں ہوئی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوگئیں تو میں نے کہا اماں! تم نے اس بچھو کو اپنے سے دور نہ کر دیا؟ انھوں نے کہا بیٹا! تو ابھی بچہ ہے۔ ان باتوں کو تو سمجھ نہیں سکتا۔ جب میں خدا کے کام لگی ہوئی تھی تو اس حالت میں اپنا کام کیوں شروع کرتی

ایک شیخ فرماتے ہیں میں نے چالیس سال سفر کیا اور دورانِ سفر کوئی نماز جماعت کے بغیر نہیں پڑھی۔ ہر جمعہ کو میں کسی قصبہ میں ہوتا تھا۔ ک م ۲۶۸

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز کی صورت اور اس کا قالب تو ایک ظاہر چیز ہے۔ اس صورت کی ایک حقیقت ہے اور وہی اس کی روح ہے۔ روح نماز کی اصل "خشوع اور حملہ نماز میں دل کی حضوری ہے۔ کیونکہ نماز کا یہ مقصد ہے کہ دل کو اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کو ہیبت و تعظیم کے طریق سے تازہ کیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے فرمایا اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے لوگ ہیں جن کے نصیب میں سوائے رنج و مصیبت کے کچھ نہیں" یہ وہ ہیں جو قالب سے تو نماز ادا کرتے ہیں لیکن دل سے غافل رہتے ہیں۔ اور فرمایا کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کی نماز

چھٹے یا دسویں حصے سے زیادہ نہیں لکھی جاتی اور اسی قدر لکھی جاتی ہے جتنا کہ وہ دل سے حاضر رہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم یوں تو ہم سے باتیں کیا کرتے تھے اور ہم ان سے۔ لیکن جوں ہی نماز کا وقت آجاتا تو آپؐ ایسے ہو جاتے جیسے ہم سے شناسائی ہی نہیں ہے۔ آپؐ اُس وقت اللہ تعالےٰ کی عظمت میں محو ہو جاتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس نماز میں دل حاضر نہ ہو اللہ تعالیٰ اُسے دیکھتے بھی نہیں۔ حضرت خلیل علیہ السلام نماز پڑھتے۔ تو لوگ ان کے دل کا جوش کانوں سے سنتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں مشغول ہوتے تو آپؐ کا دل یوں جوش مارتا جیسے پانی سے بھری ہوئی تانبے کی دیگ آگ پر جوش مارتی اور آواز کرتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ کے چہرے کا رنگ مُتغیّر ہو جاتا اور فرماتے کہ امانت کا وہ وقت آگیا جو ساتوں آسمانوں اور زمین پر رکھی گئی تو وہ اس کے مُتحمّل نہ ہو سکے۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز میں خشوع کرنے والا نہ ہو اس کی نماز درست نہیں ہوتی۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نماز میں دل حاضر نہ ہو وہ عذاب کے قریب ہوتی ہے

اعمالِ نماز اور ان کی حقیقت روح کے بیان میں فرماتے ہیں کہ ——— جب تو اذان سنے تو اس طرف متوجہ ہو۔ جس کام میں

مشغول ہو اسے چھوڑ دے۔ اس منادی سے روز قیامت کی آواز یاد کر اور جان کہ جو کوئی اس فرمان کی آواز پر دوڑے گا وہ روزِ قیامت کی منادی سے بشارت پائے گا۔ اگر اپنے دل کو خوشی اور رغبت سے اس منادی پر مائل دیکھے گا تو وہ قیامت کی منادی سے بھی اسی طرح خوش ہوگا

——— طہارت۔ جان کہ طہارت جامہ و پوست کی پاکی اور غلاف کے پوست کی پاکی ہے۔ اس طہارت کی روح دل کی توجہ اور پشیمانی کے ساتھ پاک کرنا ہے اور اخلاق ناپسندیدہ سے دور رکھنا ہے۔ کیونکہ دل اللہ تعالٰے کے نظارہ کی جگہ ہے اور حقیقت نماز کی جگہ ہے لیکن جسم صورت نماز کی جگہ ہے۔

——— ستر چھپانا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تیرے ظاہری جسم پر جو چیز ناپسندیدہ ہے اس کو مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رکھ۔ لیکن اس کی روح اور اس کا راز یہ ہے کہ تیرے باطن میں جو کچھ ناپسندیدہ ہے اس کو اللہ تعالٰے کی نظروں سے پوشیدہ رکھ اور جان لے کہ اللہ تعالٰے سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں کی جاسکتی۔ پس باطن کو اس سے پاک رکھ۔

——— قبلہ رُو ہونا۔ ظاہر میں تُو منہ کو سب طرف سے ہٹا کر ایک طرف کر لینا ہے لیکن اس کا راز یہ ہے کہ دل کا منہ دونوں جہان کی چیزوں سے پھیر لے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جا۔ جیسا کہ قبلہ ظاہر ایک ہے اسی طرح دل کا قبلہ

بھی ہوتا ہے اور وہ حق تعالےٰ سے دل کو مختلف خیالات کی وادی میں لے جانا ایسا ہے جیسا کہ منہ کو قبلہ سے ادھر ادھر پھیرنا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز میں کھڑا ہو اور اس کی خواہشات۔ منہ اور دل، تینوں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں تو وہ نمازی ایسا ہو جاتا ہے۔ جیسے ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہے یعنی تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔" جیسا کہ قبلہ کی طرف سے منہ کا دوسری طرف پھیر لینا نماز کو باطل کر دیتا ہے ایسا ہی دل کا منہ اللہ تعالےٰ سے پھیر لینا اور دوسرے خیالات کی طرف لے جانا نماز کی روح اور حقیقت کو باطل کر دیتا ہے۔

——— قیام۔ اس کا ظاہر یہ ہے کہ کوئی شخص غلاموں کی طرح سر نیچا کئے۔ اللہ تعالےٰ کے حضور میں کھڑا رہے۔ اور اس کا راز یہ ہے کہ دل کو تمام حرکات سے ہٹا لے اور تعظیم و انکسار کی حالت سے ایستادہ رہے۔ اور چاہیے کہ اس وقت اپنا کھڑا ہونا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا سمجھے۔ جب کہ اس کے تمام راز ظاہر ہوں گے اور اس کو دکھلائے جائیں گے۔ اس تعظیم کی بدولت ہی صحابہ رضؓ کا ایک گروہ نماز میں ایسا ساکت رہتا تھا کہ جانور اُن سے نہ بھاگتے تھے اور گمان کرتے تھے کہ یہ پتھر ہیں۔

——— رکوع و سجود۔ ان کا ظاہر تو یہ ہے کہ بدن سے فروتنی کرے اور اس کا مقصد دل کی عاجزی ہے۔ جو شخص

پہ جانے کہ زمین پر منہ رکھنا اپنے عزیز ترین اعضاء کا خاک پر رکھنا ہے جس سے زیادہ کوئی ذلیل چیز نہیں ہے وہ جان لے کہ اس کی اصل خاک ہے اور اس کو خاک کی طرف رجوع کرنا ہے اور یوں اپنی عاجزی اور ناکسی کو پہچانے اور ایسا ہی ہر کام میں ایک راز و حقیقت ہے جب اس سے غافل ہوگا تو سوائے صورتِ نماز کے اُسے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

دل کی غفلت کا علاج

نماز میں دل دو وجہ سے غافل ہوتا ہے ایک ظاہری اور ایک باطنی ظاہری وجہ تو یہ ہے کہ جہاں نماز پڑھے وہاں کوئی چیز دکھائی یا سنائی دیتی ہو جس میں دل مشغول ہو جائے اور کان اور آنکھ کے تابع ہو جائے اس کا علاج یہ ہے کہ نماز (نوافل) خلوت میں ادا کرے جہاں کوئی آواز سنائی نہ دے۔ اگر اندھیری جگہ ہو تو بہتر ہے یا آنکھ بند کرے۔ اکثر عابدوں نے نماز کے لیے تنگ و تاریک گھر بنایا ہوا ہے کہ فراخ جگہ میں دل پراگندہ ہوتا ہے۔

دوسرا سبب باطنی ہے جس سے خیالات پراگندہ ہو جاتے ہیں اس کی دو وجوہات ہیں:۔

اول یہ کہ دل کسی کام میں مشغول ہو۔ اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے اس کام کو ختم کرے اور دل کو اس سے فارغ کرکے پھر نماز ادا کرے۔ اسی لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا حَضَرَ الْعِشَاءُ وَ جب کھانا اور نماز ایک وقت

اَلْعَشَاءُ فَابْدَؤُ بِالْعَشَاءِ   پر آجائیں تو پہلے کھانا کھالو

ایسا ہی اگر کوئی اور بات کرنی ہو تو پہلے بات کرے اور دل کو اس اندیشہ سے خالی کرے۔

دوسرے ایسا اندیشہ جو ایک گھڑی میں ختم نہ ہو یا خود خیالات پراگندہ ہوں جو عادت کی وجہ سے دل پر غالب ہوگئے ہوں تو ان کا علاج یہ ہے کہ دل کو ذکر و قرآن خوانی میں لگائے اور اس کے معانی پر غور کرے۔ اگر خواہش خیالات زبردست ہوں تو اس طرح دفع نہ ہوگی بلکہ پہلے مسہل ضروری ہوگا جو مادۂ مرض کو اندر سے نکالے۔ اور اس کا مسہل یہ ہے کہ اُس چیز کو ترک کردے جس سے اندیشہ پیدا ہوتا ہے تاکہ رہائی حاصل ہو۔ اگر وہ ایسا نہیں کرسکتا تو ہرگز اس اندیشہ سے نجات نہ ہوگی اور اس کی نماز خطراتِ نفسانی سے ملی رہے گی۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص درخت کے نیچے بیٹھے اور چاہے کہ میں جانوروں کی آوازیں نہ سنوں۔ ایک لکڑی پکڑ کر اُن کو اُڑائے لیکن وہ جلد ہی پھر واپس آجائیں۔ اگر ان سے بالکلیہ نجات حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کا علاج درخت کو جڑ سے اُکھاڑ دینا ہے کیونکہ جب تک درخت ہے جانوروں کا نشیمن بھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خوب صورت اور منقش جامہ جو بطور ہدیہ آپؐ کے پاس لایا گیا تھا، اُتار کر اُس کے مالک کو واپس بھجوا دیا۔ اور وہی پرانا لباس پہن لیا۔ کیونکہ نماز کے دوران آپؐ کی نگاہ اس کی خوبصورتی پر جا پڑی تھی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے

نخلستان میں نماز پڑھتے تھے۔ آپ نے ایک خوبصورت جانور دیکھا
کہ درختوں کے درمیان اُڑتا تھا اور اُسے راستہ نہیں ملتا تھا۔
ان کا دل اس کی طرف مشغول ہوا اور بھول گئے کہ کتنی رکعتیں
ادا کی ہیں۔ پس آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہوئے اور اپنے دل کا شکوہ کیا اور سارا نخلستان اس کے
کفارہ میں صدقہ کر دیا۔ غرض جب نماز سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر دل
پر غالب نہ ہو تو نماز میں بھی حاضر نہیں ہوتا اور جو اندیشے دل
میں راہ پاتے ہونگے۔ نماز کے وقت بھی دل اُن سے خالی نہ ہو گا۔
جو شخص حضور دل سے نماز پڑھنا چاہے دنیا کے مشغلوں کو اپنے
دل سے دور کرے اور دنیا سے بقدر حاجت پر قناعت کرے اور اس
کا مقصد عبادت میں دل کی فراغت ہو۔

اکسیر ہدایت ۹۲ تا ۹۰

محبّت

قَالَ اللہ تعالیٰ
فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ
یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ

۵ - ۵۴

یعنی اے ایمان والو! جو بھی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا - تو اللہ تعالیٰ عن قریب ہی ایک ایسی قوم لے آئے گا جس سے اللہ محبت رکھے گا اور وہ اللہ سے محبت رکھیں گے

اپنی محبت کے مستحقین کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن میں جابجا فرمایا ہے :-

(۱) وہ جن کا شیوہ احسان ہے - اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (پ ۲ - آیت ۱۹۵)

(۲) وہ جو بار بار توبہ کرنے والے اور کمال پاکیزگی کو حاصل کرنے والے ہیں - اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ (پ ۲ - آیت - ۲۲۲)

(۳) وہ جن کا نصب العین کمالِ اتباع پیغمبر ہوتا ہے -
قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (پ ۳ - آیت ۳۱)

(۴) وہ جنہوں نے پرہیزگاری کو اپنا شعار بنا لیا ہے فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ (پ ۴ - آیت - ۷۶)

(۵) وہ جو صبر کو کبھی ہاتھ سے نہیں دیتے - وَاللّٰہُ یُحِبُّ

الصّٰبِرِیْنَ (پ۴ - آیت ۱۴۶)

(۶) وہ جن کا بھروسہ کبھی غیر اللہ پر نہیں ہوتا۔ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ (پ۴ - آیت ۱۵۹)

(۷) وہ جو ہمیشہ عدل و انصاف کرتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (پ۶ - آیت ۱۴۲)

(۸) وہ جو اُس کی راہ میں جان توڑ کر لڑتے ہیں - اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ۔

اسی طرح اُس نے اپنی کتاب پاک میں اُن لوگوں کا ذکر بھی جگہ جگہ فرمایا ہے جو اُس کی محبت کے مستحق نہیں ہیں:۔

(۱) وہ جو ناشکرے اور گناہ گار ہیں۔ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ (پ۳ - آیت ۲۷۶)

(۲) وہ جو ظلم و جور کے عادی بن چکے ہیں۔ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ

(۳) وہ جو اترانے والے اور فخر کرنے والے ہیں - اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (پ۵ - آیت ۳۶)

(۴) وہ جن کی گھٹی میں دغا و فریب ہے اور وہ ایسے گناہ کرنے کے عادی ہو چکے ہیں - اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًا

(۵) وہ جو فساد پھیلاتے پھرتے ہیں — اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ - (پ۶ - آیت ۶۴)

(۶) وہ جو اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں کو پھلانگنے کے عادی ہو چکے

ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (پ ۔ آیت ۸۷)

(۷) وہ جو فضول بے کار اور بے جا خرچ کرتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ (پ ۔ آیت ۱۴۱)

(۸) وہ جو دغابازی اور دھوکہ بازی کرتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَائِنِیْنَ (پ ۔ آیت ۵۸)

(۹) وہ جو اپنی بڑائی کا اظہار کرتے پھرتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ

الاحادیث

(۱) عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِیْلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّہٗ قَالَ فَیُحِبُّہٗ جِبْرَئِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِی السَّمَاءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ (رواہ مسلم)

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق اللہ تعالیٰ جب دوست رکھتا ہے کسی بندے کو تو پکارتا ہے جبرئیل کو اور وہ فرماتا ہے کہ تحقیق میں دوست رکھتا ہوں فلانے کو پس دوست رکھو تم اس کو پس دوست رکھتے ہیں اُس کو اہل آسمان۔ پھر رکھی جاتی ہے واسطے اُس کے قبولیت زمین میں

(۲) عَنْ اَبِیْ رَزِیْنٍ

روایت ہے ابی رزین رضؓ سے کہ

اَنَّهٗ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى مِلَاكِ هٰذَا الْاَمْرِ الَّذِيْ تُصِيْبُ بِهٖ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ عَلَيْكَ بِمَجَالِسِ اَهْلِ الذِّكْرِ وَاِذَا خَلَوْتَ فَحَرِّكْ لِسَانَكَ مَا اسْتَطَعْتَ بِذِكْرِ اللّٰهِ وَاَحِبَّ فِي اللّٰهِ وَاَبْغِضْ فِي اللّٰهِ يَا اَبَا رَزِيْنٍ هَلْ شَعَرْتَ اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ زَائِرًا اَخَاهُ شَيَّعَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ كُلُّهُمْ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّهٗ وَصَلَ فِيْكَ فَصِلْهُ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُعْمِلَ جَسَدَكَ فِيْ ذٰلِكَ فَافْعَلْ

(رواہ بیہقی فی شعب الایمان)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے کہ آیا نہ آگاہ کروں میں تجھ کو اوپر امر دین کی جڑ کے کہ پہونچے تُو بہ سبب اس کے دنیا اور آخرت کی بھلائی کو۔ لازم کر اپنے اوپر بیٹھنا اہل ذکر کی مجلسوں میں اور جب تنہا بیٹھے تُو جہاں تک ہوسکے ذکر اللہ کے ساتھ اپنی زبان ہلاتا رہ اور دوست رکھ واسطے اللہ کے اور دشمنی رکھ واسطے اللہ کے۔ اے ابورزین! کیا تجھے معلوم ہے کہ جب آدمی اپنے گھر سے اپنے مسلمان بھائی کی ملاقات کے ارادہ سے نکلتا ہے ستر ہزار فرشتے پیچھے پیچھے اُس کے ہو لیتے ہیں سب کے سب دعا کرتے ہیں اُس کے لئے اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تحقیق اس شخص نے ملاپ کیا تیرے واسطے پس ملا اس کو اپنی رحمت اور مغفرت کے ساتھ۔ پس اگر تو طاقت رکھے کہ اس کام میں اپنے بدن کو لگا سکے تو لگا۔

(۳) عَنْ معاذ بن جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَ الْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ

(رواہ مالکؒ)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہا کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ لازم ہو گئی محبت میری واسطے محبت کرنے والوں کے آپس میں بسبب میرے اور واسطے بیٹھنے والوں کے بسبب میرے اور واسطے ملاقات کرنے والوں کے میری رضا کے لیے اور میری خاطر مال خرچ کرنے والوں کے لیے۔

(۴) عن عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ لَأُنَاسًا مَا هُمْ بِأَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَغْبِطُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللّٰہِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق بندگان خدا سے البتہ کچھ لوگ ہیں، کہ نہیں ہیں وہ نبی اور شہید۔ رشک لے جائیں گے اُن پر انبیاء اور شہدا قیامت کے دن بہ سبب اُن کے مرتبہ کے جو وہ خدا کے ساتھ رکھیں گے۔ عرض کیا صحابہ نے یا رسول اللہ! خبر دیجئے ہم کو کہ وہ کون ہوں گے۔ فرمایا کہ وہ وہ

بِرُوْحِ اللّٰهِ عَلٰی غَیْرِ	لوگ ہیں جو محبت رکھتے ہیں آپس
اَرْحَامٍ بَیْنَهُمْ وَلَا	میں خدا کے لئے ۔ اُن کے درمیان
اَمْوَالٍ یَتَعَاطَوْنَهَا	کوئی رشتہ نہ ہوگا اور نہ یہ کہ اُن
فَوَاللّٰهِ اِنَّ وُجُوْهَهُمْ	کی آپس میں اموال کی لین دین ہوگی
لَنُوْرٌ وَّاِنَّهُمْ لَعَلٰی	پس قسم ہے اللہ کی کہ ان کے
نُوْرٍ لَا یَخَافُوْنَ اِذَا	چہرے البتہ نورانی ہوں گے اور
خَافَ النَّاسُ وَلَا	وہ نور کے منبروں پر ہوں گے
یَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ	نہ ڈریں گے کہ جس وقت ڈریں گے
النَّاسُ قَرَأَ هٰذِهِ	لوگ اور نہ غمگین ہوں گے جب
الْاٰیَةَ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ	غمگین ہوں گے لوگ اور پڑھی یہ
اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ	آیت "خبردار رہو تحقیق اللہ کے
وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ	دوست نہ ہوگا ڈر اُن پر اور نہ
(رواہ ابوداؤد)	وہ غمگین ہوں گے ۔

پس معلوم ہوا کہ جس طرح بندے اللہ تعالےٰ سے محبت رکھتے ہیں اللہ تعالےٰ بھی بندوں سے محبت رکھتے ہیں ۔ البتہ اللہ تعالےٰ کی محبت اور بندوں کی محبت کی نوعیتوں میں فرق ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندے کو وسیع نعمتیں عطا فرمائیں اور اُسے دنیا و آخرت میں عزت و آبرو ۔ خوش حالی اور ثواب عطا فرمائیں اور اپنے عذاب سے اس کو محفوظ فرمائیں ۔ اسے گناہوں سے

ع المراد بروح اللہ ۔ القرآن کما قال اللہ تعالیٰ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۱۲ انصاری

بچا کر بلند احوال و مقامات سے سرفراز فرمائیں۔ شرک اور اس کے جملہ مُتعَلِّقات سے اس کی حفاظت فرمائیں اور عنایات ازلی سے اس کو مالامال فرمائیں۔ جب اللہ تبارک و تعالےٰ اپنے بندے کو ان عطایاؤ سے مشرف فرماتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کا اپنے بندے کے بارے میں یہ خاص "ارادہ محبت" کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔

حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت حارث محاسبیؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔

اور اُس محبت کے عنوانات جو ایک بندے کو خاص اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے یہ ہیں کہ وہ اس کی ذات اور اس کی صفات میں کسی کو شریک نہ ٹھیرائے۔ اس کے جملہ اوامر و احکام کی تعمیل و اطاعت کرے۔ اس کی فرمائی ہوئی تمام مَنْہِیَّاتْ سے باز رہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے معنی میں تعظیم و احترام کا خاص تقاضا کرتی ہے۔ اور چاہتی ہے کہ بندہ کی توجہ اور محویت ذات حق کے لئے خاص ہو جائے اس کے ذکر و فکر کی عادت کرے اور غیر اللہ کے ذکر سے اسے کوئی علاقہ نہ رہے پھر یہ کہ ایسا بھی کبھی نہ ہو کہ اس کے نزدیک خالق کی محبت مخلوق کی محبت کے ہم پلہ ہو جائے۔ حق تعالیٰ کے عاشق صرف اسی کے عشق میں محو رہتے ہیں۔ اور محبت کو صرف اسی کے لیے خاص رکھتے ہوئے اس کے قرب و وصل کی راحت طلب کرنے والے ہوتے ہیں۔ ک م" ص ۲۶۹-۲۷۰

حضرت ابو القاسم قشیریؒ فرماتے ہیں کہ محبت یہ ہے کہ اپنے

محبوب کی ذات کے اثبات کے لیے اپنی صفات بشری اور اپنی تمام خواہشات کو نیست ونابود کردے۔ یعنی مُحِب اپنی محویّت تامہ سے خود تو فانی ہو جائے لیکن محبوب باقی رہ جائے یہ خواص و اولیاء کا مقام ہے۔

حضرت یحییٰ معاذ رازیؒ فرماتے ہیں حقیقی محبت وہ ہے کہ نہ تو جوروجفا اس میں کوئی کمی پیدا کر سکیں اور نہ رحم وکرم اس کے لیے کسی ترقی کا موجب بن سکیں۔ یعنی سچی محبت کسی قسم کے سلوک اور حالات کے تابع نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ وہ ہمیشہ ایک ہی معیار پر قائم رہتی ہے ک م ص ۲۷۳

حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں کہ محبت یہ ہے کہ محبوب کے احترام میں اس کی مَنہیّات سے ہمیشہ بچتا رہے اور اس کے اوامر و احکام کی کامل طور پر اطاعت کرے۔ اس لیے کہ جب دوست کی محبت دل میں قوی ہوتی ہے اور دوست کے فرمان کی اطاعت دوست پر آسان ہو جاتی ہے۔

حضرت سمنون محب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ سے محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اللہ کے نیک بندوں کی محبت اختیار کریں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ — آدمی کا حشر اُسی شخص کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ دنیا میں محبت رکھتا تھا۔

پس اللہ تعالیٰ کے محب وہ ہیں جو دنیا و آخرت میں اللہ والوں کی معیت اختیار کیے ہوئے ہوتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ میں خدا سے محبت کرتا ہوں اور اپنے بھائی سے نفرت کرتا ہے تو وہ جھوٹا اور مکار ہے۔ کیونکہ جب وہ آنکھوں سے نظر آنے والے انسانوں سے بُرا سلوک کرتا ہے تو وہ نادیدہ خدا کے ساتھ کس طرح محبت کرسکتا ہے اصل میں مخلوق کی محبت ہی خالق کی محبت ہے

نیز فرمایا کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لیے دعا مانگو کیونکہ خداوند کریم اپنے سورج کو نیک و بد دونوں پر چمکاتا اور راست باز اور بدکار دونوں پر مینہ برساتا ہے نیز فرمایا کہ خدا کے ساتھ اپنے سارے دل۔ اپنی ساری جان، اپنی ساری طاقت اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ اور انسانوں سے اپنے برابر محبت رکھ۔

آپ کثیر التبسم اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کثیر البُکاء تھے۔ ایک دفعہ حضرت یحییٰ نے آپ سے فرمایا کہ آپ کو قہر خداوندی سے اس قدر بے خوف نہ ہو جانا چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کو رحمت خداوندی سے اس قدر نا امید بھی نہ ہونا چاہئیے کہ ہر وقت روتے ہی رہو۔

آپ سے جب احوال پُرسی کی جاتی کہ کیسے ہو تو فرماتے جس چیز میں میرا فائدہ ہے اس پر میرا قابو نہیں۔ جس چیز میں میرا نقصان ہے اس کو اپنے سے دور نہیں کر سکتا۔ میرا کام دوسرے

کے ہاتھ میں ہے۔ اور میں اپنے سے زیادہ کسی کو محتاج اور بیچارہ نہیں پاتا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اخلاص یہ ہے۔ کہ اعمال کا عوض نہ چاہے۔ دنیا کو آخرت کے لیے اور آخرت کو اللہ کے لیے چھوڑ دے۔

نیز فرمایا کہ بندے کے اندر جب کسی زینت دنیا سے عُجب آجاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کو دشمن رکھتا ہے یہاں تک کہ وہ اس زینت سے جدا نہ ہو جائے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تعجب ہے اُس شخص پر جو اللہ کو حق جانتا ہے اور پھر غیروں کا ذکر کرتا اور اُن پر بھروسہ کرتا ہے

نیز فرمایا مُحِبُّ اللہ کو تنہائی عزیز ہوتی ہے

نیز فرمایا کہ جنت میں رونا عجیب ہے اور دنیا کے اندر ہنسنا عجیب تر ہے۔

اور فرمایا کہ جس شخص کو سال بھر تک کوئی تکلیف یا رنج نہ پہونچے پس وہ جان لے کہ میرا رب مجھ سے ناراض ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو شخص خدا تعالےٰ کو بھول جاتا ہے خدا تعالےٰ اُس کو اپنی جان بھی بُھلا دیتا ہے

نیز فرمایا کہ دوستی کا حال اپنے دلوں سے پوچھا کرو کیونکہ یہ ایسے گواہ ہیں جو کسی سے رشوت نہیں لیتے

نیز فرمایا کہ خدائے تعالےٰ کے راضی ہونے کی علامت یہ ہے

کہ بندہ خود کو اس کی تقدیر پر راضی پائے۔

اور فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اُسے یہ توفیق بخشتا ہے کہ وہ زمانے کے عبرتناک واقعات سے عبرت حاصل کرے۔

اور فرمایا جس شخص نے بندوں کا شکریہ ادا نہیں کیا وہ خدائے تعالےٰ کے شکر سے بھی عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

جو خدا سے واقف ہو جاتا ہے وہ مخلوق کے سامنے متواضع ہوجاتا ہے جس نے مخلوق سے کچھ مانگا وہ خالق کے دروازہ سے اندھا ہے اللہ کی اطاعت قلب سے ہوتی ہے قالب سے نہیں۔

رضائے خالق کے خواہش مندو! مخلوق کی اذیتوں پر صبر اختیار کرو۔

فرمایا تم مشغول ہو ایسی چیز کے جمع کرنے میں جس کو کھا نہ سکوگے آرزو رکھتے ہو ایسی چیزوں کی جن کو پا نہ سکوگے۔تعمیر کرتے ہو ایسے مکان جن میں بس نہ سکوگے۔ یہ ساری چیزیں تم کو تمہارے رب کے مقام سے محجوب کر رہی ہیں۔

اگر محبتِ دنیا کے سوا ہمارا اور کوئی بھی گناہ نہ ہو تب بھی ہم مستحق دوزخ ہیں۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی محبت یہ ہے کہ دنیا و آخرت دونوں کو دوست نہ رکھے۔

نیز فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مقبول شخص

یعنی مخلوق کی اذیتیں جھیلے اور اپنی گراوٹ کا ثبوت نہ دے

وہ ہے جو بارِ خلق کھینچے اور خود اچھے اخلاق رکھے۔

فرمایا۔ جیسا تم خدا کو کل کے لیے چاہتے ہو تم آج اُس کے لیے ویسے ہی بن جاؤ۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

حق تعالیٰ جب کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اُس پر حُسن عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

نیز فرمایا محبت ایک ایسی چیز ہے جو سیکھنے اور کسی کے بتانے کی نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تیرا کوئی دوست ہو تو اس کی محبت کا اندازہ اُس سے نہ پوچھ بلکہ اپنے دل سے پوچھ کیونکہ جو تیرے دل میں ہوگا ویسا ہی اس کے دل میں ہوگا۔

حضرت ربیع بن خیثم رح جب عید الاضحیٰ میں قربانی کرتے تو فرماتے تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم اگر مجھے معلوم ہو کہ تیری خوشنودی اپنے کو ذبح کرنے میں ہے تو میں اپنی قربانی دوں۔

(مخزنِ اخلاق ۵۳ تا ۲۴۸)

الغرض ہر وہ شخص جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت میں محو اور شاد کام ہے ہر بلاء ومصیبت کو نہ صرف یہ کہ خوشی سے برداشت کرتا ہے بلکہ وہ اپنے ہر ابتلاء کے اندر اپنے خالق ومالک کی جانب سے لطیف اشارات پاتا ہے اور وہ اپنی اس خوشی میں کہ میں اس کی یاد میں موجود ہوں اپنی مادی مصیبتوں کی تلخیاں بھول جاتا ہے۔

ایک عارف نے کہا ہے ؎

(۱) فرعون را نہ دادیم اے دوست دردِ سَر
زیرا کہ او نداشت سِر دردہائے ما

شَدّاد را بہ نعمتِ چندیں سپردہ ایم
زاں کہ بہشت آورد اندر سرائے ما

بے گانہ را چہ کار بود از بلائے غم
آں را رسد کہ خاص بود آشنائے ما

ما پروریم دشمن و ما مے کُشیم دوست
کس را رسد نہ چون و چرا در قضائے ما

(۱) فرعون کو ہم نے دردِ سر کی تکلیف اس لیے نہیں دی کہ وہ ہماری دردوں کے بھید کی حقیقت سے نابلد تھا۔

(۲) ہم نے شداد کو اس قدر دولت بخشی کہ اس نے اس کے ذریعہ ہماری سرائے میں بہشت بنا ڈالی۔

(۳) جو ہمارے نہیں ہیں اُن کو بلاؤں اور غموں سے کیا واسطہ کیونکہ بلائیں اور مصیبتیں تو ان کو پہونچتی ہیں جو ہمارے خاص دوست ہیں

(۴) ہم دشمنوں کو عیش عشرت کی زندگی دیتے ہیں اور اپنے دوستوں کو مصیبتوں اور تکلیفوں کے ساتھ مارتے ہیں۔ کسی کو حق نہیں پہونچتا کہ ہمارے فیصلوں میں چون وچرا کرے۔

سخاوت

وہ مرکزی نقطہ جس کے گرد قرآنی مضامین اپنے مختلف پیرایوں اور متعدد اسالیب بیان میں گردش کر رہے ہیں یہ ہے کہ انسان اس دار فانی اور دارِ آخرت کی حقیقت کو خوب اچھی طرح سے اپنے ذہن میں بٹھا سکے اور دونوں کا موازنہ کر سکے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ ایک طرف تو دنیا اور مال دنیا کی بے ثباتی اور اس کا انسان کے حق میں فتنہ و آزمائش ہونا پورے شواہد اور دلائل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں دوسری طرف لوگوں کو اپنے بھائیوں کے ساتھ فیاضانہ سلوک پر اکساتے اُن کی مدد اور ان کی کار براری کے لیے ترغیب دیتے ہیں نیز اس کام کو اپنی خوشنودی کا ایک بہت بڑا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

القرآن

(۱) قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ٥

(۱۴-۳۱)

کہہ دیجئے میرے بندوں سے جو ایمان لائے ہیں قائم رکھیں نماز اور خرچ کریں ہماری دی ہوئی روزی میں سے کھلے اور چھپے پہلے اس سے کہ آئے وہ دن جس میں نہ خرید و فروخت ہے اور نہ دوستی۔

(۲) يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَا

آپ سے پوچھتے ہیں کیا چیز خرچ کریں کہہ دیجئے کہ جو کچھ تم خرچ کرو مال سو

أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝ (۲-۲۱۵)

ماں باپ کے لئے اور قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافروں کے لیے اور جو کچھ تم بھلائی کروگے سو بے شک اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔

(۳) الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ (۸-۳)

جو لوگ قائم رکھتے ہیں نماز اور ہم نے جو روزی اُن کو دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ وہی ہیں سچے ایمان والے اُن کے لیے درجے ہیں اپنے رب کے پاس اور معافی اور روزی عزت کی

(۴) وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ

اور وہ لوگ جو جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں ان سے پہلے وہ محبت کرتے ہیں اُس سے جو وطن چھوڑ کر آئے اُن کے پاس اور نہیں پاتے اپنے دل میں تنگی اس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے اور مقدم رکھتے ہیں اُن کو اوپر

كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ
وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اپنی جان کے اگرچہ ہو اپنے اوپر فاقہ اور جو بچایا گیا اپنے جی کے لالچ سے۔ تو وہی لوگ ہیں مراد پانے والے۔

(۹ - ۵۹)

(۵) وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ
مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ
اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ
فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ
اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ
قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ
وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

اور خرچ کرو کچھ اس سے جو ہم نے تمہیں دیا اس سے پہلے کہ آپہونچے تم میں سے کسی کو موت تب کہے اے رب! کیوں نہ ڈھیل دی تونے مجھ کو ایک تھوڑی سی مدت کہ خیرات کرتا اور ہو جاتا نیک لوگوں میں سے۔

(۱۰ - ۶۳)

(۶) وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ
اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ
مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا
مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ
جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا
وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا
ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ
يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ

اور مثال اُن کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی خوشی حاصل کرنے کو اور اپنے دلوں کو ثابت کرکے ایسی ہے جیسے ایک باغ ہے بلند زمین پر اُس پر پڑا زور کا مینہ تو لایا وہ باغ اپنا پھل دو چند اور اگر نہ پڑا اس پر مینہ تو پھوار ہی کافی ہے۔ اللہ تمہارے کاموں کو

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ — خوب دیکھتا ہے۔

(۲۶۵-۳)

اَلْاَحَادِيْثُ النَّبَوِيَّة

(۱) عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْفِقِيْ وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ اِرْضَخِيْ مَا اسْتَطَعْتِ (متفق علیہ)

روایت ہے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرچ کر اور نہ شمار کر۔ پس شمار کرے گا اللہ تجھ پر اور نہ روک۔ پس روکے گا اللہ تجھ سے زیادتی اپنی۔ اور دے جو ہو سکے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں کوئی دن کہ بندے صبح کرتے ہیں اس میں مگر کہ دو فرشتے اُترتے ہیں پس کہتا ہے ایک اُن کا یا الٰہی دے خرچ کرنے والے کو بدل اور کہتا ہے دوسرا یا الٰہی دے بخیل کو

اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا (متفق علیہ)

تلف۔ بربادی

(۳) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا لَسَرَّنِي اَلَّا يَمُرَّ عَلَيَّ ثَلٰثُ لَيَالٍ وَّعِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ اِلَّا شَيْءٌ اُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ (متفق علیہ)

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر ہوتا میرے لیے احد پہاڑ کی مانند سونا البتہ مجھے اچھا لگتا یہ کہ نہ گزریں مجھ پر تین راتیں اور نہ رہے اس میں سے میرے پاس کچھ مگر وہ چیز کہ رکھوں میں ادائے دین کے لیے۔

(۴) عَنْ اَبِی ذَرٍّ قَالَ انْتَهَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَلَمَّا رَاٰنِي قَالَ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَقُلْتُ فِدَاكَ اَبِي وَاُمِّي مَنْ هُمْ قَالَ هُمُ الْاَكْثَرُوْنَ اَمْوَالًا اِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَ

روایت ہے حضرت ابو ذر رضؓ سے کہ کہا پہونچا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور وہ بیٹھے تھے کعبہ کے سایہ میں۔ پس جب کہ دیکھا مجھ کو فرمایا وہ بہت ٹوٹے میں ہیں، قسم ہے پروردگار کعبہ کی پس کہا میں نے قربان ہو اوپر تمہارے باپ میرا اور ماں میری کون ہیں وہ؛ فرمایا کہ وہ بہت جمع کرنے والے مال کے مگر جس شخص نے

هٰكَذَا وَهٰكَذَا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ (متفق علیہ)	کہ خرچ کیا ایسے اور ایسے اور ایسے یعنی آگے اپنے اور پیچھے اپنے اور داہنے اپنے اور بائیں اپنے اور کم ہیں وہ
(۵) عن ابی هريرة قال قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللّٰه عليه وَسَلَّمَ اَلسَّخِيُّ قَرِيْبٌ مِّنَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِنَ الْجَنَّةِ قَرِيْبٌ مِنَ النَّاسِ بَعِيْدٌ مِنَ النَّارِ وَالْبَخِيْلُ بَعِيْدٌ مِنَ اللّٰهِ بَعِيْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِيْدٌ مِنَ النَّاسِ قَرِيْبٌ مِنَ النَّارِ وَلَجَاهِلٌ سَخِيٌّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِيْلٍ (رواه الترمذی)	روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخی نزدیک ہے اللہ کے نزدیک ہے جنت سے نزدیک ہے لوگوں سے دور ہے آگ سے اور بخیل دور ہے اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے لوگوں سے قریب ہے آگ سے اور البتہ جاہل سخی بہت پیارا ہے طرف اللہ کے عابد بخیل سے
(۶) عن عائشة اَنَّ	روایت ہے حضرت عائشہ رضؓ

بَعْضَ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّنَا اَسْرَعُ بِکَ لُحُوْقًا قَالَ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا فَاَخَذُوْا قَصَبَۃً یَذْرَعُوْنَھَا وَکَانَتْ سَوْدَۃُ اَطْوَلَھُنَّ یَدًا فَعَلِمْنَا بَعْدُ اَنَّمَا کَانَ طُوْلُ یَدِھَا الصَّدَقَۃَ وَکَانَتْ اَسْرَعَنَا لُحُوْقًا بِہٖ زَیْنَبُ وَکَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَۃَ۔

(رواہ البخاری)

سے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیبیوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کون سی ہم میں سے جلدی آپ کے ساتھ ملنے والی ہے؟ فرمایا جو لمبی ہو تم میں سے ہاتھ کی پس لیا پیمانہ کہ ناپتی تھیں ہم ساتھ اُس کے اور تھیں سودہؓ پیمائش کے لحاظ سے لمبی ہاتھ والی پھر جانا ہم نے پیچھے آپ کی وفات کے کہ مُراد لمبائی ہاتھ کی سے صدقہ تھا۔ اور تھیں جلد ملنے والی ہم میں سے ساتھ حضرتؐ کے زینبؓ اور زینبؓ دوست رکھتی تھیں خیرات کو۔

واقعات

(۱)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قاعدہ تھا کہ وہ مہمان کے بغیر کھانا نہ کھاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ تین دن تک کوئی مہمان نہ آیا۔ اتفاقاً ایک آتش پرست آپ کے دروازے سے گزرا آپ نے فرمایا تو کون ہے۔ اس نے کہا میں آتش پرست ہوں آپ نے فرمایا تو مشرک ہے اور میری مہمانی کے قابل نہیں درگاہ الٰہی سے عتاب ہوا کہ میں ستّر برس سے اس کی پرورش کر رہا ہوں اور تجھ سے اتنا نہ ہوسکا کہ روٹی کا ایک ٹکڑا اس کو کھلا دیتا۔

(۲) شیخ ابومسلم فارسیؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ ایک قافلہ کے ساتھ میں نے مکہ شریف جانے کا ارادہ کیا۔ راستے میں ڈاکوؤں نے ہمارا راستہ روک لیا اور ہمارے سب کپڑے اتروا لیے۔ ہم سب نے خوشی خوشی اُن کو کپڑے دیدیے۔ ہم میں سے ایک شخص بہت بے قرار تھا۔ قافلہ میں سے ایک ساتھی نے تلوار سونت کر اس درویش کو مارنے کا قصد کیا ہم سب نے اس کی سفارش کی مگر وہ اس کے مارنے پر اصرار کرتا تھا۔ ہم نے اس کی وجہ پوچھی تو اُس نے جواب دیا یہ صوفی ہرگز نہیں ہوسکتا۔ یہ اولیاء کی صحبت سے حاصل کیے ہوئے سبق میں خیانت و نافرمانی کرتا ہے۔ لہٰذا اس کا فنا کر دینا ہی بہتر ہے۔ صوفیاء کی کم سے کم صفت جود و عطا ہے۔ اختیاری صورت میں ہو یا اضطراری شکل میں جیسا کہ اس وقت معاملہ درپیش ہے یہ سخاوت کا منکر کیوں ہے

اور کپڑے لُٹ جانے پر آہ وزاری کیوں کرتا ہے۔
(۳) ایک شخص حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا اور عرض کیا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے چار سو درہم کی ضرورت ہے۔ آپ نے اسی وقت غلاموں کو حکم دیا وہ چار سو درہم لے آئے آپ نے وہ رقم سائل کو دیدی۔ خود روتے ہوئے دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔ غلاموں نے دریافت کیا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا میں اس لیے روتا ہوں کہ میں نے اس شخص کو سوال کرنے کا موقعہ ہی کیوں دیا۔ مجھے چاہیے تھا۔ کہ اس کے مانگنے سے پہلے اُس کی حاجت پوری کر دیتا۔

(۴) حضرت ابو سہل سعلوکی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جب آپ خیرات کرتے تھے تو کسی مسکین کے ہاتھ پر نہیں رکھتے تھے بلکہ وہ چیز زمین پر رکھ دیتے تھے۔ ضرورت مند زمین پر سے خود اٹھا لیا کرتے۔ لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میرے نزدیک درہم و دینار کی اس قدر عظمت نہیں کہ میں انہیں کسی مسلمان کے ہاتھ میں اس طرح دوں کہ میرا ہاتھ اوپر ہو اور اس مسلمان کا ہاتھ نیچے ہو۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسی ہزار درہم کہیں سے آئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گدڑی پر ڈلوا دیا۔ اور جب تک اُن تمام دراہم کو تقسیم نہ فرما لیا آپؐ گدڑی پر سے نہ اُٹھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضورؐ کی سخاوت اُس وقت بھی ہوتی تھی جب بھوک کی وجہ سے آپؐ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کا ایک واقعہ بیان فرمایا آپؐ نے فرمایا کہ تین شخص تھے ایک کوڑھی - دوسرا گنجا - اور تیسرا اندھا - اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی آزمائش کا ارادہ فرمایا - چنانچہ اس غرض کے لئے ایک فرشتہ اُن کے پاس روانہ کیا - وہ فرشتہ کوڑھی کے پاس آیا - اور اس سے پوچھا کہ تمہاری سب سے عزیز آرزو کیا ہے؟ کوڑھی بولا کہ میری جلد درست ہوجائے اور میرا رنگ عمدہ ہوجائے - اور میری جس بیماری کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں وہ مجھ سے دور ہوجائے فرشتہ نے اس کے بدن پر ہاتھ پھیرا اور وہ شخص ویسا ہی بن گیا جیسا وہ بننا چاہتا تھا - پھر فرشتہ نے اس سے پوچھا کہ تجھے مال میں سے کون سی چیز محبوب ہے؟ اس نے جواب میں اونٹ یا گائے میں سے کوئی چیز کہی - فرشتہ نے اسے ایک گابھن اونٹنی دیدی اور کہا کہ برکت دے اس میں اللہ تیرے لئے - پھر وہ فرشتہ گنجے آدمی کے پاس گیا اور اس سے اس کی خواہش پوچھی - اس نے کہا میری جس چیز کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں وہ بیماری مجھ سے جدا ہوجائے - فرشتہ نے ہاتھ پھیرا اور اس کا گنج جاتا رہا - پھر اس سے دریافت کیا کہ وہ کون سے مال کو زیادہ پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ گائے - پس فرشتہ نے اسے ایک گابھن گائے دیدی اور کہا کہ اللہ اس میں تمہارے لیے برکت دے اب وہ فرشتہ اندھے شخص کے پاس پہونچا اور اس سے اُس کی

خواہش پوچھی ۔ اس نے جواب میں کہا کہ اللہ تعالےٰ میری بینائی مجھے عطا فرما دے تاکہ میں بھی لوگوں کو دیکھوں ۔ فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور اس کی بینائی واپس آگئی ۔ پھر اس سے اس کے پسندیدہ مال کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا کہ مجھے بکریاں پیاری ہیں ۔ چنانچہ فرشتے نے اسے ایک گابھن بکری دی اور کہا کہ اللہ تعالےٰ اس میں تیرے لیے برکت دیں ۔ اب اونٹنی نے بچے دیے اور اس کے بچوں نے بچے دیئے گائے نے بچے دیے اور اس کے بچوں نے بچے دیے ۔ بکری نے بچے دیے اور اس کے بچوں نے بچے دیے ۔ پس کوڑھی کے پاس ایک جنگل اونٹوں کا اور گنجے کے پاس ایک جنگل گایوں کا اور اندھے کے پاس ایک جنگل بکریوں کا ہو گیا ۔ اب پھر وہ فرشتہ آیا پہلے کوڑھی کے پاس گیا اور کہا میں ایک مسکین آدمی ہوں ۔ سفر میں میرا اسباب جاتا رہا ۔ میں تجھ سے اُس خدا کے واسطے سے ایک اونٹ مانگتا ہوں جس نے تجھے اچھا رنگ اور اچھا چمڑا دیا تاکہ میں اپنی منزل کو پہنچوں وہ بولا کہ بھئی میرے سر پر بہت سے خرچ ہیں ۔ فرشتہ بولا کیا تو ایک کوڑھی نہ تھا جس سے ہر شخص نفرت کرتا تھا ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تجھے بھلا چنگا کر دیا اور تجھے مال عنایت فرمایا ۔ وہ بولا کہ غلط ہے ۔ میں نے تو یہ مال ورثہ میں پایا ہے ۔ فرشتے نے جواب دیا کہ اگر تو جھوٹ بول رہا ہو تو اللہ تعالےٰ تجھے اُسی پہلی حالت میں کر دے ۔ پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور گنجے نے بھی اس کو وہی جواب دیا جو کوڑھی نے دیا تھا ۔ اسے بھی فرشتے

نے یہ کہا کہ اگر تو جھوٹا ہو تو ویسا ہی ہو جائے جیسے پہلے تھا اور یہ کہہ کر فرشتہ اُس اندھے آدمی کے پاس آیا اور اس سے بھی وہی بات کہی اور ایک بکری مانگی۔ اندھا بولا خدا کی قسم میں تو ایک اندھا آدمی تھا اللہ تعالےٰ نے مجھے بینائی عنایت فرمائی اور یہ مال دیا۔ جو کچھ تمہاری ضرورت ہو تم لے لو۔ بخدا میں تمہارا ہاتھ نہ پکڑوں گا فرشتہ بولا کہ تم اپنا مال اپنے پاس رکھو۔ یہ اللہ تعالےٰ کی جانب سے تمہارا امتحان تھا۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ تجھ سے راضی ہوا اور اُن دونوں پر ناراض ہوا۔ (یہ متفق علیہ حدیث ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے کہ اے اللہ! مجھ پر دنیا کو فراخ کردے۔ اور مجھے اس سے بے رغبت کر اور ایسا نہ کر کہ دنیا مجھ پر تنگ ہو اور میرے دل میں اس کی رغبت ہو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمانا ہے کہ بخشش کرنا امیر سے خوب ہے لیکن محتاج سے خوب تر ہے

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ سخاوت پھل ہے مال کا۔ اعمال پھل ہیں علم کا۔ خوشنودی خدا پھل ہے اخلاص کا اس نے خدا کا حق نہیں پہچانا۔ جس نے لوگوں کا حق نہیں جانا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمانا ہے کہ بخیل دنیا میں فقیروں کی سی زندگی بسر کرے گا اور عاقبت میں امیروں کا سا حساب بھگتے گا۔

نیز فرمایا کہ اگر کوئی تیرے ساتھ احسان کرے تو تو اس کو ظاہر کر اور اگر تو کسی پر احسان کرے تو اسے مخفی رکھ۔

نیز فرمایا کہ خلق خدا کے ساتھ نیکی کرنے سے جس قدر حقیقی شکر گزاری ہوتی ہے۔ وہ کسی اور صورت میں نہیں ہو سکتی۔

پیرانِ پیر حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ وہ رزق کی فراخی جس پر شکر نہ ہو اور وہ معاش کی تنگی جس پر صبر نہ ہو فتنہ بن جاتی ہے۔

نیز فرمایا مستحق سائل خدا کا ہدیہ ہے جو بندے کی طرف بھیجا جاتا ہے

فرمایا، افلاس گناہوں سے بچاتا ہے۔ تونگری معصیت کا جال ہے افلاس کو اپنا محافظ خیال کر،

نیز فرمایا تو طالب صادق نہیں جب تک تو اپنی خوراک میں اپنے ہمسایہ کو اپنے نفس پر ترجیح نہ دینے لگے۔

فرمایا مومن اپنے اہل و عیال کو اللہ پر چھوڑتا ہے۔ منافق اپنے درہم و دینار پر۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ احسان یہ ہے کہ تو دوست کا احسان مند ہو اگر اُس نے تجھ سے کچھ لیا ہے۔ کیونکہ اگر وہ نہ لیتا تو تجھے ثواب نہ ہوتا۔ نیز اس نے تجھ سے سوال کیا اور تجھ ہی سے اس کو امید تھی۔

حضرت مجددِ الفِ ثانیؒ فرماتے ہیں اہلِ کرم وہ ہے جو غیر کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ محتاج کو مہلت دینے میں کوئی احسان نہیں بلکہ عدل و انصاف ہے۔

نیز فرمایا محتاجوں سے مہنگا مال خریدنا احسان میں سے ہے اور

صدقہ سے بہتر ہے۔

حضرت علی خواصؒ فرماتے ہیں کہ اگر تم اپنے دوست کی امداد یا اس کے غم کی برداشت یا اُس کے لیے دعا کرنا نہیں چاہتے تو دوست سے اُس کی حالت ہرگز نہ دریافت کرو کیونکہ یہ منافقت ہے

حضرت حاتم اصمؒ فرماتے ہیں جب تم کسی دوست کا حال دریافت کرو اور وہ کہے کہ میں فلاں چیز کا محتاج ہوں اور تم اس سے تغافل کرو۔ اور اس کی ضرورت پوری نہ کرو تو اُس کا حال دریافت کرنا اس کے ساتھ تمسخر کرنا ہو گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ درہم کو ہاتھ میں لیتے اور فرماتے افسوس! تو میرے پاس سے جائے بغیر مجھ کو نفع نہیں دے سکتا۔

ایک آدمی سعید بن عاصؒ کے پاس کچھ مانگنے کو آیا۔ آپ نے اُسے پانچ سو دینے کا حکم دیا اور کسی چیز کا نام نہ لیا۔ خادم نے پوچھا درہم دوں یا دینار؟ آپ نے جواب دیا کہ میرا درم کا ہی خیال تھا لیکن تجھے اس میں شک ہوا ہے اور اس نے سن بھی لیا ہے اس لیے اب دینار ہی دیدو سائل بیٹھ کر رونے لگا۔ سعیدؒ نے پوچھا تو کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا میں اس لیے روتا ہوں کہ تیرے جیسا سخی زمین میں اترے گا اور مٹی اسے کھا جائے گی۔

حضرت بکر بن مزنیؒ فرماتے ہیں مجھے اپنے مال میں سے وہ چیز بہت پیاری ہے جس سے اپنے دوست کی دل جوئی کروں اور سب سے بڑی وہ چیز ہے جو پیچھے چھوڑ جاؤں گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمایا کرتے تھے کہ احسان کرو

خواہ وہ ناشکرے پر ہو کیوں کہ وزن میں وہ شکر گزار کے احسان سے بڑھ کر ہوگا۔

حضرت سالم بن ابی الجعدؒ کے ہاتھ میں جو کچھ آتا خرچ کر دیتے اس پر ان کی بیوی نے آپ کو ملامت کی۔ آپ نے فرمایا مجھے خود نیکی لے کر تمہیں تکلیف میں چھوڑ جانا اس سے زیادہ پسند ہے کہ خود بدی لے جاؤں اور تمہیں مال و متاع میں چھوڑ جاؤں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے متعلق لکھا ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت پہونچا تو آپ نے اپنا تمام مال درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک مرید آپ کے سرہانے تھا۔ اس نے کہا اے شیخ! آپ کی تین بیٹیاں ہیں اور آپ دنیا سے آنکھیں بند کر رہے ہیں اُن کے لیے بھی کچھ چھوڑ دیجئے فرمایا میں نے ان سے کہدیا ہے هُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ کہ اہلِ صلاح کا کارساز وہی ہے پس جب کسی کا کارساز اللہ ہو۔ وہاں عبداللہ کی کیا ضرورت ہے (مخزنِ اخلاق) ۵۳ تا ۲۴۸

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ — کون ہے جو دے اللہ کو قرض حسن

قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ — پھر دو چند کر دے وہ اس کے واسطے

لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ — اور ہو اس کے لیے اچھا بدل۔

نازل ہوئی تو ابودحداح انصاریؓ نے کہا یا رسول اللہ! — آیا خدا تعالیٰ ہم سے قرض لینا چاہتا ہے؟ فرمایا۔ ہاں اے ابا دحداحؓ۔ ابودحداح نے کہا تو اپنا ہاتھ دیجئے۔ آپؐ کا ہاتھ مبارک اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور کہا:-

فَاِنِّی قَدْ اَقْرَضْتُ رَبِّی حَائِطِی وَلَهٗ حائطٌ فِیْهِ سِتّمائةُ نَخْلَةٍ

پس بلاشک میں نے اپنے رب کو اپنا باغ قرض دے دیا۔ اور اُن کے باغ میں ۶سو کھجوروں کے درخت تھے اور اُن کی بیوی اور بچے سب اس باغ میں رہائش رکھتے تھے

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں ابودحداح یہ کہہ کر باغ میں آئے اور اور کھڑے ہو کر آواز دی - دحداح کی ماں! اس نے کہا لبیک (فرمایئے کیا حکم ہے) ابودحداح نے کہا باغ سے نکل آ۔ یہ باغ میں نے اپنے رب کو قرض دے دیا۔ ایک روایت میں ہے بیوی نے یہ سن کر کہا ابودحداح (دحداح کے باپ) رَبِحَ بَیْعُكَ "تیرا سودا کامیاب ہوا" اور پھر اپنا سامان اور اپنے بچوں کو باغ سے نکالنے لگیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رُبَّ نخلة مدلاة عُرقها دُرٌّ و یاقوتٌ لابی الدحداح فی الجنة

ترجمہ:۔ جنت میں ابودحداح کے لیے بہت کھجوریں ہوں گی جن کے خوشے موتیوں اور یاقوت کے ہوں گے۔

(ابن کثیر۔ ج ۴ ص ۳۰۷)

خاموشی

بولنا اور چپ رہنا

اے زبان ہم گنج بے پایاں توئی
اے زباں ہم دردِ بے درماں توئی

ترجمہ:- اے زبان تو ایک بے پایاں خزانہ ہے۔ اور اے زبان تو ایسا درد بھی ہے جس کا علاج نہیں۔

اے زباں سارے مزے لیتی ہے تُو
ذکر کی لذت سے کیوں غافل ہے تُو

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کیمیائے سعادت میں لکھتے ہیں:-
واضح رہے کہ زبان کی آفات بہت ہیں اور اس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا دشوار ہے۔ اس سے بچنے کے لیے خاموشی سے بڑھ کر کوئی تدبیر ممکن نہیں۔ پس انسان کو چاہیے کہ حسبِ ضرورت بات سے تجاوز نہ کرے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ ابدال وہ لوگ ہیں جن کا بولنا کھانا اور سونا حسب ضرورت ہوتا ہے۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

مَنْ صَمَتَ نَجَا — جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا

اور فرمایا جس نے شکم۔ فرجؔ اور زبان کو شر سے بچا لیا وہ مکمل طور پر محفوظ رہا۔ حضرت معاذ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا عمل زیادہ افضل ہے؟ آپ نے زبان منہ سے نکال کر اس پر انگلی رکھی یعنی فرمایا کہ خاموشی۔ نیز فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور روزِ آخرت

ؔ یعنی پیشاب گاہ

پر ایمان رکھتا ہے اُس سے کہہ دو کہ نیکی کے سوا کچھ نہ کہے یا خاموشی اختیار کرے ۔ نیز حضورؐ نے فرمایا جب تم کسی مومن کو خاموش و باوقار دیکھو تو اُس کا قرب حاصل کرو کہ بے حکمت نہیں ہوگا ـــــ

زبان کی آفتیں مندرجہ ذیل ہیں :-

(۱) تو ایسی بات کہے کہ اُس کے نہ کہنے سے تجھ پر دین و دنیا میں کوئی ضرر نہ آتا تو ایسی بات کرنے سے تُو حسنِ اسلام سے خارج ہوا ۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ۔

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَالَا یَعْنِیْهِ — ایک آدمی کا حسنِ اسلام یہ ہے کہ وہ بے فائدہ چیز کو چھوڑ دے ۔

(ا) مثلاً تو لوگوں میں بیٹھ کر اپنے سفر کی حکایت بیان کرے اور پہاڑ باغ و بہار اور حالاتِ راہ کی کیفیت اس طرح بیان کرے کہ اُس میں کمی بیشی نہ ہو ۔ جب بھی اس سے پرہیز چاہیے ۔ کیونکہ اگر تو بیان نہ کریگا تو تیرا یا کسی دوسرے کا کوئی نقصان نہ ہوگا ۔ اور اس کی بجائے یہی وقت اگر تو ذکر اللہ یا کسی دوسرے مفید عمل میں لگائے گا تو اس سے تجھے نفع ہوگا ۔

(ب) اسی طرح دوسرے سے بے مطلب بات دریافت نہ کر کہ اس میں بھی بہت سی آفتیں پنہاں ہیں ۔ حدیث شریف میں ہے کہ جنگ اُحد کے دن ایک نوجوان شہید ہوگیا ۔ لوگوں نے دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا ہے ۔ اُس کی ماں نے اُس کے چہرے سے مٹی صاف کی اور کہا هَنِیْئًا لَّكَ الْجَنَّةُ یعنی تجھے بہشت مبارک ہو ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے کیا معلوم ممکن ہے کہ اس نے کسی

ایسی چیز سے بخل کیا ہو جو اس کے کار آمد نہ ہو۔ یا کسی بیکار چیز کے متعلق گفتگو کی ہو۔؟

ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی، ایک شخص اہل بہشت میں سے دروازے سے آ رہا ہے۔ پس عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازے سے آئے لوگوں نے اُن کو خبر دی اور پوچھا کہ آپ کا کیا عمل ہے؟ کہا میرا عمل تھوڑا ہے کہ بے مطلب کام نہیں کرتا اور بُرے لوگوں سے ملا نہیں کرتا۔

(ج) جو شخص کسی سے ایک بات کرنا چاہے اور اس کو طول دے کر دو باتیں بنالے تو وہ دوسری بات فضول اور اس پر وبال ہوگی صحابہ رضؓ میں سے ایک کہتے ہیں کہ اگر کوئی مجھ سے بات کہے اور اس کا جواب میرے پاس پیاسے کے قریب ٹھنڈا پانی ہونے سے زیادہ خوشتر ہو تو میں فضول ہونے کے خوف سے جواب نہ دونگا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص بہت اچھا ہے۔ جو زیادہ باتوں کی جگہ زیادہ مال خرچ کردے۔ یعنی بند کو کیسہ؎ کے منہ پر سے کھول کر زبان کے منہ پر لگا دے اس لیے کہ اس کی بولی ہوئی ہر بات لکھی جارہی ہے" قرآن پاک میں ہے۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا	نہیں بولتا کوئی بات مگر یہ کہ ہوتا
لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝	ہے اس کے پاس ایک نگہبان تیار

(سورہ ق)

(۲) کہ تو جھوٹی اور گناہ آلود گفتگو کرے۔ جھوٹ یہ ہے کہ بدعات میں

؎ تھیلی یا بٹوہ

کلام کرے اور معصیت یہ ہے کہ اپنے فسق وفساد کی حکایت بیان کرے اور اس کو سن کر دوسرے بھی کریں۔ یا شراب وفساد کی مجالس کی حکایت کرے یا ایسی مجالس کی حکایت کرے جس میں دو آدمیوں کے درمیان مناظرہ ہو کہ ایک دوسرے کو فحش کہہ رہے ہوں اور باہم ایک دوسرے کو رنجیدہ کریں یا ایسی فحش کلامی کریں کہ ہنسی آئے یہ سب معصیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا ہوتا ہے کہ ایسی بات کہے کہ جس سے خود نہ ڈرے۔ اور اس کی قدر نہ جانے وہ اس کو قعر دوزخ میں لے جاتی ہے۔

(۳) کسی کی بات کی مخالفت کرنا اور جنگ کرنا۔ کسی شخص کی عادت ہوتی ہے کہ دوسرا جو بات کہے یہ اس کو رد کرتا ہے۔ یعنی دوسرے کو احمق، نادان اور جھوٹا بناتا ہے اور خود کو دانا۔ عاقل اور سچا۔ اس سے دو مہلک صفات کو تقویت ملتی ہے۔ اول تکبر، دوسرے درندگی۔

حضرتؐ نے فرمایا کہ ہر جھگڑے کا کفارہ دو رکعت نماز ہے اور یہ بھی ایک جھگڑا ہے۔ کہ کوئی شخص بات کرے تو تو اس کی خطا پکڑے اور اس کا خلل ظاہر کرے۔ یہ حرام ہے کیونکہ اس سے اس کو رنجیدگی حاصل ہوتی ہے اور بعض باتوں میں اظہار خطا فرض نہیں ہے بلکہ خاموش رہنا کمال ایمان ہے۔ دین کی باتوں میں بھی یہ شرط ہے کہ بطور نصیحت پوشیدہ طور پر وجہ حق اُس وقت ظاہر کرے جب کہ امید قبولیت ہو اور جب نہ ہو تو خاموش رہے۔

(۴) مالی جھگڑے۔ کہ جب قاضی کے پاس یا کسی دوسری جگہ جائے اور یہ بھی آفت ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ خصومت مال سے

بڑھ کر کہ کوئی چیز دل کو پراگندہ عیش و آرام کو خراب اور دینی مروت کو برباد نہیں کرتی ۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ کسی بزرگ نے اس وجہ سے مالی جھگڑا نہیں کیا کہ جھگڑا زیادہ گوئی کے بغیر ختم نہیں ہوتا اور پرہیزگار زیادہ گوئی سے پرہیز کرتے ہیں ۔ اور اگر احتیاط کے ساتھ بھی بات کی جائے جب بھی طرف ثانی سے اچھی بات نہ کہہ سکے گا خوش گوئی کی فضیلت بہت ہے پس جس کو خصومت ہو بہتر ہے کہ دست بردار ہو جائے ۔ ورنہ سچائی کے سوا کچھ نہ کہے کسی کو رنجیدہ کرنے کا قصد نہ کرے ۔ سخت کلامی اور زیادتی نہ کرے کہ یہ سب باتیں ہلاکت دین کا باعث ہیں ۔

(۵) فحش کلامی ہے ۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فحش کلام شخص پر بہشت حرام ہے ۔ کہ جن کے منہ سے گندی باتیں نکلتی ہوں گی ۔ وہ لوگ دوزخ میں ہوں گے اور ان کی اس گندگی سے تمام اہل دوزخ فریاد کریں گے اور کہیں گے کہ یہ کون لوگ ہیں ؟ جواب ملے گا یہ وہ لوگ ہیں جو ہر جگہ فحش کلامی کو دوست رکھتے تھے ۔ ابراہیم بن میسرہ کہتے ہیں کہ فحش کلامی کرنے کا عادی قیامت میں کتے کی صورت میں نمودار ہو گا ۔

(۶) لعنت کرنا ہے ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کرنے سے روکتا ہے ۔ حضرت ابو دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی زمین یا کسی چیز کو لعنت کرتا ہے تو وہ چیز کہتی ہے کہ اُس شخص پر لعنت ہو جو ہم دونوں میں سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں زیادہ عاصی ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی چیز کو لعنت کر دی ۔ رسولِ کریم

صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے سُنا اور فرمایا۔
یَا اَبَا بَکْرٍ اَنْتَ صِدِّیْقٌ وَلَعَنْتَ لَا بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ اَنْتَ صِدِّیْقٌ وَلَعَنْتَ لَا بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ "تین مرتبہ قسم ہے ربّ کعبہ کی فرمایا انہوں نے توبہ کی اور اس کے کفارہ میں غلام آزاد کیا۔

(۷) اشعار وغیرہ کہنا ہے۔ اگرچہ یہ حرام نہیں ہے۔ لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اشعار پڑھے ہیں۔ آپؐ نے حضرت حسّانؓ کو خود فرمایا کہ کفار کی ہجو کا جواب دو۔ لیکن اس میں غیر یقینی کی ملاوٹ یا کسی مسلمان کی ہجو کی تعریف یہ سب ناجائز ہیں۔

(۸) خوش طبعی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام افراد سے خوش طبعی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ مزاح وقت کو ضائع کرتا ہے اور ہنسی لاتا ہے اور دل ہنسی سے سیاہ ہو جاتا ہے۔ نیز وقار و ہیبت جاتی رہتی ہے۔ عطار سلمیؒ چالیس سال تک نہ ہنسے۔ وہب بن الورد نے ایک قوم کو دیکھا۔ کہ رمضان کو ہنستے تھے۔ کہا کہ اگر اللہ تعالےٰ نے اس قوم کو بخش دیا اور اس کے روزے قبول کر لیے ہیں۔ تو یہ ڈرنے والوں کا کام نہیں ہے۔

(۹) کسی پر ہنسنا۔ مخول کرنا اور آواز نغمہ سے اس کے کام و کلام کی حکایت اس طرح بیان کرنا کہ سننے والے کو ہنسی آجائے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ یعنی کسی پر تمسخر نہ اُڑاؤ اور اسے حقارت کی نظر سے نہ دیکھو کہ شاید وہ تم سے بہتر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی کے گناہوں کی نسبت جن سے وہ توبہ کر چکا ہو ذکر کرے تو وہ خود

اُسی میں مبتلا ہو کر مرتا ہے۔

(۱۰) جھوٹا وعدہ کرنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وعدہ ایک قرض ہے جس کی مخالفت ہرگز نہ کرنی چاہیے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پر ثناء کرتے ہوئے فرمایا اِنَّہٗ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ یعنی آپ وعدہ کے نہایت سچے تھے۔ کہتے ہیں۔ کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کسی سے کسی جگہ پر وعدہ کیا وہ شخص بائیس روز تک نہ آیا۔ آپ ایفائے عہد کے لیے اتنے دن وہیں انتظار کرتے رہے ایک شخص نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاملہ کیا اور وعدہ کیا کہ فلاں جگہ حاضر ہوں گا۔ میں اس وعدہ کو بھول گیا۔ جب میں تیسرے دن وہاں گیا تو آپ وہاں موجود تھے مجھے دیکھ کر فرمایا اے جواں مرد! تین روز سے تیرے انتظار میں ہوں۔ علماء نے کہا ہے کہ کسی شخص کو کسی جگہ کا وعدہ دیا جائے تو نماز کے وقت تک وہاں ضرور ٹھیر کر انتظار کرنا چاہیے۔

(۱۱) جھوٹی بات اور جھوٹی قسم۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ نفاق کا ایک دروازہ ہے۔ فرمایا کہ جھوٹ روزی میں کمی کر دیتا ہے اور فرمایا کہ سوداگر بڑے نابکار ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیوں؟ بیع حلال نہیں؟ فرمایا قسم کھاتے ہیں گنہ گار ہوتے ہیں۔ گفتگو کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا مومن زنا کرتا ہے؟ فرمایا ممکن ہے کہ کرے۔ عرض کیا جھوٹ بولتا ہے؟ فرمایا نہیں اور یہ آیت پڑھی:۔

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ — یعنی جھوٹ وہی بولتے ہیں جو ایماندار نہیں ہیں۔

عبداللہ بن عامری رضؓ کہتے ہیں کہ میرے گھر میں ایک چھوٹا بچہ کھیلتا تھا۔ میں نے اُس سے کہا آ تجھے کچھ دوں۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کیا دے گا؟ میں نے عرض کیا خرما۔ فرمایا کہ اگر نہ دے گا تو تجھے جھوٹا لکھا جائے گا اور فرمایا میں تجھے بتاتا ہوں گناہ کبیرہ کیا ہے وہ شرک اور ماں باپ کی نافرمانی ہے۔ آپؐ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ لیکن فوراً سیدھے ہو گئے اور فرمایا اَلَا وَقَوْلَ الزُّوْرِ۔ "سُن، اور جھوٹی بات۔ بھی"

میمون بن ابی شبیبؒ کہتے ہیں کہ میں ایک خط لکھ رہا تھا۔ ایک ایسے کلمے کا موقعہ آگیا کہ اگر میں اُسے لکھ دیتا تو خط آراستہ ہو جاتا۔ لیکن وہ جھوٹ تھا۔ لہٰذا میں نے اُسے نہ لکھنے کا ارادہ کرلیا۔ میں نے منادی کو کہتے سنا۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ — اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں قول ثابت سے ایمان والوں کو مستحکم کر دیتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کا پیالہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شب عروسی میں عورتوں کو دیا۔ انہوں نے کہا۔ ہمیں نہیں چاہیے۔ آپؐ نے فرمایا بھوک اور جھوٹ کو باہم جمع نہ کرو عورتوں نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بھی جھوٹ ہے؟

فرمایا ہے یہ جھوٹ ہے اور جھوٹ میں لکھا جاتا ہے۔

(۱۱) غیبت ہے۔ یہ لوگوں کی زبانوں پر غالب ہے۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر اس سے خلاصی نہیں پاسکتا قرآن پاک میں اس کی مثال یوں بیان کی گئی ہے۔ جیسے کوئی اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت سے دور رہو یہ زنا سے بدتر ہے۔" زنا سے توبہ قبول کی جاتی ہے غیبت سے نہیں کی جاتی جب تک کہ وہ شخص معاف نہ کردے جس کی غیبت کی گئی ہے۔

هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ——— وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ ——— حَمَّالَةَ الْحَطَبِ؏

طعن کرنے والا چغلی کرنے والا۔ بربادی ہے ہر طعن کرنے والے کے لیے۔

الاَحَادِیْثُ

خاموشی کے متعلق احادیث نبویؐ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عَنْ ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کَفٰی بالمرءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ

روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفایت کرتا ہے آدمی کو جھوٹ بولنے میں یہ کہ نقل کرے

؏ ان سب سے مراد چغلخوری اور سخن چینی ہے۔ اکسیر ہدایت صفحہ ۳۳۶ تا ۳۵۵

مَا سَمِعَ (رواہ مسلم)

کرے جو کچھ (بھی) کہ سنے (بلا تحقیق)

عن ابی سعیدٍ رَفَعَہٗ قَالَ اِذَا اَصْبَحَ اِبْنُ اٰدَمَ فَاِنَّ الْاَعْضَاءَ کُلَّھَا تُکَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُوْلُ اِتَّقِ اللّٰہَ فِیْنَا فَاِنَّا نَحْنُ بِکَ فَاِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَاِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا

روایت ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے مرفوعاً، فرمایا حضرت نے جس وقت کہ صبح کرتا ہے بیٹا آدم کا پس تحقیق سارے اعضاء عاجزی کرتے ہیں روبرو زبان کے اور کہتے ہیں ڈر اللہ سے بیچ حق ہمارے کے اس لئے کہ تحقیق ہمارا معاملہ تیرے ساتھ ہے پس اگر سیدھی رہی تو تو سیدھے رہیں گے ہم اور اگر ٹیڑھی ہوگی تو ٹیڑھے ہوں گے ہم

(رواہ الترمذی)

عَنْ عُمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ قَالَ اَتَیْتُ اَبَاذَرٍّ فَوَجَدْتُہٗ فِی الْمَسْجِدِ مُحْتَبِیًا بِکِسَاءٍ اَسْوَدَ وَحْدَہٗ فَقُلْتُ یَا اَبَاذَرٍّ مَا ھٰذِہِ الْوَحْدَۃُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یَقُوْلُ الْوَحْدَۃُ خَیْرٌ مِّنْ جَلِیْسِ السُّوْءِ وَالْجَلِیْسُ الصَّالِحُ خَیْرٌ مِّنَ الْوَحْدَۃِ

روایت ہے حضرت عمرانؓ بن حطانؒ سے کہا آیا میں ابوذرؓ کے پاس پس پایا میں نے اُن کو مسجد میں گوٹ مارے ہوئے ایک کملی سیاہ سے تنہا بیٹھے ہوئے۔ پس کہا میں نے اے ابوذر! کیا ہے یہ تنہائی؟ پس کہا ابوذرؓ نے کہ سنا میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے "تنہا بیٹھنا بہتر ہے ساتھ بیٹھنے ہمنشین بد کے۔ اور بیٹھنا ساتھ ہمنشین نیک

وَاِمْلَاءُ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِّنَ السُّكُوْتِ وَالسُّكُوْتُ خَيْرٌ مِّنْ اِمْلَاءِ الشَّرِّ

(رواہ بیہقی در شعب الایمان)

کے بہتر ہے تنہا بیٹھنے سے، اور سکھلانا خیر کا بہتر ہے چپ رہنے سے اور چپ رہنا بہتر ہے سکھلانے بُرائی کے سے۔

عن اسلم قال ان عمرؓ دَخَلَ يَوْمًا عَلٰى اَبِىْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِؓ وَهُوَ يَجْبِذُ فَقَالَ عُمَرُ مَهْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ فَقَالَ لَهٗ ابوبكر اِنَّ هٰذَا اَوْرَدَنِى الْمَوَارِدَ

(م ۱۸۱۵)

حضرت عمرؓ ایک دن حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ابوبکرؓ اپنی زبان کو باہر کھینچ رہے تھے۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا نہ کرو نہ کرو اللہ آپ کو بخشے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا عمر! یہ ہی تو ہے جس نے مجھے ہلاکتوں میں ڈالا—!

عن عمران بن حُصَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم قَالَ مُقَامُ الرَّجُلِ بِالصَّمْتِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً

(رواہ بیہقی شعب الایمان)

روایت ہے حضرت عمران بن حصینؓ سے کہ تحقیق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرتبہ آدمی کا چپ رہنے کے سبب سے اتنا بڑھ جائیگا کہ ساٹھ برس کی عبادت سے وہ مقام نہیں پاتا

عَنْ اَنَسٍؓ عن رسول اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم قال يا اباذر الا اَدُلُّكَ

روایت ہے حضرت انسؓ سے کہ انہوں نے نقل کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اے ابوذر! کیا

عَلٰی خَصْلَتَیْنِ هُمَا اَخَفُّ عَلَی الظَّهْرِ وَاَثْقَلُ فِی الْمِیْزَانِ قَالَ قُلْتُ بَلٰی قَالَ طُوْلُ الصَّمْتِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا عَمِلَ الْخَلَائِقُ بِمِثْلِهِمَا (رواہ البیهقی فی شعب الایمان)

نہ تبلاؤں تجھ کو دو خصلتیں کہ وہ بہت ہلکی ہیں پشت پر اور بہت بھاری ہیں میزان اعمال میں۔ کہا ابوذرؓ نے کہ کہا میں نے ہاں فرمایئے۔! فرمایا درازی چُپ رہنے کی اور خوش خلقی ہے قسم ہے اُس ذات پاک کی کہ جان میری اس کے ہاتھ میں ہے نہیں عمل کیا مخلوق نے مانند ان دو خصلتوں کے۔!

الحاصل۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا یعنی لوگوں کو فائدہ پہونچانے والی اور دین و اخلاق کو درست کرنے والی باتیں سناؤ مثلاً اپنی زبان سے عقیدۂ توحید کو سمجھاؤ قرآن پاک کی تعلیم و تفسیر۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تبلیغ۔ اسلامی اخلاق کی تلقین۔ اہل اسلام میں باہمی محبت، رواداری، اتفاق و اتحاد کی دعوت میں اپنی قوت گویائی کو صرف کرو کیونکہ زبان خداوند تعالیٰ شانہٗ وعم نوالہٗ کی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اس نعمت کا شکریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس عطا کی ہوئی قوت کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر توحید و معرفت، تقویٰ و پرہیزگاری کے پھیلانے میں صرف کی جائے اس زبان سے تلاوت کلام پاک، درود شریف اور تسبیح و تہلیل کی جائے۔ یہی اس نعمت کے پانے کا شکر ہے۔ فضول و بے کار باتیں کرنا۔ چغلی، غیبت کرنا۔ کسی پر تہمت لگانا۔ جھوٹ بولنا یہ سب زبان

کی ناشکری اور اس نعمت الٰہی کا کفران ہے۔

پس چاہیے کہ زبان ہلاؤ تو اچھی بات کہو ورنہ خاموش رہو۔ حضرت عثمان کے بیٹے حضرت جلاّبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کلام کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کلام وہ جو سراسر حق ہوتا ہے۔ اور دوسرا وہ کلام جو سراسر باطل ہوتا ہے۔ اسی طرح خاموشی بھی دو قسم پر ہے۔ (۱) حصول مقصد مشاہدہ و مکاشفہ کی وجہ سے اور (۲) غفلت کی وجہ سے

پس ہر شخص کو بولتے وقت اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے۔ اگر اُس کا کلام حق و صداقت ہو تو اس کا بولنا چپ رہنے سے بہتر ہے اور اگر باطل ہو تو اس کا چُپ رہنا بولنے سے بہتر ہے اور اگر خدا اور اُس کے درمیان حجاب غفلت کے باعث ہو۔ تو کلمۃ الحق پر اس کا کلام کرنا خاموشی سے بہتر ہے تا کہ اللہ تعالےٰ اس کو مشاہدہ کی لذّت سے فیض یاب کرے۔ باطل پر بولنے کی مثال ایسی ہے کہ جب ابلیس کو خدائے تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اس نے کہا اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ (میں آدمؑ سے بہتر ہوں) اور حق پر بولنے کی مثال ایسی ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے نہایت عجز و ندامت کے ساتھ عرض کیا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ؀ "ھ"

"ھ" اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے نہ بخشا ہمیں اور نہ رحم کیا کہ ضرور بالضرور ہم رہیں گے نقصان والوں میں سے۔

مگر اہل طریقت "طریقت کی دعوت دینے والے" اپنے مرشد کامل کی طرف سے مجاز ہوتے ہیں اس لیے جب وہ کلام کرتے ہیں تو ان کی باتیں برحق اور سچی ہوتی ہیں۔ ایسے آدمی خوب سوچ سمجھ کر باتیں کرتے ہیں۔ اناب شناب ہانکتے اور بے ڈھنگی باتیں کرنے کو وہ لوگ موجب ذلت خیال کرتے ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں کا بولنا چُپ رہنے سے بہتر ہے۔

اور طالبِ مولےٰ جس کی فکر و توجہ ذکر و عبادت میں لگی رہتی ہے اس کو خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ تاکہ جب اس میں روح کی قوت کامل ہو جائے تو اُس وقت وہ توحید و معرفت کے دریا بہائے اور مخلوق کے لیے ایسی مفید باتیں کہے جو سننے والوں کے دلوں میں اُتر جائیں۔ اپنی باتوں کو صحیح اور مطابق شریعت بنانے کے لیے تحصیل علم شریعت کو ضروری اور لازمی سمجھے اور شب و روز اس میں مصروف رہے۔ یعنی قرآن پاک اور حدیث کے مطالعہ کو اوراد و وظائف کی طرح اپنے اوپر لازم کرلے۔ اور اپنی جہالت پر کبھی راضی اور مطمئن نہ ہو درویش کی خاموشی کی شرط یہ ہے کہ باطل پر خاموش نہ رہے اور کلام کی شرط یہ ہے کہ جب بولے حق بولے اور حق تعالیٰ کی رضا کیلئے چغلی، غیبت، جھوٹ، تہمت اور کسی مسلمان کی دل آزاری کی بات نہ کہے۔ بزرگوں، علماء اور اہل اللہ کو بے ادبی کے ساتھ نہ پکارے۔ ان کے لیے انتہائی عزت و احترام کے الفاظ استعمال کرے۔ اس لیے کہ اس طریق کی پہلی شرط ادب ہے۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

از خدا جوئیم توفیق ادب — بے ادب محروم ماند از فضل رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

بے ادب را اندریں رہ بار نیست جائے او بر دار شد در دار نیست

ترجمہ۔ (۱) اللہ سے ہم ادب کا سوال کرتے ہیں کیونکہ بے ادب سب کچھ ہوتے ہوئے بھی خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے محروم رہتا ہے۔

۲۔ بے ادب کی بُری عادت تنہا اس پر ہی اثر انداز نہیں ہوتی بلکہ اس کی نحوست سارے جہان کو آگ کی طرح اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے

۳۔ اس راہ میں بے ادب کا کوئی مقام نہیں۔ اس کا اصل مقام تو پھانسی کا تختہ ہے گھر نہیں ہے

مرشد کی صحبت میں خاموش رہنا اور ان کی باتیں نہایت توجہ کے ساتھ سننا بھی طریق کے آداب میں شامل ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین حضور پُر نور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک مجالس میں ایسے خاموش اور با ادب بیٹھتے تھے کہ کَانَّ عَلٰی رُءُوْسِہِمُ الطَّیْرُ جب تک مرشد کوئی بات دریافت نہ فرمائیں خود کسی بات میں دخل نہ دے۔ حضرات صحابہؓ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہی معاملہ تھا۔ بزرگوں کا فرمان ہے

اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ شیخ اپنی جماعت میں ایسا ہی ہوتا ہے
فِیْ اُمَّتِہٖ جیسے نبی اپنی امت میں عہ

ارشاداتِ اولیاءؒ

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ زبان کو شکوہ سے روک خوشی کی زندگانی عطا ہو گی۔

عہ یعنی اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو نبی کے ساتھ اس کے ماننے والے کرتے ہیں

نیز فرمایا بُروں کی ہم نشینی سے تنہائی ہزار درجہ زیادہ بہتر ہے
اور تنہائی سے صحبتِ صلحاء زیادہ بہتر ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کم بولنا حکمت ہے
کم کھانا صحت۔ کم سونا عبادت۔ اور عوام سے کم ملنا عافیت ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب زبان اصلاح پذیر
ہوجاتی ہے قلب بھی صالح ہوجاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی کی قابلیت
زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔

نیز فرمایا کہ عقل مند اگر خاموش رہے تو قدرت الٰہی میں فکر کرتا ہے
اور جب نگاہ اٹھا کر دیکھے تو عبرت حاصل کرتا ہے۔

فرمایا جب تک کوئی بات تیرے منہ میں بند ہے۔ تب تک تو
اس کا مالک ہے۔ جب زبان سے نکال دیا تو وہ تیری مالک ہوگئی

فرمایا احمق کی عقل اس کی زبان کے پیچھے اور عقل مند کی زبان اس
کی عقل کے پیچھے ہوتی ہے

فرمایا جس شخص کی زبان اس پر حکمران ہو تو وہی اس کی ہلاکت
اور موت کا فیصلہ کرتی ہے۔

فرمایا جو شخص جلدی سے ہر بات کا جواب دے دیتا ہے۔ وہ
ٹھیک جواب بیان نہیں کرتا۔

فرمایا جس طرح جہالت کی بات کہنے میں کوئی خوبی نہیں اسی طرح حق
سے چُپ رہنے میں کوئی بھلائی نہیں۔

فرمایا اگر کسی سوال کا جواب معلوم نہ ہو تو اس کے جواب میں

"لا اعلم" میں نہیں جانتا، کہنا نصف علم ہے۔

اپنی لاعلمی کے اظہار کو کبھی بُرا نہ سمجھو

فرمایا کہ خاموشی عالم کے لیے باعثِ زینت اور جاہل کے لیے پردہ دارِ جہالت ہے۔

فرمایا جس کلام کو تو اچھا سمجھتا ہے اسے مختصر کر دے کہ یہ تیرے حق میں نہایت بہتر اور تیرے فضل و کمال کی نشانی ہے۔

فرمایا جب عقل کامل ہو جاتی ہے تو کلام کم ہو جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہمارا دین سَراپا ادب ہے۔ جو اس کو ملحوظ نہ رکھے گا وہ حرماں نصیب ہے۔

حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وعظ خالصتہً للہ کر ورنہ تیرا چپ رہنا ہی بہتر ہے

فرمایا تیرا کلام بتادے گا کہ تیرے دل میں کیا ہے۔

فرمایا کہ کوشش کر کہ گفتگو کی ابتدا تیری طرف سے نہ ہوا کرے اور تیرا کلام جواب بنا کرے۔

فرمایا بے ادب خالق و مخلوق دونوں کا معتوب و مغضوب ہے۔

فرمایا جو نفس کو درست کرنا چاہے وہ اسے سکوت اور حُسن ادب کی لگام دے۔

فرمایا گونگا پن اپنی عادت، گم نامی اپنا لباس اور مخلوق سے گریز اپنا مقصود بنالے۔ اور اگر تجھ سے ہو سکے تو زمین میں سرنگ کھود کر اس میں بیٹھ جا۔ اور یہ عادت اس وقت تک رکھ جب تک کہ تیرا ایمان بالغ اور جوان نہ ہو جائے۔

فرمایا خلوت میں خاموشی مردانگی نہیں، جلوت میں خاموش رہ
فرمایا اگر تو نے اَللّٰہ بھی بہ آواز بلند کہا تو تجھ سے پرسش ہوگی کہ خالِصًا کہا یا ریا سے۔
فرمایا ہنسنے والوں کے ساتھ ہنسا مت کر۔ رونے والوں کے ساتھ رونا رہا کر!
حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، زبانی استغفار کرنا بغیر اس کے کہ گناہوں سے طبیعت اُکھڑ جائے، جھوٹوں کی توبہ ہے۔
ایک آدمی آپ کی زیارت کو آیا۔ آپ نے پوچھا کس غرض سے آئے ہو۔ اُس نے کہا اس لیے کہ آپ سے آسائش حاصل کروں اور موانست کروں۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ بات بجائے آسائش و موانست کے تکلیف و وحشت سے زیادہ قریب ہے تم اس لیے آئے ہو کہ مجھے جھوٹ سے فریب دو اور میں جھوٹ سے تمہیں فریب دوں
حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔
ذکر خدا کثرت عدد سے نہیں بلکہ حضور بے غفلت کا نام ہے۔
فرمایا اپنے آپ کو اتنا ہی ظاہر کر جتنا کہ تو ہے یا ویسا ہو جا جیسا خود کو ظاہر کرتا ہے۔
حضرت امامِ ربّانی مجدّدِ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔
شعر خوانی اور قصہ گوئی بدبختوں کے نصیب کر اور اپنے لیے خاموشی سرمایہ بنا۔
فرمایا مؤذن مُنادِ رحمٰن ہے اور گویّا منّادِ شیطان[ع1]
فرمایا ذکر جہر سے اس قدر پرہیز چاہیے کہ کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ بھی دل میں پڑھے — تو زیادہ بہتر ہے"

ع1 اعلان کرنے والا ڈھنڈورچی

فرمایا تُف ہے اُس طریقے پر جس میں گالی دینا عبادت ہے
حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا :۔
سب سے زیادہ روشن وہ دل ہے جس میں خلق نہ ہو اور سب سے زیادہ سیاہ وہ دل ہے جس میں خُلق نہ ہو ۔ اور سب سے بہتر وہ کام ہے کہ اس میں اندیشہ (خوف) مخلوق کا نہ ہو اور سب سے حلال وہ لقمہ ہے جو اپنی کوشش (محنت) سے ہو۔
فرمایا بہت روؤ اور مت ہنسو۔ بہت خاموش رہو اور زیادہ باتیں نہ کرو۔ بہت دو اور کم کھاؤ۔ بہت جاگو اور کم سوؤ۔
حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا :۔
ایسی بات میں گفتگو کرنا جس میں کسی کا فائدہ نہ ہو ضلالت و گمراہی کی علامت ہے۔
حضرت شقیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عارف باللہ پر سب سے زیادہ گراں مخلوق کے ساتھ تکلّم اور ان کے ساتھ بیٹھنا ہے۔
فرمایا اپنے کو غیبت سے بچاؤ یعنی ایسا کام نہ کرو کہ لوگ تمہاری غیبت کریں۔
فرمایا جب تک آدمی کا دل اللہ کی یاد میں ہے وہ نماز میں ہے۔ اگرچہ بازار میں ہو۔ اگر ہونٹ بھی ہلتے ہیں تو اور بھی اچھا ہے۔
ایک عارف فرماتے ہیں کہ فقیر وہ ہے کہ جس کی خاموشی فکر کے ساتھ اور اس کی گفتگو ذکر کے ساتھ ہو۔
اور فرمایا کہ ہر ایک بات جو ذکر سے خالی ہو لغو ہے۔ ہر ایک خاموشی

ع مخلوق

جو فکر سے خالی ہو سَہو ہے اور ہر ایک نظر جو عبرت سے خالی ہو۔ لَغو ہے۔

فرمایا کسی کی قلتِ عقل کا اس کے کثرتِ کلام سے اندازہ لگا لیا کرو۔

حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے تیس ابدال کی صحبت اٹھائی، سب نے یہی کہا کہ خلق کی صحبت سے بچو۔ کم کھاؤ اور کم بولو۔

حضرت شیخ سعدیؒ سے کسی نے پوچھا کیسے گزرتی ہے؟ کہا منہ نعمتِ حق کھاتے ہیں اور زبان شکایت کرتے ہیں۔

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے نصیحت چاہی۔ آپ نے فرمایا بُری نظر چھوڑ دے خشوع کی توفیق ملے گی۔ بیہودہ گوئی ترک کر دانا ہوگا۔ کم کھا، عبادت کی طاقت ہوگی۔ لوگوں کے عیوب تلاش نہ کر اپنے عیوب پر مطلع ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور نہ کر نفاق و شک سے بچے گا۔!

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جب تم کوئی بُرا کلمہ سُنو تو اس سے اعراض کرو اور اس کا جواب نہ دو۔ کیونکہ اُس کے پاس اور بھی بہت سے ایسے کلمات ہیں جنہیں وہ جواب میں تمہیں کہے گا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میری زبان کو آگ جلا دے تو اس سے بہتر ہے کہ ایک چیز جو واقع ہو گئی ہو اس کو میں کہوں کہ ایسا کیوں ہوا ہے؟ [1]۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محمد بن یوسفؒ عباد

---

[1] کیونکہ یہ بظاہر اللہ تعالیٰ کی شکایت ہے

میں لگے رہے اُن کو دانائی مل گئی۔ ہم کتابی علم میں مشغول رہے جھگڑوں میں پڑگئے

حضرت طاؤسؒ فرماتے ہیں میری زبان درندہ ہے اگر کھلی چھوڑ دوں تو مجھے چٹ کر جائے۔

حضرت یونس بن عبیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک لغو کلمہ کو چھوڑنا نفس کے لیے ایک دن کے روزے سے مشکل ہے۔ کیونکہ انسان بسا اوقات سخت گرمی میں روزہ رکھ لیتا ہے لیکن لغو کلمہ کہنے سے نہیں رک سکتا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان پر تعجب ہے کہ کراماً کاتبین اس کے پاس ہیں۔ اس کی زبان اُن کا قلم ہے اور اس کا لعاب دہن ان کی سیاہی ہے پھر بھی وہ بیہودہ باتیں کرتا ہے۔

نیز فرمایا زبان سے سَر کی حفاظت ہو سکتی ہے

حضرت زُہریؒ نے ایک شخص کی فحش کلامی سُن کر فرمایا ہوش کر کہ تو خدا کے نام کیا خط بھیج رہا ہے ــــ؟

حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ من جملہ انسان کی بدخلقی کے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے گھر آئے اور اس کے اہل وعیال خوشی کے حال میں ہنس رہے ہوں پھر اس کے ڈر کے مارے اِدھر اُدھر پھیل جائیں۔ بلکہ بلّی کا بھاگنا اور کُتے کا ڈر کر چوکنا ہو جانا بھی اس کی بدخلقی سے ہے۔

حضرت ربیع بن خثیمؒ نے اپنے کسی دوست کو خط لکھا۔ اے دوست! تو اپنے کو خود نصیحت کر۔ اور کسی دوست کے سمجھانے کا انتظار نہ کر کیونکہ فی زمانہ یہ کام چھوڑ دیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا گھر کا ہمسایہ اگر کشادہ پیشانی اور شیریں کلام ہو تو گھر کی قیمت چڑھ جاتی ہے ــــ

حضرتِ یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دل ہنڈیا کی طرح ہے اور زبان چمچہ کی مانند۔ تم اپنے افعال سے بھی اس طرح اللہ تعالےٰ کے بندے بنو جیسا تم اپنے اقوال سے بندگان خدا کو دکھائی دیتے ہو۔

حضرتِ حمدون قصارؒ نے فرمایا بات کہنا اُس شخص کے لیے سزاوار "لائق" ہے کہ اس کی خاموشی سے دین باطل ہوتا ہو اور جب وہ کہے تو یہ باطل ہونا جاتا رہے۔

ایک شخص نے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالےٰ سے کہا تم ہی ہو جس کو حضرت عثمان (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) نے جلاوطن کیا تھا۔ اگر تم اچھے ہوتے تو وہ تم کو جلاوطن نہ کرتے۔ آپ نے فرمایا اے دوست! میرے سامنے ایک سیاہ گھاٹی ہے اگر اس سے بچ گیا تو تیرا بُرا کہنا مجھے کچھ نقصان نہ دے گا۔ اور اگر اس سے نہ بچا تو پھر جو تو کہتا ہے میں اس سے بھی بُرا ہوں۔

ایک شخص نے بکر بن عبداللہ مُزنی رحمتہ اللہ علیہ کو بہت سی گالیاں دیں۔ آپ خاموش رہے۔ کسی نے کہا آپ بھی اسے گالیاں کیوں نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا میں اس شخص کی کوئی بُرائی نہیں جانتا کہ میں اسے بُرا کہوں اور بہتان لگانا جائز نہیں۔

ایک شخص نے سالم بن عبداللہؓ بن عمرؓ سے کہا اے بدترین بوڑھے! سالمؒ نے کہا اے بھائی! میرے خیال میں تم راستی سے کچھ دور نہیں گئے" جو کچھ تم نے کہا درست کہا واقعی میں ایسا ہی ہوں"

حضرت بشر حافیؒ نہایت کم گفتگو کرتے اور دوستوں کو فرماتے تم غور کرو اپنے اعمال نامہ میں کیا لکھوا رہے ہو۔ جو تمہارے پروردگار

کے سامنے پیش ہوگا۔

حضرت ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں کہ مخلص وہ ہے جو اپنی نیکیوں کو برائیوں کی طرح مخفی رکھے۔

حضرت ابو عبداللہ سمرقندیؒ کی جب لوگ تعریف کرتے تو آپ فرماتے واللہ! میری اور تمہاری مثال اُس لڑکی کی سی ہے جس کی بکارت زنا سے زائل ہوگئی ہو اور اس کی سسرال والوں کو معلوم نہ ہو۔ وہ اس کی شب زفاف پر خوش ہوں، مگر لڑکی اپنی فضیحت کے خوف سے غمگین ہو

مخزنِ اخلاق ۵۳ تا ۲۴۸

حفاظتِ لسانؑ

عارف باللہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمتہ اللہ علیہ رحمتہً واسعۃً فرماتے ہیں :-

اپنی زبان کو بے فائدہ باتوں میں ملوث کرنے سے پاک رکھ۔ تاکہ تیرا کلام اللہ تعالیٰ کے مقدس دربار یعنی آسمانی عرش کے دربار میں جس کو اللہ تعالیٰ نے طلب کی جہت (سمت و قبلہ) بنایا ہے جس طرح کہ کعبہ کو عبادت کی جہت (قبلہ) بنایا ہے پہونچایا جا سکے۔

اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ "القرآن الحکیم" — اللہ کے دربار کی طرف پاکیزہ بات ہی پہونچتی ہے۔

یعنی اُس جہت کی طرف جس کی جانب خدا نے اپنی مخلوق کی ہمتیں اور ارادے پھیر دیے ہیں۔ اُس مقام کی طرف جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوتا ہے۔ پس اپنے کلام کو ایسے بنانے کی کوشش کرو کہ اس کے دربار میں پیش ہونے کے قابل ہو تاکہ تم پر اللہ تعالیٰ کا حکم اور لطف و کرم اوپر سے آوے۔ پھر تم اس کے سامنے جھک جاؤ، اپنے کو حقیر اور پست سمجھو۔ اسرار قرآنیہ اس مطلب کے بیان کرنے میں بہت واضح ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

وَفِي السَّمَاۤءِ رِزۡقُکُمۡ وَمَا تُوۡعَدُوۡنَ ۝ — اور آسمان میں تمہاری روزی ہے۔ اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

ؑ زبان کی نگہداشت۔ سنبھال

نیز ارشاد ہے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا یعنی تقویٰ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے پریشانی سے نکلنے کا راستہ نکال دیں گے اور ایسی جگہ سے اس کو روزی دیں گے جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔

یہ بالکل حقیقت کے موافق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ متقی کو ہم اپنے پاس سے رزق دیں گے اور ہم تک کسی کا وہم و گمان نہیں پہونچ سکتا (ب م ۸۶)

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہرچہ گفتہ ایم و شنیدم و خواندہ ایم

مقام کی تشریح فرماتے ہوئے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی دامت برکاتہم مترجم البرہان المؤید لکھتے ہیں:۔

"فطری امر ہے کہ انسان خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کا دل بلندی کی طرف چلتا ہے خدا کے قہر و لطف کو بھی اوپر سے آنے والا سمجھتا ہے اس لیے یہ کہنا بجا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہمت و ارادہ کو آسمان و عرش کی طرف پھیر دیا ہے ہر انسان کو جب خدا کا دھیان آتا ہے تو دل کی طرف مائل ہوتا ہے باقی عقلاً و شرعاً اللہ تعالیٰ جہت و مکان سے پاک ہیں وہ تو وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے اور عرش عظیم خدا کی جگہ نہیں صرف نزول احکام و ظہورِ تجلیات کا مقام ہے"

علم و معرفت

اَلْعِلْمُ کے معنی یقین ۔ عِلْمُ الشَّیْئِ اس کا پہچاننا، شناخت کرنا، جاننا ۔ اَلْمَعْرِفَۃُ: اس کی حقیقت کو پالینا ۔

دونوں کے معنی قریب قریب ایک ہیں ۔ کیونکہ معرفت کی تحصیل علم کے بغیر نہیں ہوسکتی ۔ مگر اصطلاحًا فرق ہے ۔ کہ عالم کو محض عالم ہی کہنا چاہیئے ۔ اس کو عارف نہیں کہا جاتا اور معرفت کے عالم اور محرم کو عارف کہتے ہیں ۔

مثلاً گھڑی کے متعلق یہ جاننا کہ یہ وقت بتانے کا آلہ ہے اس کی چابی اس طرح بھری جاتی ہے ۔ اس کے نشانات کو دیکھ کر یہ شناخت کرنا کہ اب کتنے بجے ہیں ۔ یہ گھڑی کا علم ہے ۔ اور یہ جاننا کہ سوئیوں کو کون سی چیز پھرا رہی ہے ۔ کتنے اور کون سے پُرزوں سے یہ گھڑی بنی ہوئی ہے اور ان پُرزوں کے کیا وظائف ہیں ۔ یہ اس کی معرفت ہے ۔

مثلاً احسان کی تعریف یہ ہے :- اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ ۔ اس مضمون کا جاننا علم ہے اور اس کی کیفیت کا حاصل ہوجانا معرفت ہے ۔

یامثلاً یہ کہ ذکر الٰہی کے وقت سکینہ نازل ہوتا ہے اس کا جاننا علم ہے اور سکینہ کی کیفیت معلوم کرلینا معرفت ہے ۔

خلاصہ۔ یہ کہ عالم کا درجہ عارف کے درجہ سے کم ہے۔ اہل اللہ عارف کے درجہ کو محض عالم کے درجہ سے بہت بلند سمجھتے ہیں۔ لیکن ایک عارف کے لیے بھی شریعت کا باقاعدہ عالم ہونا لازمی ہے تاکہ وہ شرک و توحید اور سُنّت و بدعت میں فرق کر سکے۔

قرآن میں آتا ہے:۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ	کوئی چیز نہیں جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو۔

یہ قرآن کی آیت کا علم ہے۔ لیکن صحابہ کرامؓ کھانے سے تسبیح کی آواز سنتے تھے۔ یہ اُن کی معرفت تھی۔ اسی طرح کنکریوں سے تسبیح کی آواز سننا یہ معرفت ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اُحد کی طرف سے جنت کی خوشبو آتی تھی۔ یہ اُن کی معرفت کی دلیل ہے۔ فرشتوں کے متعلق یقین رکھنا کہ اُن کا وجود ہے یہ علم ہے مگر فرشتوں کو آنکھوں سے دیکھنا اور ارواح کی ملاقات کرنا یہ سب معرفت ہے۔ صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظام نے یہ سب کچھ جو اپنی آنکھوں سے دیکھا یہ اُن کے عارف ہونے کی دلیل ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی آئی اے داؤد! تو جانتا ہے میری معرفت کیا ہے؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا میری معرفت یہ ہے کہ دل کو میرے مشاہدہ سے زندہ اور بیدار رکھا جائے

باب (۲) دوم

شریعت، حقیقت، توحید، مشاہدہ و احسان

کے

بیان میں

شریعت اور حقیقت

شریعت کے معنی راستہ یا وہ قواعد جن سے ظاہر کی اصلاح کا کام ہو سکے اور باطنی احوال کی صحت اور درستی کا نام حقیقت ہے۔ مثلاً نماز کے لیے وضو کرنا۔ قبلہ رُخ ہونا۔ تکبیر تحریمہ کہنا۔ رکوع۔ قیام۔ سجدہ وغیرہ یہ سب امور شریعت ہیں۔ اور نماز میں دل کا خدائے تعالیٰ کی طرف ہونا اس میں خشوع و خضوع کی کیفیت۔ یکسوئی اور دلجمعی۔ غیر اللہ کے خیالات کا نہ آنا۔ محویت و استغراق یہ حقیقت کہلائے گی۔ پس معنوی اور باطنی صفات کی تکمیل اور تزکیۂ قلب کا نام حقیقت ہے اور دراصل تصوّف و طریقت کا یہی بنیادی منشا ہے۔

لہٰذا شریعت بندہ کے افعال ظاہری کو کہتے ہیں اور حقیقت خدائے تعالیٰ کی حفاظت و توفیق ہوتی ہے۔ پس حقیقت کا وجود شریعت کی پابندی کے بغیر مُحال ہے اور اسی طرح شریعت کی حقیقی و مطلوبہ پابندی حقیقت کے روحانی اور اخلاقی آداب بجالائے بغیر محال ہے۔

روح جب تک انسان کے اندر رہتی ہے اسے زندہ رکھتی ہے اور جب وہ جدا ہو جاتی ہے۔ تو انسان مُردہ کہلاتا ہے۔ اسی طرح شریعت کی مثال انسانی جسم کی ہے اور حقیقت اس جسم کے اندر روح کے مانند ہے۔ جس طرح جسم و روح کی قدر و منزلت اور اس کی قیمت ان کے باہمی وصل و اتحاد کی بنا پر ہے بالکل یہی مثال شریعت و حقیقت پر صادق آتی ہے۔ شریعت، حقیقت کے بغیر ریا ہے اور حقیقت، شریعت کے بغیر نفاق و گمراہی بن جاتی ہے۔ حقیقت ایک

انسان پر خواہ کس قدر قوت سے منکشف ہو شریعت کی پابندی کسی حال میں بھی اس سے ساقط نہیں ہو سکتی خواہ وہ شخص نبی ہی کیوں نہ ہو۔ شریعت کی تعمیل ہر حال اور ہر مقام پر فرض ہے۔

شریعت اُن احکام کا نام ہے جو ظاہر کے لحاظ سے انسانوں پر نافذ کیے گئے ہوں۔ اور شریعت پر پوری طرح عامل ہونے کے بعد جو کیفیات و انکشافات من جانب اللہ بندہ پر وارد ہوں وہ حقیقت ہے۔

خلاصہ یہ کہ شریعت کی پابندی محض مجاہدہ اور محنت ہی محنت ہے اور اس محنت و مجاہدے پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے جو واردات و افاضات کا نزول ہو وہ حقیقت ہے۔

یعنی حقیقت محض عنایات حق سے ملا کرتی ہے ؏

حضرت ہجویری قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس فرماتے ہیں "الحقیقت" اللہ تعالیٰ سے بندہ کے واصل ہونے اور اس کے ساتھ رَابطِہ کے عرفانی مقام کا نام ہے۔

لغت میں "حقیقۃ الشی" چیز کی منتہا اور اس کی اصل کو کہتے ہیں۔

غوث الاسلام سید الاولیاء حضرت سید احمد کبیر رفاعیؒ فرماتے ہیں:۔ دوستو! ہم سب ننگے ہیں مگر جس کو اللہ تعالیٰ لباس پہناویں۔

؏ مگر جس حقیقت کو شریعت رد کردے وہ زندقہ اور بے دینی ہے اگر تم کسی کو ہوا میں چار زانو بیٹھا ہو بھی دیکھو تو ہرگز اس کی طرف التفات نہ کرو جب تک شریعت کے امر و نواہی کے موقعہ پر اُس کی حالت کو نہ جانچ لو ۱۲

ہم سب بھوکے ہیں مگر جس کو اللہ تعالیٰ کھانا کھلا دیں۔ ہم سب گمراہ ہیں مگر جس کو اللہ تعالیٰ راہ پر لگا دیں۔ اور جب یہ ہے تو جس بندہ پر خدا کا فضل ہو وہ صرف خدا پر نظر رکھے۔ اپنے اوپر نظر نہ کرے کہ میں لباس والا ہوں میں مال دار ہوں۔ میں ہدایت پر ہوں میں عالم اور دانا ہوں۔ عارف ہوں۔ صاحب حکمت اور صاحب حکومت ہوں۔ ایسا ہوں اور ویسا ہوں۔ خدا کا فضل نہ ہوتا تو تم کچھ بھی نہ ہوتے ——!

عاقل کا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ تنگی اور فراخی جو کچھ بھی ہو ہر حالت میں کریم کے دروازہ کرم کو کھٹکھٹاتا رہے۔ اُس کے دروازے کو تکتا رہے۔ اُس پر نظر رکھے۔ اُس سے مانگتا رہے کیونکہ مخلوق سراپا عجز۔ سراپا احتیاج۔ سراپا نیست ہی نیست ہے۔ نہ اس میں کچھ کمال ہے نہ قدرت نہ طاقت۔ جو کچھ اس میں بھلائی ہے سب خدا کی عطا کی ہوئی اور اس کی نعمت ہے ——!

اللہ تعالیٰ نے اپنے پرہیزگار دوستوں کا اکرام فرمایا اور اُن کے ہاتھوں سے خلاف عادت کام ظاہر کئے (جن کو کرامت کہتے ہیں) اور اُن کو اپنی عطا سے قوت دی، اُن کے نشان کو بلند کیا تو یہ بندے اِن سب سے نظر ہٹا کر اللہ کی ہی حمد و ثنا میں لگ گئے۔ وہ اللہ سے ڈرے اور اپنے نفس پر اصلاً نظر نہ کی۔ نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے قرب کی جنت میں جگہ دی اور جب وہ اُس کی بارگاہ قرب میں پہونچے تو اُن کا اکرام اس طرح کیا کہ اپنے وجہ کریم کے دیدار سے اُن کو مشرف فرمایا۔ دنیا میں تو اُن کو مشاہدہ جمال الٰہی دل کی آنکھوں

سے ہوا اور آخرت میں ظاہری آنکھوں سے بھی ہو گا۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ القرآن الحکیم

جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو بے ہودہ خواہش سے روکتا رہا۔ اس کا ٹھکانا جنت ہے۔

اور نفس کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ غیر خدا پر نظر کرے خالق کو چھوڑے، مخلوق سے دل لگائے۔ عقل مند آدمی غیر خدا سے دل لگا کر کیا پائے گا غیر خدا کی تاثیر کا قائل ہونا خواہ تھوڑا اثر ہو یا زیادہ کلی ہو یا جزئی شرک ہے۔ یعنی اگر مؤثر حقیقی غیر اللہ کو سمجھتا ہے تو بڑا مشرک ہے جس سے آدمی پوری طرح مشرک ہو جاتا ہے۔ اور مؤثر مجازی سمجھتا ہے تو چھوٹا شرک ہے جس کے ہوتے ہوئے ایمان کامل نصیب نہیں ہوتا۔

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عباس رضؓ نے فرمایا:

"اے لڑکے! میں تم کو چند باتوں کی تعلیم دیتا ہوں (ان کو غور سے سنو اور یاد رکھو) اللہ تعالیٰ کا خیال رکھو وہ تمہارا خیال رکھے گا) اللہ کو دل سے یاد رکھو۔ اُس کو اپنے سامنے اور اپنے ساتھ ہی پاؤ گے جب سوال کرو اللہ سے ہی کرو۔ جب مدد مانگو اللہ سے ہی مانگو۔ اور خوب سمجھ لو کہ تمام مخلوق جمع ہو کر تم کو کوئی نفع پہونچانا چاہے تو وہ تم کو بالکل کوئی نفع نہیں پہونچا سکتی سوائے اس کے جو خدا تعالیٰ نے تمہارے واسطے مقدّر کر دیا ہے اور اگر سب کے سب مل کر تم کو کچھ نقصان پہونچانا چاہیں تو ہرگز کوئی نقصان نہیں دے سکتے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے مقدّر کر دیا ہے۔ قلم اٹھا کر رکھ دیے

گئے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔ جو کچھ ہونے والا ہے اور ہوگا سب پہلے سے لکھ دیا ہے۔ کسی کے قبضہ میں نفع یا نقصان کچھ نہیں ___!

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤ۔ نہیں بلکہ ہاتھ پیر ہلاؤ۔ کوشش کرو۔ مگر اللہ تعالےٰ سے مانگنے کے لیے مخلوق سے نہیں۔ تم دکان کھولو، اللہ تعالےٰ سے مانگنے کے لیے زراعت کرو اللہ تعالےٰ سے مانگنے کے لیے۔ صنعت و حرفت سیکھو اللہ تعالےٰ سے مانگنے کے لیے۔ کیوں کہ اللہ تعالےٰ سے مانگنے کا طریقہ جدا جدا ہے۔ جن چیزوں کے لیے ظاہر میں خدا نے کچھ اسباب بنائے ہیں اُن کے مانگنے کا طریقہ یہی ہے کہ ان اسباب کو اختیار کرکے اللہ تعالیٰ پر نظر رکھو۔ مثلاً اللہ تعالےٰ سے اولاد مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ نکاح کرکے اولاد مانگو۔ اور جن چیزوں کے لیے ظاہر میں اسباب نہیں بنائے گئے اُن کے مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سے دعا مانگو۔ جیسے بارش مانگنا یا بارش روکنے کی درخواست کرنا، وغیرہ وغیرہ

"ب۔ م"

مُشَاہَدہ

لغوی معنی معائنہ کرنا ہے۔ یہ بنا ہے شُہُود سے شَہِدَ المَجلِسَ مجلس میں حاضر ہونا شہد الشئ: معائنہ کرنا۔ اطلاع پانا شَہِدَ الجُمُعَۃَ: جمعہ پانا۔ اور شہد علیٰ کذا: گواہی دینا۔ اسم فاعل شاہد۔

مشاہدۂ حق دو طرح پر ہے۔ ایک تو یقین کی پختگی ہے اور دوسرے عشق و محبت خداوندی کا اس قدر غلبہ ہو کہ تمام کائنات محبوب حقیقی کا مظہر بن جائے۔ اور اُسے دوست کے سوا کوئی دوسری چیز دکھائی ہی نہ دے۔

چنانچہ حضرت محمد بن واسعؒ فرماتے ہیں میں نے کائنات میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ نہ ہو۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے ہر چیز میں حق تعالیٰ کا مشاہدہ کیا۔ چنانچہ جب کوئی سچا عاشق دیگر موجودات سے اپنی آنکھیں بند کرلے تو وہ اپنی چشم دل سے خالق کائنات کو ضرور دیکھ لیتا ہے۔ لہٰذا جو شخص مردانہ وار شریعت کے احکام پر عمل کرتا ہے اور ظاہری آنکھ کو شریعت کی حرام کردہ چیزوں سے بچاتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے جمال اور اس کی تجلیات کا مشاہدہ ضرور کرلیتا ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں جو شخص ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنکھیں بند کرلیتا ہے وہ صراط مستقیم کو کبھی نہ پاسکیگا کیونکہ غیر اللہ کی طرف رجوع کرنا درحقیقت خدا سے منہ موڑنا ہے۔ جو شخص غیر اللہ کا پجاری ہوا وہ شرک کی وجہ سے ہلاک ہوا پس اہل طریقت کے نزدیک اہل اللہ اور اہل مشاہدہ کی حقیقی عمر وہی ہوتی ہے جو مشاہدۂ ذات حق میں بسر ہوئی۔ اور جو وقت بلا مشاہدہ و عدم حضوری میں گزرے، وہ وقت

عمر میں شمار نہیں کیا جاتا۔

حضرت بایزید بسطامیؒ سے لوگوں نے پوچھا آپ کی عمر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا چار سال۔ لوگوں نے کہا یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا میری عمر کے ستر سال حجاب میں گزرے اور چار سال سے اُسے دیکھتا ہوں — حجاب کا زمانہ عمر میں شمار نہیں ہوتا۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں مصر کے بازار میں جا رہا تھا۔ میں نے کچھ لڑکوں کو دیکھا کہ وہ ایک جوان پر پتھر مار رہے تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ کیوں پتھر مار رہے ہو؟ وہ بولے یہ شخص پاگل ہو گیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ تم نے اس میں جنون کی کون سی چیز دیکھی اُنہوں نے کہا یہ کہتا ہے میں ہر وقت خدا کو دیکھتا ہوں۔ میں نے اُس شخص سے کہا اے جوان! واقعی تو یہ بات کہتا ہے؟ وہ بولا ہاں میں یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں۔ اگر میں ایک لحظہ بھی اپنے محبوب کو نہ دیکھوں تو میں محجوب رہوں گا اور جب محجوب ہو گیا۔ تو پھر اس کی عبادت و طاعت نہ کر سکوں گا۔

حضرت معروف کرخیؒ کے کسی دوست نے اُن سے پوچھا کہ وہ کون سی چیز ہے جو آپ کو مخلوق اور دنیا سے نفرت کرنے پر مجبور کرتی ہے اور خلوت و عبادت میں مشغول کیے ہوئے ہے۔ کیا موت کا خوف ہے یا قبر اور دوزخ کا عذاب یا بہشت کی اُمید؟

فرمانے لگے یہ سب کیا چیزیں ہیں، جس شہنشاہ کے قبضہ میں یہ سب چیزیں ہیں اگر تو اس کی دوستی کا مزہ چکھے تو سب کچھ فراموش کر دے اگر تجھے اُس سے معرفت اور آشنائی حاصل ہو جائے تو ان سب سے عار

کرنے لگے۔

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ ابو نصر تمارؒ اور عبدالوہاب وراقؒ کا کیا حال ہے؟ فرمایا میں نے انہیں بہشت میں چھوڑا وہ بہشت کا کھانا کھاتے تھے۔ پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ فرمایا کہ مجھے کھانے پینے کی چیزوں سے رغبت نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا دیدار عنایت فرمایا۔

حضرت علی ابن الموفقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں بہشت کو دیکھا۔ لوگ کھانا کھاتے تھے اور فرشتے ہر قسم کا پاکیزہ طعام اُن کے منہ میں، ڈالتے تھے۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ حظیرۃ القدس کے آگے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اور مبہوت ہو کر دیکھ رہا ہے۔ میں نے داروغہ بہشت سے پوچھا یہ کون ہے؟ اس نے بتایا یہ معروف کرخی ہے۔ جس نے نہ دوزخ کے ڈر سے عبادت کی نہ بہشت کی امید پر۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اس پر مباح کر دیا ہے۔

ابو سلیمان دارانیؒ کہتے ہیں کہ جو شخص آج اپنی ذات میں مشغول ہے وہ قیامت کے دن بھی ایسا ہی ہو گا۔ اور جو آج اللہ تعالیٰ کی طرف مشغول ہے قیامت کے دن بھی ایسا ہی ہو گا

حضرت یحییٰ بن معاذؒ کہتے ہیں میں نے ایک رات بایزیدؒ کو دیکھا کہ نماز عشا سے صبح تک ایڑیاں تھامے اور آنکھیں پھاڑے مبہوت[ع] حیرانی کے عالم میں کھڑے رہے آخر سجدہ کیا اور سر اٹھا کر دعا کی۔ اے خدا! ایک گروہ نے تجھ سے طلب کیا تو نے کرامت عطا کی کہ وہ پانی پر

ع حواس باختہ از خود رفتہ

چلیں اور ہوا میں اُڑیں میں ان سے تیری پناہ لیتا ہوں۔ تو نے ایک قوم کو روئے زمین کے خزانے دیئے اور ایک گروہ کو تو نے وہ بات عطا کی کہ ایک رات کثرت سے سفر کریں اور اس پر خوش ہوں میں ان سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔

پھر میری طرف دیکھا اور کہا اے یحیٰ! تو یہاں ہے؟ میں نے کہا ہاں حضور۔ پھر فرمایا کب سے؟ میں نے کہا دیر سے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ ان احوال کے متعلق مجھ سے بھی کچھ فرمائیں۔ فرمایا جو تیرے لائق ہے بتاتا ہوں۔ مجھے ملکوتِ اعلیٰ اور اسفل میں پھرایا گیا۔ عرش۔ کرسی۔ آسمانوں اور بہشتوں میں لے گئے اور فرمایا ان میں سے مانگ جو چاہتا ہے تاکہ تجھے دیا جائے۔ میں نے عرض کیا مجھے ان میں سے کسی چیز کی حاجت نہیں ہے فرمایا تو ہمارا سچا بندہ ہے۔

مُزکیؔ، بایزید رحمتہ اللہ علیہ کا ایک دوست تھا۔ ایک دن اس نے کہا میں تیس سال سے نماز پڑھتا ہوں اور روزہ رکھتا ہوں۔ لیکن جو بات تجھ میں ہے مجھ میں نہیں۔ کہا اگر تین سو سال بھی کرے تو کچھ حاصل نہ ہوگا عرض کیا کس طرح؟ فرمایا تو اپنی خودی میں محجوب ہے۔ کہا اس کا کیا علاج ہے؟ فرمایا تو نہیں کر سکتا۔ کہا بتائیے میں ضرور کروں گا۔ فرمایا نہیں تو نہیں کرے گا۔ کہا بتائیے تو سہی ضرور کروں گا۔

فرمایا ابھی حجام کے پاس جا۔ اپنی ساری داڑھی منڈا دے۔ ننگا ہو جا کمر میں آزار باندھ لے۔ جوز[ع] سے بھرا ہوا توبرہ گردن میں لٹکالے۔ اور بازار میں منادی کر کہ جو لڑکا میری گردن پر اینٹ مارے گا اس کو

ع اخروٹ

ایک جوز (اخروٹ) دوں گا ۔ اور اسی طرح قاضی اور منصف کے پاس جا ۔

مزکی بولا ۔ سبحان اللہ آپ کیا کہتے ہیں ؟

فرمایا سبحان اللہ کہہ کر تو نے شرک کیا ۔ کیونکہ تو نے اپنی تعظیم کی وجہ سے یہ کہا ۔ کہا کچھ اور بیان فرمائیے میں یہ علاج نہیں کر سکتا ۔ فرمایا پہلا علاج یہی ہے ۔ جو شخص طلب جاہ و تکبر میں مشغول ہو اس کے درد کا یہی علاج ہے ۔

اکسیر ہدایت ۶۲۸ و ۶۲۹

توحید

توحیدِ خالص حاصل کرو اور وہ یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی پر نظر نہ کرو کیونکہ وہ یکتا ہے۔ جب تم نے یَا اَللّٰہُ کہا تو تم نے اَللّٰہ کو اسم اعظم کے ساتھ یاد تو کیا مگر اُس کی حقیقت و عظمت سے محروم ہو۔ کیونکہ تم نے یا اللہ اپنی شان کے موافق کہا ہے۔ اس نام کی شان کے موافق نہیں کہا سب سے بڑی تونگری اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ سے مانوس ہونا ہے۔ اور سب سے بڑا افلاس یہ ہے کہ ہمیشہ مُردوں سے ہی مانوس رہے۔ "یعنی مخلوق سے اُنسیت مُردوں کے ساتھ اُنسیت ہے"۔

دلوں کے پردوں میں سب سے زیادہ موٹا پردہ مخلوق کی طرف جُھکنا ہے۔

یاد رکھو معرفۃ کی کان دل ھے اس کو سب سے پہلے درست کرنا چاہیے خدا تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ

بے شک اس قرآن میں نصیحت ہے اُس کے لیے جس کے پاس اچھا دل ہو۔

اور ارشاد ہے:۔

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ

جو شخص خدائی نشانات کی تعظیم کرتا ہے۔ تو یہ اس کے دل کی صلاحیت اور متقی ہونے کی علامت ہے۔

بزرگو! جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرتا ہے کہ اپنے باطن کو اللہ کے ماسوئیٰ کی طرف التفات کرنے کی آفت سے محفوظ رکھے اللہ تعالیٰ اُس کے لیے حجابات بُعد سے نکلنے کا راستہ پیدا فرما دیتے ہیں (یعنی اس کے لیے وہ پردے اٹھا دیے جاتے ہیں جو اللہ سے دور کرنے والے ہیں اور قرب الٰہی کا راستہ

کھل جاتا ہے)

اور اُس کو اپنا مشاہدہ اور قرب و وصال اس طرح عطا فرماتے ہیں کہ اُس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

بندہ کے لیے اپنے پروردگار کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو پہچانے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ جس نے خود کو پہچان لیا اُس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا۔ جس نے یہ جان لیا کہ میں خدا کا ہوں اس نے اپنے کو پہچان لیا۔ پھر وہ اپنا سب کچھ خدا پر قربان کردے گا ؏

آنکس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند فرزند و عیال و خانماں را چہ کند ؏

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش
باز جوید روزگار وصل خویش

اللہ تعالےٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ یاد رکھ جس نے مجھے پہچان لیا۔ اُس نے مجھے چاہا اور جس نے طلب کیا مجھے پالیا اور جس نے مجھے پالیا وہ میرے سوا کسی کو میرے مقابلہ میں محبوب نہ بنائیگا۔

عَجِبْتُ لِمَنْ یَّقُوْلُ ذَکَرْتُ رَبِّیْ وَھَلْ اَنْسٰی فَاَذْکُرُ مَانَسِیْتُ
اَمُوْتُ اِذَا ذَکَرْتُكَ ثُمَّ اَحْیَا وَلَوْلَا مَاءُ وَصْلِكَ مَاحَیِیْتُ
فَاَحْیَا بِالْمُنٰی وَاَمُوْتُ شَوْقًا فَکَمْ اَحْیَا عَلَیْكَ وَکَمْ اَمُوْتُ
شَرِبْتُ الْحُبَّ کَاْسًا بَعْدَ کَاْسٍ
فَمَا نَفِدَ الشَّرَابُ وَمَا رَوِیْتُ

ترجمہ :- مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو میرے متعلق کہتا ہے کہ میں نے خدا

؏ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی توضیح اس طرح فرمائی ہے اپنے نفس کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اس بات پر غور کرے (باقی بر صفحہ ۲۲۴)

؏ جس نے تجھے پہچان لیا وہ جان و مال، فرزند و عیال کا کیا کرے گا۔

کو یاد کیا۔ اور کیا میں اُس کو بھولتا بھی ہوں جو بھولے ہوئے کو یاد کروں

۲ میں تو جب آپ کو یاد کرتا ہوں مر جاتا ہوں پھر زندہ ہوتا ہوں اور اگر آپ کے وصال کا آبِ حیات نہ ہوتا تو میں زندہ نہ ہوتا۔

۳ میں آرزوئیں لے کر زندہ ہوں اور شوق کے غلبہ سے مر جاتا ہوں تو اب کب تک میں آپ پر مرتا اور جیتا رہوں گا۔

۴ میں نے محبت کے جام پر جام پیے۔ پھر نہ تو یہ شراب ہی ختم ہوئی اور نہ میں ہی سیراب ہوا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۳) کہ انسان کس چیز کا نام ہے؟ کیا بدن کا نام انسان ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ آدمی جب کہتا ہے میں ایسا ہوں۔ میں یہ کر سکتا ہوں تو اُس کے بدن کا کوئی حصہ مراد نہیں ہوتا بلکہ دوسری چیز مراد ہے جو اُس کے بدن کے اندر حکومت کر رہی ہے۔ آدمی پہلے کسی کام کا ارادہ کرتا ہے پھر بدن کو اس کام کے لیے حرکت دیتا ہے۔ یہ ارادہ کرنے والا کون ہے؟ یقیناً بدن نہیں، بلکہ دوسری چیز ہے۔ یہی چیز ہے جو موت کے وقت بدن سے نکل جاتی ہے اور اب اس بدن میں اور بے جان پتھر میں کچھ فرق نہیں رہتا۔ اسی کا نام روح ہے، اسی روح انسانی کا نام دراصل انسان ہے۔ اسی روح سے، بدن کا حسن و جمال ہے اسی سے جسم کا نشوونما ہے اسی سے بدن بڑے بڑے کام کرتا ہے۔ اب آدمی غور کرے کیا وہ اپنی روح کی حقیقت سے واقف ہے؟ کیا اُس نے اپنی روح کو دیکھا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس وقت انسان کو معلوم ہو گا کہ جب وہ خود اپنے سے بے خبر ہے تو دوسرے اس سے خبردار کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ یقیناً سب لوگ محض اس کی صورت سے آشنا اور صورت سے ہی محبت کرنے والے ہیں خود اُس سے کسی کو محبت نہیں کیونکہ محبت کا مدار معرفت پر ہے جب کسی کو اُس کی

حقیقتِ توحید

توحید کیا ہے ؟

توحید یہ ہے کہ اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی خاص عظمت کو محسوس کرو جو تعطیل اور تشبیہ دونوں سے تمہارے ذہن کو دور رکھے ۔

(بقیہ حاشیہ صـ ۲۲۴) معرفت ہی نہیں تو محبت کیوں کر ہو سکتی ہے ۔ اب اس کو سمجھنا چاہیے کہ دراصل اس کا چاہنے وہ خالق جل وعلا ہے جس نے اس کو پیدا کیا ۔ کیونکہ اُس کو ہی اس کی (روح) معرفت ہے اور خدا کے بعد سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے محبت ہے کہ اُن کو خدا تعالیٰ نے دوسروں سے زیادہ روح کی معرفت دی ہے اس کے بعد یہ سمجھنا چاہیے کہ مرنے کے بعد انسان کا جسم تو دنیا میں رہ جاتا ہے کیونکہ وہ دنیا کی چیز ہے ۔ اگر روح بھی دنیا کی چیز ہوتی تو موت نہ آتی موت آنے کا سبب یہی ہے کہ روح دوسرے عالم کی ہے وہ وہاں جانا چاہتی ہے گویا یوں کہیے کہ انسان جو دراصل روح کا دوسرا نام ہے) اس عالم کی چیز نہیں بلکہ دوسرے عالم کی چیز ہے اور جیسے روح نظر نہیں آتی اس وقت وہ دوسرا عالم بھی نظر نہیں آتا جب روح اس عالم میں پہونچے گی اُس وقت وہ عالم بھی نظر آئے گا اور قسمت نے یاوری کی تو خالق جل وعلا کا دیدار بھی نصیب ہوگا اس عالم میں جب انسان خود اپنے یعنی اپنی روح کے دیدار سے محروم ہے تو خالق کے دیدار کی جرأت کیوں کر کر سکتا ہے اس حقیقت کو سوچنے کے بعد انسان کو معلوم ہو گا کہ اس کا اصل وطن یہ دنیا نہیں ہے بلکہ دوسرا عالم ہے جہاں پہونچنے کے لیے روح اس بدنِ خاکی کو چھوڑ دیتی ہے اور اس کو افسوس ہوگا کہ اب تک اُس نے جو کچھ کیا خاص اپنے واسطے نہیں کیا بلکہ بدن خاکی کی

(باقی بر صـ ۲۲۶)

تعطیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ اعتقاد کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کارخانۂ قدرت فلاں بزرگ یا رسول یا فرشتہ کے حوالے کر دیا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ خود کچھ نہیں کرتے جو کچھ کرتے دوسرے کرتے ہیں۔

اور تشبیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو مخلوق کی ذات وصفات کے مشابہ سمجھے۔ مثلاً خدا کے علم کو مخلوق کے علم کے مشابہ اور خدا کی قدرت کو مخلوق کی قدرت کے مشابہ یا خدا کے رحم کو مخلوق کے مشابہ سمجھے یہ دونوں

(بقیہ صـ۲۲۵) راحت کے لیے کیا۔ دنیا میں گھر بنایا، دکان چلائی یا بڑا عہدہ حاصل کیا محض اس لیے کہ بدن کو غذا ملے، آرام ملے۔ روح نے ایک دن بھی نہ پوچھا کہ تو کیا چاہتی ہے؛ اگر اُس سے پوچھتا تو وہ بھی کہتی کہ میرے واسطے اُس جگہ کا بندوبست کر جہاں میں بدن سے نکل کر جانے والی ہوں نیز انسان کو یہ بھی محسوس ہوگا کہ اب تک اس نے جن لوگوں کے ساتھ دل لگایا دراصل وہ اس کے دوست نہ تھے اُس کے بدن کے دوست تھے۔ باپ، ماں، بیوی، اولاد سب کا یہی حال ہے کہ وہ انسان کے دوست نہیں صرف اس کی صورت اور بدن کے دوست ہیں۔ اُن کو روح کی خبر ہی نہیں تو اُس سے اُن کو محبت کیوں کر ہو سکتی ہے۔ اور جو انسان کا اصل چاہنے والا ہے اور اُس کی حقیقت کو جاننے والا اللہ ہے اُس سے اب تک یہ غافل رہا۔ پس انسان اگر اپنی حالت اور حقیقت میں پوری طرح غور کرے تو اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لیے راستہ کھل جائے گا اور معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ میرے قریب ہے کیونکہ مجھے خود اپنی خبر نہیں کہ کیا ہوں اور اُس کو میری حقیقت تک معلوم ہے کیونکہ وہ خالق ہے اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔ کیا جس نے پیدا کیا اُس کو بھی علم نہ ہوگا وہ تو بڑا باریک بین اور بڑا خبردار ہے۔

اعتقاد و غلط و باطل ہیں۔قرآن پاک میں ارشاد ہے:۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ — نہیں ہے اُس کے مانند کوئی

اور:۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ — اور نہیں ہے اُس کا ہمسر کوئی

یعنی نہ ذات میں اُس جیسا کوئی اور نہ صفات میں اُس جیسا کوئی اس لیے جو شخص سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خدا تعالےٰ جیسا عالم الغیب والشہادۃ یا خدا تعالیٰ کے نور کے مانند آپؐ کے نور کا اعتقاد رکھے وہ ہرگز ہرگز اہل توحید سے نہیں ہو سکتا بلکہ وہ منکرِ خدا اور رسول ہے اللہ تعالےٰ ہم کو اس قسم کے باطل عقائد سے محفوظ رکھیں۔ اور ہم کو صراطِ مستقیم پر چلائیں۔

اِتّبَاعِ سُنّت

اس طریقے کی بنیادوں کو سنت کے زندہ کرنے اور بدعت کے مٹانے سے مضبوط کرو

بزرگو! درویش اُس وقت تک طریقت پر ہے جب تک سنت پر جما ہوا ہے۔ اور جس وقت وہ سنت سے ہٹا طریقت سے علیحدہ ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

(اے محمد) کہدو اگر تم لوگ اللہ سے محبت رکھتے ہو تو (بہر صورت) میری (سنت کی) تابعداری کرو۔ اللہ تم کو دوست بنائے گا (یعنی ولایت کا درجہ دیگا) اور تمہاری خطائیں معاف کرے گا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

والذی نفسُ محمدٍ بیدہٖ لَا یُؤمِنُ اَحَدُکُم حتیٰ یکونَ ھَوَاہُ تبعًا لِمَا جِئتُ بِہٖ

قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے تم میں کا کوئی شخص صاحب ایمان نہیں بن سکتا جب تک کہ اُس کی کل خواہشات میرے لائے ہوئے طریقہ (سنت) کے تابع نہ ہو جائیں

چنانچہ عارفِ کامل حضرت سید احمد کبیر رفاعی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس فرماتے ہیں۔

دائمی سعادت کی کنجی

میں تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ دائمی سعادت کی کنجی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے تمام افعال میں جو آپؐ نے کیے ہیں اور جن سے آپؐ رکے ہیں۔ اسی طرح آپ کی وضع قطع اور سنتوں کا۔ کھانے پینے، اٹھنے، بیٹھنے، سونے، بولنے میں اتباع کیا جائے تاکہ تم کو اتباع کامل نصیب ہو جائے، ہم کو ایک بزرگ کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے عمر بھر خربوزہ نہیں کھایا کیوں کہ اُن کو کسی حدیث سے یہ معلوم نہ ہوا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ کس طرح کھایا ہے۔ اسی طرح ایک بزرگ نے بھولے سے موزہ کو بائیں پیر میں پہننا شروع کر دیا تو اس (خلافِ سنت حرکت) کے کفارہ میں گیہوں خیرات کیے۔ ب م ۸۵

سُنت کا چھوڑنا سعادت کے عظیم دروازہ کو بند کرنا ہے

خبردار! یہ مت کہنا کہ یہ باتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات سے متعلق ہیں عبادات سے متعلق نہیں اور یہ کہہ کر اُن کو چھوڑ دو۔ یاد رکھو۔ ان کا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا چھوڑنا سعادت کے دروازوں میں سے بہت بڑے دروازے کو بند کر دے گا۔ باقی عبادات میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہ کرنے کے لیے میرے خیال میں کسی کے پاس کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ سوا اس کے کہ اُس کے دل پر کفر چھایا ہوا ہو یا پورا احمق ہو۔ اللہ ہم کو اور تم کو اس سے بچائے۔ ب م ۸۵

کوئی عاقل سنت کی خوبی سے انکار نہیں کر سکتا

بزرگو! خدا کی قسم، میرے خیال میں تو روئے زمین پر کوئی بھی

عاقل جسے بُرے بھلے کی کچھ تمیز ہو ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں یہ اعتقاد اور دماغ میں اس بات کا یقین نہ ہو کہ عبادت کی جو صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی ہے اور عادت کی جو سنت آپؐ نے اختیار فرمائی ہے وہی پسندیدہ۔ بہتر اور کامل حالت ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اور مخلوق کے نزدیک بھی۔ اور یہی وہ آداب ہیں جو خالق کے نزدیک مقبول اور مخلوق کے نزدیک محبوب ہیں۔ دل کو اطمینان اور نفس کو سکون ان ہی سے ہوتا ہے۔ کیا نشہ میں مست ہونے والے اور ہوش والے، چوری کرنے والے اور امانت والے، جھوٹ بولنے والے سچ بولنے والے، زنا کرنے والے اور عفت و عصمت والے اور تکبر کرنے والے اور تواضع کرنے والے سخاوت کرنے والے اور بخل کرنے والے، ظلم کرنے والے اور انصاف کرنے والے، جھوٹا دعوےٰ کرنے والے اور سچا دعویٰ کرنے والے مکر و فریب کرنے والے اور رحم و کرم والے۔ عبادت کرنے والے اور سونے والے عقل والے اور پریشان خیال والے۔ نیک کام کرنے والے اور بُرا کام کرنے والے۔ کافر اور مومن کی حالت میں عقلِ انسانی کچھ فرق نہیں سمجھتی؟

یقیناً سمجھتی ہے جس کا انکار نہیں ہوسکتا۔ اب دیکھ لو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کا حکم فرمایا اور جن عادات سُنن کو اختیار فرمایا ہے۔ وہی سب سے اچھی ہیں یا نہیں؟

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ	بے شک اس میں بڑے دلائل ہیں عقل والوں کے لیے۔

اللہ اللہ! اس رسول عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ہمارے پاس تمام عالم کے لیے رحمت، مخلوق پر حجت اور موحدین اہل توحید کے لیے نعمت بن کر تشریف لائے ہیں پوری متابعت اور کامل پیروی کرو۔ ب ۴ م ۸۶ لہٰذا سنت کی مضبوط رسی کو پکڑے رہو جس کا پکڑنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوتا۔ اللہ اللہ! حدود پر جمے رہو اور اس سردار عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لو ؎

مالی والفاظ زید وو ھم عمرو و بکر
وجہ الشریعۃ اھدیٰ من سر ذاک و سری

ترجمہ:- مجھے زید کے الفاظ اور عمرو اور بکر کے وہم سے کیا لینا۔ شریعت (سنت) کا روشن چہرہ اُس کے اسرار اور میرے اسرار سے زیادہ راہ دکھانے والا ہے۔

سنت کی اہمیت پر حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجۂ ذیل مقالہ سپرد قلم فرمایا:-

انسان کی اصل سعادت مندی یہی ہے کہ وہ اپنی تمام حرکات و سکنات میں، چال ڈھال میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنتوں اور آپؐ کے طریقے کا اتباع کرے۔ اور اس کا طرز زندگی نمونہ ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا۔

سیدنا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام افعال کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:-

(۱) عبادات - نماز - روزہ حج - جہاد - ذکر اذکار

(۲) **عادات** - کھانا پینا۔ سونا جاگنا۔ اٹھنا بیٹھنا۔ دوستوں کے ساتھ میل جول ملاقات۔ دشمنوں کے ساتھ برتاؤ کے طریقے۔ ہمسایوں اور عزیزوں کے ساتھ سلوک اور مدارات۔ وضع قطع عـــہ وغیرہ یہ سب چیزیں عادات میں شامل ہیں۔

پس اُن لوگوں پر لازم ہے جنہوں نے صدقِ دل سے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا پیغمبر تسلیم کیا ہے کہ اپنی عبادات میں بھی اور عادات میں بھی اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسی طرح اقتدار و اتباع کیا کریں جس طرح مقتدی نماز میں اپنے امام کی اقتدا کرتا ہے۔ کیونکہ جب امام تسلیم کر لیا اور اُس کے پیچھے نماز کی نیت باندھ کر کھڑا ہوگیا تو اب یہ کہاں درست ہے کہ اپنی مرضی کا قیام کرے اور اپنی مرضی کا رکوع یا اپنی مرضی سے قعدہ کرے اور اپنی مرضی سے سلام پھیرے۔ بلکہ اپنی مَرضیات کو امام کی مُرضیات میں گم کردینے اور فنا کردینے کا نام اقتدار ہے۔

مگر امام کی اقتدار صرف نماز پڑھنے تک محدود ہے اور باقی اوقات میں مقتدی آزاد ہے۔ لیکن اِمامُ الاُمّتہ اور اِمامُ الشریعتہ آقائے نامدار سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار و اتباع کا یہ مطلب ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں صورت میں، سیرت میں، اخلاق میں، عادات میں، عبادات میں، موت و حیات کے رسم و رواج میں غرضیکہ زندگی کے ہر نشیب و فراز میں اپنی پسند اور ناپسند کو حضرات اِمامُ الاُمّت امام الشریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پسند اور ناپسند میں فنا اور گم کردے۔ یعنی جو آں حضور صلی اللہ علیہ

عـــہ لباس، صورت سیرت سیاست معاشرت کھانا پینا بولنا چپ رہنا حلم و عفو وغیرہ حضور کے شمائل و خصائل میں اتباع کی کوشش چاہیے۔

وسلم کو پسند ہو وہی اُن کے اُمتی کو پسند ہو اور جو آں حضرتؐ کو ناپسند ہو وہ اُمتی کو بھی ناپسند ہو۔

جب نماز امام کی اقتداء و اتباع کے بغیر درست نہیں تو اسلام بغیر امام الاسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع و اقتداء کے کیسے درست ہو سکتا ہے؟

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ	اور پیغمبر جو بھی تم کو دیں اس کو
فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ	لے لو اور جس سے تم کو روکیں اُس
عَنْهُ فَانْتَهُوْا	سے رُک جاؤ۔

اس فرمان میں حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ قید نہیں لگائی کہ عبادتوں میں تو پیغمبر اور اِمَامُ الْاِسلام کا اتباع و اقتداء کرو اور عادات و اخلاق میں اُن کا اتباع و اقتداء نہ کرو۔

بلکہ آیت کی عمومیت کا تقاضہ ہے کہ جس طرح عبادتوں میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ضروری ہے اسی طرح عادات میں بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع انتہائی ضروری، اور رحمت الٰہی کے خزانوں کی کنجی ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس کی اہمیّت کو سمجھ کر سُنّت کی شاہراہ پر مضبوطی اور ہمت کے ساتھ چلنا اختیار کیا۔ اور بدعات کی پگڈنڈیوں سے راہ فرار اختیار کیا۔

اور منحوس و بدبخت ہیں وہ لوگ جنہوں نے دولت اسلام کے بعد بھی سنت اور بدعت کے فرق کو نہ جانا۔

یا حضرت امام الامت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ و سنت کو چھوڑ کر غیر مسلموں کے طریقوں کو پسند کیا۔

حکایت حضرت شیخ محمد بن اسلمؒ نے تمام عمر صرف اس خیال سے کبھی تربوز نہیں کھایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربوز کھانے کا طریقہ اُن کو معلوم نہ تھا۔

حکایت ایک اور بزرگ نے ایک مرتبہ موزہ بھول کر اول بائیں پاؤں میں پہن لیا تو اس کے کفارے میں جب تک ایک بوری گندم کی خیرات نہ کر دی، اُس وقت تک چین سے نہ بیٹھے۔

حکایت حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک بار بیت الخلاء میں جاتے وقت بھولے سے دایاں پاؤں داخل کر کے قضاءِ حاجت کے لیے چلے گئے۔ فرمایا کرتے تھے اس سُنّت کے سہواً ترک کرنے کا یہ اثر ہوا کہ فیضانِ الٰہی کی آمد بالکل بند ہو گئی۔ آخر کثرتِ استغفار اور توبہ کے بعد آمدِ فیض شروع ہوئی۔

جب سہواً ترکِ سنت کا یہ اثر ہے تو پھر عمداً سنت کا تارک کیسے فیض یابِ رحمت ہو سکتا ہے؟

معلوم ہوا کہ کامل اتباع اور پوری سعادت مندی یہی ہے کہ تمام عادتوں میں بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری طرح اتباع کیا جائے۔ کیونکہ اس میں بے شمار فائدے ہیں اور ذرا سے تساہل میں ایسی نعمتِ عظمیٰ کا کھو بیٹھنا بڑی حماقت اور بے وقوفی ہے

کمالِ اتباع کے فوائد:

ہمارے قلب کو ہمارے اعضاء سے خاص تعلق ہے۔ اور اعضاءِ بدن کے تمام افعال اور کاموں کا اثر دل کے اندر پہونچتا ہے۔ لہٰذا جب تک اعضاء کی حرکات و سکنات حدِّ اعتدال پر نہ ہوں گی اُس وقت تک قلب کو صلاحیت

اور باطنی نورانیت کبھی حاصل نہ ہو گی۔ کیونکہ انسان کا قلب آئینہ کی طرح ہے۔ اور آئینہ آفتاب کی روشنی سے اُسی وقت روشن ہو سکتا ہے جب کہ اُس میں تین صفتیں موجود ہوں۔

اول یہ کہ اس کو قلعی یعنی صیقل کیا جائے

دوسرے یہ کہ خود آئینہ بھی صاف اور شفاف ہو اس پر کسی قسم کا میل کچیل اور گرد و غبار نہ ہو

تیسرے یہ کہ یہ آئینہ آفتاب کے بالکل متقابل ہو۔ یعنی آفتاب کے ساتھ اس کا تقابل صحیح ہو۔ کجی اور ٹیڑھاپن اور اس میں بالکل نہ ہو پس اسی طرح قلب کے اندر بھی اوپر والی جب یہ تینوں صفات موجود ہوں گی مثلاً :-

(۱) خواہشاتِ نفسانی کے ترک کر دینے سے اس کی صیقل ہو جائے

(۲) ذکر الٰہی سے اس میں صفائی مزید ہو جائے۔

(۳) اعضاء کے افعال کو اعتدال پر رکھنے سے اس میں کجی اور ٹیڑھاپن نہ آنے پائے،

اُس وقت بے شبہ اس قلب میں تجلیاتِ باری تعالیٰ کا عکس پڑیگا

اعتدال کے معنےٰ :-

(۱) اعتدال کے معنی یہ ہیں کہ ہر چیز کو اُس کے موقعہ پر رکھا جائے مثلاً چار سمتوں میں سے ایک سمت یعنی جانب قبلہ کو اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی ہے۔

اس لیے تمام نیک کاموں میں مثلاً ذکر الٰہی ہو یا تلاوت قرآن مجید۔ وضو ہو یا دعا۔ ان سب کاموں میں قبلہ کی جانب رُخ کیا جائے

اور جو افعال گھناؤنے، گھن کرنے کے قابل ہیں یعنی جن سے طبیعت کو کراہت و نفرت آتی ہے۔ مثلاً پاخانہ۔ پیشاب، ناک صاف کرنا، استنجا کرنا جماع اور ہم بستری کرنا۔ ان کاموں کے کرنے کے وقت قبلہ کی جانب سے رُخ پھیر لینا چاہیے۔ قبلہ کی جانب کا اس طرح پر خیال رکھنا چونکہ سمت قبلہ کی عزت قائم کرنا ہے۔ لہذا یہی اعتدال ہے۔

(۲) یا مثلاً حق تعالیٰ نے دہنی جانب کو بائیں جانب پر شرف بخشا ہے اس لیے تم کو بھی اس شرف کا ہر وقت خیال رکھنا چاہیے یعنی اگر اچھے کام کرنے ہوں مثلاً کلام مجید اُٹھانا۔ روٹی کھانا، خیرات کرنا یا کسی کو پانی دینا ہو تو داہنا ہاتھ آگے بڑھاؤ یہ سب کام دائیں ہاتھ سے انجام دو۔

مگر گندے اور میلے کام مثلاً استنجا کرنا۔ ناک صاف کرنا۔ جوتا اٹھانا۔ یا ضرورتاً کسی ناپاک چیز کو ہاتھ لگانا ہو تو ان کاموں میں بایاں ہاتھ آگے بڑھاؤ اور اُس سے یہ خدمت انجام دو

کپڑا پہنو تو اول دائیں طرف۔ جوتا پہنو تو اول دائیں پاؤں میں۔ مسجد میں جاؤ تو اول دائیں پاؤں کو داخل کرو۔

اور جب مسجد سے باہر نکلو تو اول بایاں پاؤں نکالو۔ بیت الخلاء میں جاؤ تو بایاں داخل کرو اور جب پاخانہ سے باہر آؤ تو دایاں پاؤں اول نکالو۔

غرضیکہ ہر شے کے مقام اور مرتبے کا خیال رکھنا عدل و انصاف کہلاتا ہے۔ اور اسی ظاہر کے اعتدال سے باطن یعنی قلب بھی معتدل اعتدال والا اور مستوی سیدھا ہو جائے گا۔ یعنی اس میں ٹیڑھا پن نہ رہے گا۔

اگر یہ نکتہ آپ کی سمجھ میں نہیں آتا تو پھر ہماری اس بات کا عملاً تجربہ کر کے دیکھ لو۔ اس کی صداقت خود بخود معلوم کر لوگے۔ بار بار آپ نے اس کا تجربہ کیا ہوگا کہ جو لوگ سچ بولنے کے عادی نہیں ہوتے اُن کے خواب بھی اکثر جھوٹے ہوتے ہیں کیوں کہ سچائی کی عادت اور راست گوئی سے قلب میں اعتدال راستی اور استقامت آجاتی ہے اس لیے ایسے لوگوں کے خواب اکثر سچے ہوتے ہیں۔

مگر جھوٹ بولنے سے دل میں کجی (اور ٹیڑھا پن) پیدا ہو جاتی ہے اس لیے خواب بھی اکثر جھوٹے نظر آتے ہیں۔ شعر و شاعری کرنے والے شاعر لوگ چونکہ اکثر جھوٹے مبالغہ اور بے ہودہ خیالات کے عادی ہو جاتے ہیں اس لیے جھوٹے خیالات کے ذریعے ان کے قلوب درست اور ٹھیک نہیں رہتے کہ ان میں کجی پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جہاں تک ہو سکے جھوٹے افکار و خیالات کو دل میں جگہ نہ دو ورنہ دل کا اعتدال ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

اعتدال کے دوسرے معنیٰ

دوائیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ بعض وہ جن کے اثر و تاثیر میں مناسبت ہے جیسے شہد کہ اس کا مزاج گرم ہے اس لیے یہ گرم مزاج والوں کو نقصان دیتا ہے اور سرد مزاج والوں کو نفع پہونچاتا ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ دوا کی تاثیر میں اور دوا میں کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ اس کا نام خاصیت ہے۔ اس قسم کی دوائیں۔ بالخاصہ یعنی اپنی خاصیت کے ساتھ اثر دکھاتی ہیں۔

جیسے مقناطیس کی خاصیت ہے کہ وہ لوہے کو اپنی جانب خود بخود کھینچ لیتا ہے۔ یا جیسے سقمونیا مسہل صفراء ہے کہ اسہال کے ذریعے رگوں سے صفراء کو کھینچ لیتا ہے تو سقمونیا کی تاثیر بالخاصہ ہے۔ مگر مقناطیس اور سقمونیا کی یہ تاثیریں صرف تجربے سے معلوم ہوئی ہیں تجربہ کے علاوہ کچھ چیزوں کی خاصیت و تاثیر الہام سے اور کچھ کی وحی الٰہی سے بھی معلوم ہوئی ہیں۔

جو خداوند تعالےٰ کی طرف سے خاص خاص بندوں کو بذریعہ الہام یا بذریعہ وحی تبلا دی جاتی ہے۔ مثلاً سودی کاروبار کی خاصیت یہ ہے کہ سودی کاروبار میں خیر نہیں ہوگی۔ اس کی برکات اور مال کے حقیقی فائدوں سے محرومی۔ لیکن یہ سودی کاروبار میں بے برکتی کی خاصیت ہم کو بذریعہ وحی الٰہی تبلائی گئی ہے۔

یا حلال جانوروں کا روح اور جسم کے لیے مفید ہونا اور حرام جانوروں کا روح یا جسم کے لیے مضر ہونے کی تفصیل بذریعہ الہام ربانی اور وحی رحمانی ہم کو تبلائی گئی ہے — جو اپنی جگہ قطعی، درست اور صحیح ہے اور تجربہ کے بعد یہ خاصیتیں مشاہدہ میں آچکی ہیں۔

دوا کی مانند اعمال کی تاثیر:

دواؤں کی طرح اعمال و افعال کی تاثیر بھی دو ہی طرح کی ہیں۔

(۱) یعنی بعض اعمال اور اُن کی تاثیریں تو مناسبت کھلی ہوئی موجود ہے مثلاً نفس کی خواہشوں کا پورا کرنا اور دنیوی لذتوں کے پیچھے پڑجانا مضر اور نقصان دہ ہے۔ کیوں کہ مرتے وقت دنیا سے جب روانگی ہوگی

اور ظاہر ہے کہ ایک نہ ایک دن یہ ضرور ہونا ہے اور اُس وقت یقیناً لذتوں کو چھوڑتے ہوئے حسرت ہوگی اور جب کچھ بس نہ چلے گا اور بن نہ پڑے گا حسرت بھری نگاہوں سے اپنی کوٹھی بنگلہ جائداد، مال ومویشی اور کاروبار کو دیکھتا ہوا اور یہ کہتا ہوا دنیا سے رخصت ہو جائے گا کاش مجھے دنیا میں قرار ہوتا۔ کاش مجھے عمر عزیز ہزار سالہ ملتی یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ط وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ط پس دنیاوی لذتوں میں پڑنے اور اُن کے نقصان دہ نتائج میں کھلی ہوئی مناسبت ہے۔

تاثیر ذکرِ الٰہی:

ذکرِ الٰہی فائدہ مند ہے کیونکہ ذکر کے سبب حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگی اور معرفت الٰہی کی بدولت محبتِ خداوندی کا ثمرہ اور نتیجہ یہ ہوگا کہ آخرت کی پائیدار لذتوں کے شوق میں دنیا سے جاتے وقت کچھ بھی حسرت نہ ہوگی بلکہ اپنے محبوب اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ سے ملنے کے شوق میں ہنسی خوشی اس دنیا سے رخصت ہوگا ؎

نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے
تا درِ مے کدہ شادان وغزل خواں بردم

اور کہے گا ؎

وقت آں آمد کہ من عریاں شوم
جسم بگذارم سراسر جاں شوم

لہٰذا ذکرِ الٰہی۔ اُس کے ثمرات واثر میں بھی مناسبت ظاہر ہے۔

اعمال کی دُوسری(۲) قسم:

جن کی تاثیر خاصیت کے ساتھ اور بالخاصّہ ہوا کرتی ہے۔ جو وحی اور نورِ نبوت کے علاوہ کسی طرح بھی معلوم نہیں ہو سکتی۔ اور اکثر اعمال شریعت چونکہ اس قسم میں داخل ہیں، لہٰذا جب تم یہ دیکھو۔ کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے دو مُباح کاموں میں سے باوجود دونوں پر قدرت ہونے کے ایک کو ترجیح دی ہے مثلاً استنجا دائیں ہاتھ سے بھی کر سکتے تھے مگر بائیں ہاتھ کو خاص کر اس کام میں لگایا۔ اور دائیں ہاتھ کو اس کام سے علیحدہ رکھا۔ تو یہ علامت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی خاصیت معلوم فرما کر ہی ایسا کیا ہے اور ضرور اُس میں کوئی خاص نفع ہے جس کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔

تعجب کی بات:

تعجب تو اُس شخص پر ہے جو محمد بن زکریا رازی "حکیم" کی بتلائی ہوئی خاصیتوں کو بلا چون وچرا تسلیم کر لیتا ہے اور اس "حکیم" نے پتھروں اور بوٹیوں کی جو خاصیتیں اپنے تجربے سے بیان کی ہیں اُن کو تو بے سوچے سمجھے صحیح مان لیتا ہے مگر سید البشر حضرت محمد بن عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نورِ نبوت اور وحی ربانی سے اعمال و افعال کی جو خاصیتیں بیان فرمائیں اُن کو تسلیم نہیں کرتا اور خلافِ عقل بتلاتا ہے۔

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

یقین جانو کہ حضرت طبیب روحانی و لبیب نورانی صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ بھی کریں یا تم سے کرائیں ضرور بالضرور اس میں کوئی نہ کوئی فائدہ اور تمہارا نفع ہوگا اگرچہ اس کے فوائد منافع اور مصالح کا تمہاری عقلیں ادراک اور تمہارے اذہان شعور نہ کر سکیں۔

اتباعِ سُنت کی تاکید

جو کام کرو سنت کے مطابق کرو

انسان کو جانوروں کی طرح آزاد اور بے کار پیدا نہیں کیا گیا، بلکہ اس کو اشرف المخلوق اور شریعت کا پابند بنایا گیا ہے۔ اس لیے ہم کو مناسب ہے کہ جو کام بھی کریں پہلے یہ دیکھ لیں کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کام میں طریقہ کیا تھا اور پھر اُس کام کو سنت کے موافق بنائیں تاکہ نفس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محکوم اور آپؐ کی سنت کا مطیع بنا رہے اور تم فرشتہ خصلت بن جاؤ۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ بندگی یعنی بندہ ہونے کا مطلب اپنی رائے اور اپنے خیال کو مالک کے خیال اور رائے کے سامنے قربان کر دینا اور اپنی بے چارگی اور بے نفسی پر دھیان جمانا ہے۔ اس لیے بندہ کو چاہیے کہ جو بھی حرکت کرے وہ اتباعِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت اور پیغمبر کے حکم کے ماتحت کرے تاکہ بندگی کے آثار اُس سے ہر وقت ظاہر ہوتے رہیں اور برفت یاصفت اطاعت کا اجر ملتا رہے۔

ہمارے حضرت مولانا عبد الغفور العباسی المدنی سلمہ اللہ تعالےٰ فرمایا

کرتے ہیں" سب سے بڑا مجاہدہ اور ریاضت یہ ہے کہ بندہ اپنی رائے اور خواہش کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے اور خواہش کے تابع کردے اور اس کی نقل و حرکت حضورؐ والی نقل و حرکت بن جائے" فرمایا کرتے ہیں" یہ کتنی بڑی ریاضت اور کتنا بڑا مجاہدہ ہے کہ اس نے اپنی رائے اور خواہش کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے سامنے فنا کرکے رکھ دیا"

والذی نفس محمد بیدہٖ لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعًا لما جئت بہ

قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے تم میں کا کوئی بھی مومن نہیں ہوگا جب تک کہ اُس کی خواہشات اور نفس کے تقاضے میرے لائے ہوئے طریقے کے تابع نہ ہو جائیں

یعنی اپنی ماری تاری نہ چلائے بلکہ حضور پُر نور سید الوجود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کا خود کو محکوم اور تابع بنائے۔

الغرض —— پابندی وہ چیز ہے کہ اگر بالفرض کوئی شخص اپنی زمامِ اختیار کسی جانور کے ہاتھ میں بھی دیدے تب بھی یہ شخص اُس سے بدرجہا بہتر ہوگا جو سرتاپا اپنی خواہش پر آزاد ہو کر چلتا ہے

کفر خفی یا حماقت جلی

جن عملوں کا عبادات سے تعلق ہے اور اُن کا اثر و ثواب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا ہو اُس کو عمداً چھوڑ دینا کفرِ خفی ہے یا حماقت جلی یعنی کھلی ہوئی حماقت اور پاگل پن ہے۔

مثلاً آپؐ نے بیان فرمایا "باجماعت نماز پڑھنا بہ نسبت تنہا نماز پڑھنے کے ۲۷ درجہ فضیلت رکھتا ہے"۔ یعنی تنہا نماز پڑھنے کے مقابلے میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں ۲۷ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ اس حدیث کو سُن لینے کے بعد بھی اگر کوئی شخص بغیر عذر کے جماعت کی نماز ترک کر دے تو اُس کا سبب اس کی کھلی ہوئی حماقت اور بے وقوفی کے سوا کیا ہے۔ کیا اگر کوئی شخص دو پیسے چھوڑ کر ایک پیسہ لے لے تو تُو اس کو احمق نہیں سمجھتا؟ پھر خود ستائیس کو چھوڑ کر ایک پر اکتفا کرتا ہے یہ بے وقوفی اور پاگل پن نہیں تو اور کیا ہے؟

یا نعوذ باللہ تیرا یہ خیال ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان محض انتظامی مصلحت کی بنا پر ہے تاکہ لوگ اس رغبت کے ساتھ ایک جگہ جمع ہو جایا کریں

نہیں حاشا کلا نہیں۔ کیونکہ ستائیس کے عدد اور باجماعت نماز پڑھنے میں تو کوئی مناسبت ہی نہیں معلوم ہوتی۔ پس خدا نخواستہ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہ مخواہ ہی یہ فرما دیا تو یہ کفر ہے۔ اور کفر بھی ایسا خفی کہ اس کی خبر خود تجھ کو بھی نہیں ہے۔

افسوس، صد افسوس — لوگوں کا یہ حال ہو گیا ہے کہ اگر کوئی حکیم ڈاکٹر۔ نجومی۔ رمل اور ٹونے کرنے والا تم کو کوئی بات بتلائے

تو اُس کو فوراً تسلیم کر لیتے ہو۔ لیکن سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین میں وجوہات ومناسبت ڈھونڈتے ہو۔ بھلا اگر کوئی نجومی اپنے معتقد کے سامنے یہ کہے کہ ۲۷ دن گزرنے پر تم کو ایک بڑی بھاری مصیبت کا سامنا ہو گا، کیونکہ تمہارے ستارے اور زحل ستارے میں ۲۷ درجہ کا بُعد ہے اور ہر روز ایک درجہ گھٹے گا اور کم ہو گا اس لیے اگر اپنا بھلا چاہتے ہو تو گھر میں بیٹھے رہو اور باہر نہ نکلو۔ اس کو سُن کر بلا تامل اور بغیر کسی شک وشبہ تم گھر کے پیوند بن جاؤ گے اور سب کاروبار چھوڑ کر بیٹھ رہو گے اور اگر کوئی سمجھائے بھی کہ میاں! ایک درجہ اور ایک دن کو بھلا کیا مناسبت ہے اور مصیبت سے زحل ستارے کا کیا واسطہ ہے؟ نیز باہر نہ نکلنے اور مصیبت کے ٹلنے میں کیا علاقہ اور کیا مناسبت ہے؟ بلکہ یہ سب فضول اور واہیات باتیں اور نجومیوں کے ڈھکوسلے ہیں تم بالکل کوئی وہم نہ کرو۔ یہ سُن کر تم اپنے اس خیر خواہ کی نصیحتوں پر کان نہیں دھرتے بلکہ اُلٹا اس کو بے وقوف اور احمق بناتے ہو اور کہدیتے ہو کہ یہ شخص تو علم نجوم کا منکر ہے۔

پھر افسوس ہے اُن لوگوں پر جو سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم فرمودہ ان اعمال سے منکر اور بد اعتقاد بنے جاتے ہیں تم ہی بتلاؤ کیا یہ کفر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انکار نہیں ہے؟

حالانکہ ان عبادات کا مؤثر ہونا تجربہ اور مشاہدہ سے بھی معلوم

ہو چکا ہے۔ اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہی خبروں کی مناسبت اور مصلحت سب ہی کو معلوم ہو جایا کریں
سوال ——— میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر طبیب کوئی دوا تم کو استعمال کرنے کی ہدایت کرے اور اس کی خاصیت تم سے بیان نہ کرے یا نجومی کسی آیندہ واقعہ پر کوئی فیصلہ کر کے تم کو تبلائے اور اُس کی مناسبت تم کو نہ تبلائے تو کیا تم اس کی بات اور مشورہ کو تسلیم نہیں کر لیتے؟

مگر کس قدر افسوس کی بات ہے کہ سیدنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی روحانی علاج تم کو بتلائیں مگر اُس کی مناسبت اور خاصیت تمہارے سامنے ظاہر نہ فرمائیں تو اس کو بے چون و چرا تسلیم نہیں کرتے۔

نبی اور طبیب میں فرق کی وجہ ———

آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ ڈاکٹر اور نجومی کی ہدایت اور مشورہ تو بلا چون و چرا تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ ہدایت اور مشورے میں لِمَ تلاش کی جاتی ہے اور وجوہات اور حکمتیں پوچھی جاتی ہیں۔ اس کی وجہ اس کے سوائے اور کیا ہو سکتی ہے کہ نجومی اور طبیب موجودہ زندگی کے متعلق علاج اور اس کی تدابیر بتلا رہے ہیں اور تم کو اس زندگی کے ساتھ محبت اور شدید تعلق ہے لہذا آنے والی مصیبت یا مرض کی فکر میں طبیب اور نجومی کی تبلائی ہوئی تدابیر کی وجوہات اور مناسبت پوچھنے کا خیال تک نہیں کرتے بلکہ دس دس برس بعد آنے والی مصیبت کا آج ہی سے فکر و انتظام

شروع کر دیتے ہو حالانکہ وہ محض موہوم اور ایسے لوگوں کی بتائی ہوئی باتیں ہیں جن کا ہزاروں دفعہ جھوٹ تم خود ہی آزما چکے ہو اور جو ٹکے ٹکے پر ایسی باتیں بتاتے اور دربدر مارے مارے پھرتے ہیں۔
مگر سیدنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ روحانی طبیب ہیں اس لیے قلب اور روحانی امراض کے علاج اور دائمی صحت کی جو تدابیر تم کو بتلاتے ہیں نہ اُن کی تم کو پروا ہے نہ اُن کے مشورہ اور ہدایت کی تم کو قدر ہے
کیوں کہ "آخرت" کی زندگی کا جیسا یقین ہونا چاہیے ویسا تم کو یقین و اذعان حاصل نہیں، یہی وجہ ہے کہ تم حضور رسالت مآب علیہ الف الف الصلوٰۃ والسلام کے احکام۔ فرامین۔ ارشادات عالیہ میں مناسبتیں ڈھونڈتے ہو اور لِمیں پوچھتے ہو ـــــ مگر ڈاکٹر سے نہیں پوچھتے۔ خدا تعالیٰ ہم کو ایسی غفلتوں سے بچائے جس کی وجہ سے اپنی عبادتوں میں اور عادتوں میں ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنتوں کا اتباع نہ ہو سکے حالانکہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ جس امر میں بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم معلوم ہو جائے تو بے حیل و حجت اُس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا جائے اور بے چون وچرا اس کو تسلیم کر کے عمل کرنے لگے۔

المختصر ـــــ طبیب روحانی سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ بھی ارشاد فرمائیں اُس میں مصلحتیں اور مناسبتیں نہ ٹٹولو بلکہ بے چون وچرا مان لو۔ کیونکہ ان امور میں بے شمار اسرار و رموز اور بے حد حکمتیں بھری ہوئی ہیں جو ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔ ہاں جس کے سینے کو اللہ تعالےٰ

اپنے فضل سے کھول دیں ۔ وَمَنْ یُرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ (الحدیث)

آزمودم عقلِ دور اندیش را
بعد ازاں دیوانہ سازم خویش راؑ
(افکار امام غزالیؒ)

ؑ میں نے اول عقلِ دور اندیش کو آزما لیا
پھر میں نے خود کو اس کا دیوانہ بنا لیا

بدعت

بدعت یعنی خلاف سُنت کاموں کے کرنے سے بچتے رہو جن کی شریعت میں کوئی اصل و سند نہ ہو اُن کاموں کو بدعت کہتے ہیں۔ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہمارے اس دین میں نئی باتیں (نئے طریقے نئی رسمیں) ایجاد کرے وہ "خود" (یا اس کا طریقہ) مردود ہے معلوم ہوا کہ بدعت اور بدعت کے کام کرنے والا بارگاہِ نبوت میں مردود ہے جب بارگاہ نبوت میں مردود ہے تو بدعتی بارگاہِ الٰہی میں بھی مردود ہوا حاصل یہ نکلا کہ کوئی بدعتی خدا کا ولی اور اللہ کا مقرب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی بدعات کو چھوڑ کر اللہ تعالےٰ کے قرب کو سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ذریعے نہ ڈھونڈے۔ اللہ کی راہ میں نفس اور نفسانی خواہشات کے ساتھ نہ چلو۔ جو شخص نفسانیت کو لے کر اس راہ شریعت ہو یا طریقت میں چلتا ہے وہ پہلے ہی قدم میں کھویا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے تقویٰ کے ساتھ اور مخلوق سے سچائی اور حسنِ خلق کے ساتھ اور اپنے نفس سے مخالفت کے ساتھ معاملہ کرو۔ شریعت کی حدود سے آگے نہ بڑھو۔ اللہ سے جب کوئی عہد کر لو اس کو پورا کرو جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو حکم دیا یعنی اُن کی تمام سنتوں کو مضبوط پکڑ لو۔ اور جس سے منع فرما دیا ہے اُس سے باز آجاؤ۔ جھوٹ سے بچو نہ خدا پر جھوٹ لگاؤ نہ مخلوق پر۔ اپنی بڑائی کا دعویٰ کرنا خدا پر اور مخلوق پر جھوٹ لگانا ہے۔

مقامِ نبوّت و ولایت

عالم نبوت بہت بڑا عالم ہے جو تمام جہانوں کو جامع اور گھیرے ہوئے ہے۔ انبیاء علیہم السلام ہی زمین میں درحقیقت اللہ تعالےٰ کے خلیفہ ہیں ان کی ہمتیں آسمانی ہیں قلوب عرشی ہیں اللہ تعالیٰ کے ان پر منکشف ہوئے ہیں۔ اغیار (غیراللہ) سے وہ بالکل الگ ہیں مخلوق کو اللہ کی طرف کھینچنے والے ہیں انبیاء علیہم السلام کے ابتدائی درجات اور صدیقین کے انتہائی درجات کے درمیان تین لاکھ اڑسٹھ ہزار درجے ہیں۔ صدیقین کے لیے انبیاء کے درجات ہیں سے کسی درجہ پر پہونچنے کا کوئی راستہ نہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کے مراتب اور سید المخلوقین سرورِ دو عالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے اور مرتبے کے درمیان بہت سے درجات و مراتب ہیں آپ کے درجۂ محبوبیت ہی میں اس قدر درجات اور مقامات ہیں جن کی حد اور شمار نہیں ہو سکتی۔ کوئی آن نہیں گزرتی جس میں ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ بلند نہ ہوتا ہو ہر وقت آپؐ کو ایک خاص مقام ملتا ہے جس میں پہلے سے زیادہ اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اس مقام کو اسرار باطنیہ احاطہ نہیں کر سکتے۔ نہ کسی کا وہم و فکر وہاں تک پہونچ سکے یہ سب کچھ اس لیے ہے تاکہ آپؐ پر نعمت کو تمام کر دیا جائے۔ اور شرف محبت کو کامل کر دیا جائے اور اس کے لیے ہر آن اور ہر لمحہ ترقی کی

ضرورت ہے۔ کیونکہ بارگاہِ قربِ الٰہی غیر متناہی بارگاہ ہے ؎

اے برادر بے نہایت درگہیست
ہرچہ بروے میرسی بروے مئیست

اسی لیے اللہ تعالٰے نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے:۔ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا اپنے لیے علم و معرفت کی ترقی کی دعا کرتے رہیئے۔

مَراتبِ وِلایَتْ

صدیقین کے ابتدائی درجات اور اولیاء مقربین کے انتہائی درجات کے درمیان ایک ہزار ایک سو باون (۱۱۵۲) درجے ہیں جن کا راستہ تو اولیاء مقربین کے لیے کھلا ہوا ہے مگر وہ ان کے انتہائی درجات تک کبھی نہیں پہونچ سکتے یعنی اولیاء مقربین، صدیقین کے مقامات کی سیر تو کر سکتے ہیں مگر اُن مقامات میں ٹھیر نہیں سکتے۔

مقامِ قُطْبِیَّتْ

قطبیت جامعہ کے اٹھاسی ہزار سولہ (۸۸۰۱۶) درجے ہیں۔ ہر درجہ کسی عالم[ع] کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اولیاء زمانہ کے تمام درجے، قطب جامع دکامل کے مرتبہ کے سامنے گویا زمین پر ٹھیرے ہوئے ہیں اور اس کا درجہ آسمانوں کے دروازوں میں چڑھا چلا جاتا ہے اولیاء کے درجات اور امامت کے ان صلحاء کے درجات میں جن کا شمار اولیاء میں نہیں ہے ایسا فاصلہ

ع جہان ۱۲

جیسا زمین و آسمان ہیں صلحاء کے مراتب اور عام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات کے درمیان دو درجے ہیں۔ ایک توبہ دوسرے نیک عمل۔ ان دونوں کو اختیار کر کے عام مسلمان صلحاء کے درجہ میں داخل ہو سکتے ہیں پھر عمل میں اخلاص اور احسان کا درجہ کاملہ حاصل کر کے اولیاء کے درجے پر پہونچ جاتے ہیں پھر عبدیّت و اتباع سنت میں کمال حاصل کر کے اولیائے مقربین بن جاتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ صلحاء کمال عبدیّت و اتباع سنت میں کمال حاصل کر کے ہی ولایت مقربین کے مقام کو حاصل کر سکتے ہیں۔

مقامِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ	کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا اور ہم نے آپ پر سے آپ کا بوجھ نہ اتار دیا

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرح صدر کا مطلب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ دل میں ڈال دیتے ہیں عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اس نور کی علامت کیا ہے؟ فرمایا دھوکہ کے گھر (دنیا) سے دور ہو جانا اور دائمی گھر (آخرت) کی طرف متوجہ ہونا اور موت کے آنے سے پہلے موت کے لیے تیاری کرنا اُسی نورانی شرح صدر سے دلوں کے دروازے کھلتے ہیں اور رحمت ربوبیت ابھی اللہ سبحانہ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس کے دل پر چاہتے ہیں اس کو کھول

دیتے ہیں۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا "القرآن الحکیم"

اللہ تعالےٰ جس رحمت کو لوگوں کے لیے کھول دے اس کو روکنے والا کوئی نہیں۔

اور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مجسم رحمت ہیں۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○

اور ہم نے تو آپ کو تمام جہان والوں کے لیے سراپا رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے

پس جس طرح آسمان کے دروازے بارانِ رحمت سے کھل جاتے ہیں اسی طرح وحی کے دروازے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھل گیے۔ جو تمام جہان والوں کے لیے سراپا رحمت اور پرہیزگاروں کے لیے بارگاہ الٰہی میں داخل ہونے کے لیے دروازہ ہیں اب سمجھو کہ قدرت الٰہی کا جو حصہ بھی کسی ظاہری مخلوق میں ظاہر ہوا ہے اُس کے پردے میں ظاہر کرنے والا دوسرا یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ تو جو شخص ظاہر سے آگے بڑھ کر پردہ والے تک پہونچ گیا اُس کے اوپر ملکوت کے اسرار منکشف ہو جاتے ہیں اور یہ اُن لوگوں میں داخل ہو جاتا ہے جو پاکیزہ میدان میں سیر کرنے والے ہیں

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

یہی وہ لوگ ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

چراغ وجود سرتاج دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنت الفردوس کی وراثت کی طرف مخلوق کو دعوت دی ہے۔ ہمارے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ عجیب اسرار اور نادر باتیں فصیح زبان عمدہ استعارے ٹھیک ٹھیک مثالیں، مناسب اشارے، باریک راز، واضح کشف، کامل احکام، وسیع سیاسیات، جامع آداب اور پاکیزہ اخلاق لائے ہیں جو آپؐ کے سوا کوئی دوسرا نہیں لایا۔

اب جس کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں (یعنی اندھا نہیں ہے) وہ صورتِ محمدیہ کے باطن اور روحانی جمالِ اقدس پر نظر کرتا ہے اور آپؐ کے روحانی انوار کو ناسوتی جسمانی آفاق کے تمام جوانب پر خاص عزت و وقار اور ہیبت و سکون اور تبسم و شادمانی کے ساتھ پھیلا ہوا دیکھتا ہے۔ اور ان تمام ظاہری و باطنی صفات کو آپؐ کی ذاتی صفات نہیں سمجھتا بلکہ ان صفات کے عطا کرنے والے خدا کی طرف سے قائم سمجھتا ہے۔

تاکہ اُن لوگوں کے درجے سے نکل کر آگے بڑھ جائے جو ظاہر پر ٹھیر کر پیدا کرنے والے خدا تعالیٰ سے محجوب اور دور رہ گئے ہیں۔ یہ شخص سمجھتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ظاہر و باطن اور تمام حرکات و سکنات میں محض ظاہری انتظام کرنے والے ہیں آپؐ کے اندر اپنی کوئی طاقت نہیں بلکہ آپؐ تو اُس ذات میں مٹے ہوئے ہیں جس نے دینی و دنیاوی انتظامات کے لیے آپؐ کو قائم کیا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح صاف صاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں۔

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

اور جب آپ نے (جنگ بدر میں) ایک مٹھی بھر کنکریاں پھینکی تھیں۔ تو وہ

آپ نے نہیں پھینکی تھیں مگر اللہ نے
پھینکی تھیں۔

سوچو ـــ! کہ اللہ تعالےٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فعل میں اس کام سے آپؐ کو کیوں کر الگ رکھا ہے۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ آپ نے پھینکا اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ آپ نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا

مطلب ظاہر ہے کہ لوگوں کی نظروں میں تو آپؐ کا فعل تھا۔ حقیقت میں اس کا فاعل (کرنے والا) حق تعالےٰ سُبحانہٗ تھا۔ اور اس بات کے بتلانے کی اس لیے ضرورت تھی تاکہ کسی کو آپؐ کے جسمِ مبارک ناسوتی پر جو خدا کا تابع ہے اور ظاہری شکل وصورت پر جو خدا کی بنائی ہوئی ہے ـــ ذاتی قدرت و طاقت کا گمان نہ ہو جائے اور کوئی آپؐ ہی کو صاحب تصرف نہ سمجھنے لگے۔ حالانکہ آپؐ صرف منتظم اور ظاہری مدبر ہیں۔ پس اگر کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نظر سے دیکھے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ سے کام لے رہے ہیں آپؐ خود تصرف نہیں کرتے اور اس بات کی حقیقت سمجھ لے کہ ظاہر ہونے والی کیا چیز ہے؟ ظاہر کرنے والا کون ہے۔ پھر ہر ایک کو اُس کے درجے پر رکھے تو حق کھلم کھلا بدون کسی شبہ اور تاویل کے اس پر واضح ہو جائے گا اور کمزور بات کو صحیح سے الگ وممتاز پائیگا یہ شخص اللہ کی ہدایت سے سرفراز ہوگا آدمیوں کی ہدایت سے نہیں اور اُن لوگوں میں سے ہوگا جو تقدیر کے راز پر مطلع ہو چکے اور سُنی سنائی باتیں ماننے سے جن میں دھوکہ کا احتمال ہے۔

علیحدہ ہو چکے ہیں کہ سُنی سنائی باتوں پر جمنا اور مشاہدہ سے آنکھیں بند کر لینا غلطی ہے۔

قُلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ

کہا گیا اگر میں اس بات سے جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا زیادہ سیدھا راستہ بتلاؤں کیا پھر بھی تم اسی پر رہو گے۔

اس آیت میں بتلایا گیا کہ مشاہدہ کے ہوتے ہوئے سنی سنائی بات پر اعتماد نہ کرنا چاہیے۔

آپؐ کا قلب مبارک کتاب ہے:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک کتاب ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک اسی طرح لکھ دیا جس طرح لکھنے والا تختی یا کتاب میں حروف و الفاظ لکھا کرتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ ظاہر میں تختی پر قلم سے لکھا جاتا ہے اور قرآن کریم سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی لوح پر جبریل علیہ السلام کے ذریعے سے جمایا گیا۔ یہاں جبریلؑ بمنزلہ قلم کے تھے اور جو کچھ لکھا گیا وہ قدیم اور خدا تعالیٰ کا کلام ازلی ہے لیکن قلم اور تختی یعنی جس نے ظاہر میں لکھا اور جس جگہ لکھا گیا وہ دونوں مخلوق ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھی مخلوق ہے۔ اور جبریل علیہ السلام بھی مخلوق ہیں اور جو کچھ جبرئیل کے واسطہ سے اللہ تعالےٰ نے لکھا وہ قدیم ہے یعنی غیر مخلوق ہے۔ پس خوب

سمجھ لو کہ قرآن پاک قدیم ہے اور یہی اللہ کا علم ہے۔

تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

اپنے نبیؐ کی شان کو بہت بڑا سمجھو۔ آپؐ کی ذات مقدس واسطہ ہے مخلوق اور خالق کے درمیان۔ آپؐ نے ہی خالق و مخلوق کا فرق بتایا سمجھو کہ آپؐ اللہ کے بندہ ہیں۔ اللہ کے محبوب ہیں۔ اللہ کے رسول ہیں۔ مخلوق الٰہی میں سب سے زیادہ کامل ہیں۔ اللہ کے پیغمبروں میں سب سے افضل ہیں۔ اللہ کی طرف راستہ بتلانے والے۔ اللہ کی طرف سب کو بلانے والے ہیں۔ اللہ کی خبریں سنانے والے اور اللہ کی۔ باتیں معلوم کرنے والے ہیں۔ آپؐ ہی سب کے لیے بارگاہ رحمانی کا دروازہ اور دربار صمدیت میں سب کا وسیلہ ہیں۔

جو آپؐ سے مل گیا وہ اللہ سے مل گیا۔ جو آپؐ سے ٹوٹ گیا وہ اللہ سے ٹوٹ گیا آپؐ کا ارشاد ہے "کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُس کی خواہش اس شریعت کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں"۔

اور خوب سمجھ لو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت وفات کے بعد بھی اسی طرح باقی ہے جس طرح آپؐ کی حیات میں تھی اور قیامت تک باقی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اس زمین کا وارث ہو جائے۔ تمام مخلوق قیامت تک آپؐ ہی کی شریعت کی مکلف ہے جس نے تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا اور آپؐ کا معجزہ یعنی قرآن پاک بھی ہمیشہ رہنے والا ہے۔

صحیح احادیث کا انکار کلام اللہ کا انکار ہے :

جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی حدیثوں کو رد کیا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کسی نے کلام اللہ کو رد کیا۔ ہم اللہ پر ایمان لائے۔ اور کتاب اللہ پر اور اُن تمام باتوں پر جو ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔

وَمَنْ یَبْتَغِ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۝

اور جو شخص رسول اللہ کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرے ہم اُس کو اُسی کی حالت پر چھوڑ دیں گے اور جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔

صحابہؓ کے مراتب

صحابہؓ میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

صحابہؓ کے درمیان جو اختلافات و نزاعات ہوئے ہیں اُن کے تذکرہ سے زبان کو روک لینا واجب ہے۔ اس کی بجائے اُن حضرات کے محاسن و کمالات و خوبیاں بیان کرنا چاہییں۔ اُن سے محبت رکھنا چاہیے اُن کی تعریف کرنا چاہیے صحابۂ کرامؓ سے محبت رکھو۔ اُن کے ذکر تذکرہ سے برکت حاصل کیا کرو اور اُن جیسے اخلاق حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا تھا کہ میں تم کو اللہ سے ڈرنے اور امام کی اطاعت اور اس کی بات سننے کی وصیت کرتا ہوں۔ اگرچہ ایک غلام حبشی ہی تم پر حکومت کرنے لگے کیونکہ جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت کچھ اختلاف دیکھے گا۔ تم میری سنت اور خلفاء راشدین اصحاب ہدایت کی سنت کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑے رہنا اور نئی نئی باتوں (بدعتوں) سے بچتے رہنا کیونکہ ہر بدعت (نئی بات) گمراہی ہے۔

فرقہ بندی نہ کرو

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۔ اللہ کے نزدیک دین ایک ہی ہے اور وہ اسلام ہے۔

اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کے مصداق نہ بنو :-

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ ۔ وہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھانا چاہتے ہیں۔

تم اللہ کے دین کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کرو۔ تم کو چاہیے کہ تم سب مل کر اسلام کے خادم بنو۔ دین رسول اللہ کی خدمت کرو۔ تم میں جو عالم ہو وہ جاہل کو نرمی کے ساتھ نصیحت کرے۔ جو کامل ہے وہ ناقص کو کمال کی طرف کھینچے۔ تم کو چاہیے کہ اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد پر عمل کرو۔

تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ۔ ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور پرہیزگاری پر۔

مگر سختی کے ساتھ نہیں۔ دھوکہ کے ساتھ نہیں۔ ظلم اور تکبر و بڑائی کے ساتھ نہیں بلکہ نرمی۔ خیر خواہی اور شفقت کے ساتھ نصیحت کرو۔ تدبیر و حکمت کے ساتھ راستے پر لاؤ — اس کا مضائقہ نہیں کہ تم جس بات کا حکم کرنا چاہو سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان بن کر صاف صاف کہو۔ مگر صاف کہنے سے پہلے مخاطب کو سمجھا

دو۔ کیونکہ سمجھی ہوئی بات خود ایک مقناطیس ہے۔ جو اپنی طرف کھینچنے والی ہے۔ ب م۔ ۱۱۶

تم سب مسلمان ہو۔ یہ نام خدا کا دیا ہوا ہے۔ حضرت خلیل اللہ کا دیا ہوا ہے ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ــــ اس نام کو چھوڑ کر دوسرے نام اپنے لیے تجویز نہ کرو کہ شیطان کو اسی سے تفرقہ اندازی کا موقعہ ملا ہے ؎

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہے اس کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

" مولانا حالی مرحوم "

حقیقت تصوف

تصوف کے مینار کو بلند کرو۔ اور تصوف نام ہے "ترکِ اختیار کا یعنی صوفی وہ ہے جو اپنی تجویز و ارادہ کو رضائے حق میں فنا کردے
(ا) عبودیّت، غلامی کے راستے کو مضبوطی سے پکڑے رہو جس کی حقیقت ہے۔ دنیا کو چھوڑ دینا۔ دعویٰ نہ کرنا مشقت کو اللہ کی راہ میں برداشت کرنا۔ مولیٰ سے محبّت کرنا۔
(ج) قرب کے راستے کو سنوارتے رہو۔ جس کی حقیقت اللہ کے سوا ہر چیز سے الگ ہو جانا ہے یعنی ماسوی اللہ کو جس قدر ترک کرتے جاؤ گے اسی قدر تم قربِ الٰہی کے راستے ہموار کرتے چلے جاؤ گے

تعلق حجاب است و بے حاصلی
چو پیوندہا بگسلی واصلی

(ترجمہ) غیر اللہ کے ساتھ کا تعلق اللہ اور اس کے بندے کے درمیان حجاب ہے اور بے حاصل وبے نتیجہ ہے جب بند ضول ور تعلقات کی گرھوں کو توڑو گے تو اللہ تک پہونچو گے۔

تو درد گم شو وصال این ست وبس
گم شدن درا و کمال این ست وبس

ترجمہ:۔ تم اُس کی ذات میں گم ہو جاؤ۔ یہی تو وصال ہے ذاتِ حق میں گم ہو جانے کا نام کمال ہے اور بس۔
(س) صدق سے پوری طرح آراستہ ہو جاؤ جس کی حقیقت ظاہر و

باطن کی باہمی موافقت ہے یعنی ظاہر و باطن ایک ہو جائے۔ اور ان دونوں میں تضاد و تباین نہ رہے۔

(ص) عافیت کی بڑی قدر کرو۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ سانس بدون تکلیف کے آتا رہے۔ رزق بدون مشقت کے ملتا رہے اور عمل صالح بدون ریا کے ہوتا رہے

(ط) استقامت کی حد پر ٹھیرے رہو۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کو ترجیح نہ دے۔ حلال روزی تلاش کرتا رہے اور حلال روزی وہ ہے جس کے کھانے والے کو دنیا میں تاوان نہ دینا پڑے اور آخرت میں اس کی وجہ سے مواخذہ نہ ہو۔

(ع) اطاعت کے راستے پر سیدھے چلے رہو۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے تمام اقوال و افعال و احوال میں اللہ کی رضا طلب کرتے رہو

(ف) صبر کے راستے کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر جمائے رکھو، عزلت و خلوت گوشہ نشینی اور تنہائی کو پاکیزہ بناؤ۔ یعنی اہل دنیا سے دور رہو یعنی اُن سے کسی قسم کا طمع نہ رکھو۔ لوگوں سے میل جول اور ہر قسم کے دنیاوی تعلقات توڑ لو۔ یعنی دل اُن کے ساتھ مشغول نہ ہو اگرچہ بظاہر تم ان کے درمیان بیٹھے رہو ؎

از بروں شو آشنا و ز دروں بیگانہ وش۔

ایں چنیں زیبا صفت کم می بود اندر جہاں[ع]

عزیز من! صوفی صافی (سچے صوفی) بنو۔ منافق صوفی نہ ہو کہ تباہ

[ع] بظاہر آشنا اور دوست اور بہ باطن بیگانہ بنا رہ یعنی باطن تیرا اللہ کی دوستی میں سرشار رہے اس قسم کے باکمال لوگ زمانہ میں کم ہی ہوتے ہیں۔

ہو جاؤ گے۔ تصوف غیر اللہ سے منہ پھیر لینے کا نام ہے اللہ تعالٰے کی ذات عالی پر بھروسہ کرنا اور ہر حالت کی باگ تسلیم و رضا کے دروازے پر ڈال دینا اور دروازۂ کرم کے کھلنے کا منتظر رہنا۔ اللہ کے فضل پر اعتماد کرنا۔ ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہنا اور اور تمام حالات میں اللہ تعالٰے سے نیک گمان رکھنا اور اللہ کی ذات عالی کے متعلق غور نہ کرنا" بلکہ اس کی صفات میں غور کرنا تصوف کی حقیقت ہے۔

صراطِ مُستقیم

بزرگو! حقیقت کا راز ظاہر ہے معرفت کا جھنڈا بلند ہے اللہ تک پہونچنے کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ مگر آپ کو ان نفیس چیزوں کے دیکھنے سے دنیا کی محبت اور موت سے غفلت نے روک رکھا ہے۔

جو شخص یہ جانتا ہے کہ ایک دن ضرور مرے گا تعجب ہے۔ وہ موت کو کیسے بھولتا ہے۔

جو شخص یہ جانتا ہے کہ ایک دن دنیا سے ضرور جدا ہونے والا ہے تعجب ہے وہ دنیا پر کیسے گرتا پڑتا ہے۔

جو شخص یہ جانتا ہے کہ ایک دن اللہ تعالےٰ کے پاس ضرور جانا ہے تعجب ہے وہ خدا سے کیوں کر ہٹتا اور دوسروں کی طرف کیسے متوجہ ہوتا ہے؟

خدا کی قسم! تمہاری یہ غفلت بڑی مصیبت ہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ تم دل کھول کر جھوٹی باتیں بناتے ہو اور جہالت کے باغوں میں چرتے پھرتے ہو۔ رزق کے معاملے میں تو حیلہ اور تدبیریں کرتے ہو اور عذاب سے بالکل بے فکر ہو۔ شاید تم نے یہ آیت نہیں پڑھی۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝

کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو بے کار پیدا کیا ہے اور تم ہمارے پاس لوٹ کر نہ آؤ گے

یا شاید تم نے یہ آیت نہیں سُنی:۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ۝ مَآ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَالرَّزَّاقُ	میں نے جنوں کو اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں۔ نہ میں ان سے رزق مانگتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھانا کھلائیں بے شک روزی دینے والا تو اللہ ہے

مگر پھر بھی روزی کے حاصل کرنے کی تدبیروں اور اس کے حیلے میں لگے ہوئے ہو اور جنت کی ذمہ داری اللہ تعالے نے کسی کے لیے نہیں لی، بلکہ اس کا ذمہ دار خود تم کو بنایا ہے اور تمہارے اعمال کو اس کا ذمہ دار ٹھیرایا ہے۔ مگر تم وہ کام نہیں کرتے جن پر جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ تم نے کھیل کود اور بھول چوک میں اوقات برباد کردیئے غفلت اور گناہ میں دن گنوا دیئے۔ تمہاری دل لگی پشیمانی سے بے فکر ہونے والی کیسی دل لگی ہے۔ تمہارا کھیل اُن لوگوں جیسا کھیل ہے جن کے کانوں نے قیامت کے دن کی بات ہی نہیں سنی۔ شاید تم نے قبروں کو نہیں دیکھا جو لوگ اُن میں جا بسے اُن سے بھی تم کو عبرت نہیں —— بتلاؤ! تمہارے باپ دادا کہاں ہیں؟ جو تم سے پہلے یہاں آباد تھے۔ وہ لوگ کہاں ہیں جنھوں نے تم سے زیادہ مال جمع کیا تھا اور تم سے زیادہ جہالت میں ڈوبے ہوئے تھے؟ کیا تم اللہ کے منکر ہو گئے یا اللہ کے مقابلے میں تکبر کرتے ہو؟

دوستو! جس نے اپنا فنا ہونا اور اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنا معلوم کرلیا وہ اپنے کو دنیا سے ہٹا لیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝

جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور نفس کو اس کی خواہشوں سے روکتا رہا اُس کا ٹھکانا جنت ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے جو جواہر اسرار الٰہیہ مخفیہ کے مَعْدِنْ ہیں یوں خطاب فرماتے ہیں:۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝

یقیناً آپ بھی مرنے والے ہیں اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔

دوستو! موت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ پس اپنی ہمتوں کو پچھلے بزرگوں کے درجوں پر پہونچنے کے لیے جمع کرلو تاکہ اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کا مصداق نہ بنو:۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝

ان نیک بندوں کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنھوں نے نماز کو ضائع کردیا اور شہوتوں کے پیچھے پڑ گئے یہ لوگ عن قریب جہنم کے طبقے میں پہونچیں گے۔

کریم کے دروازے کو بے چینی اور احتیاج کے ہاتھوں سے کھٹکھٹاتے رہو۔ اور ذلت وانکسار کے راستے سے اللہ تعالیٰ کے پاس پہونچ جاؤ کیونکہ

خدا کی قسم مجھے اور تم کو سب کو دار آخرت کی طرف کوچ کرنا ضروری ہے میرا اور تمہارا مٹ جانا اور قبروں میں رکھا جانا ضروری ہے۔

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝

پھر جو ذرہ برابر بھلائی کرے گا اُس کو اپنے سامنے دیکھ لے گا اور جو ذرہ کی برابر بُرائی کرے گا اُس کو بھی سامنے دیکھ لے گا۔

پس نجات پانے والا وہ ہے جس نے اللہ سے تقویٰ کا معاملہ کیا اور زندگی میں اُس سے ڈرتا رہا۔

سب سے بڑی مصیبت:

دوستو! محبوبوں سے جدائی اور دشمنوں کی معیت سب مصیبتوں سے بڑھ کر مصیبت ہے اور دشمنوں سے جدائی دوستوں کی ہمراہی تمام چیزوں سے زیادہ شیریں ہے۔

پس تم برے کاموں سے الگ ہو جاؤ — تاکہ قبروں میں اپنے نیک اعمال کی رفاقت میں رہو۔ کیونکہ خدا کی قسم — ! قبر کی گہرائی میں نیک عمل کے سوا آدمی کا کوئی دوست ساتھ نہ دے گا

دوستو — ! اگر تم کو حکام اور بڑے لوگوں کا لباس اُن کی زیب زینت، اُن کے ہتھیار - اُن کے ساز وسامان للچانے لگیں اور تمہارا دل اُن کے ٹھاٹھ اور عیش و عشرت دیکھ کر تنگ ہونے لگے تو قبرستان میں چلے جاؤ اپنے اور اُن کے باپ دادوں کو دیکھ لو سب کو مٹی میں ملا ہوا پاؤ گے۔ مٹی میں مل جانے کے بعد امیر و غریب سب برابر ہو گئے اور اس کی خبر اللہ

ہی گو ہے کہ کون راحت میں ہے اور کون عذاب میں —— یوں ہی تم بھی ایک دن ان امیروں اور حاکموں کے برابر ہو جاؤ گے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ○ — اور ظالموں کو جلد ہی معلوم ہو جائیگا کہ اُن کی حالت میں کیا زبردست انقلاب ہو گیا۔

فضول باتیں اور فضول کام چھوڑ دو:——

برخوردارمن —— ! لایعنی —— فضول باتیں اور فضول کاموں میں مشغول ہونے سے بچو —— اپنے نفس کو غفلت کے راستے سے ہٹاؤ اور بیداری کے دروازہ یعنی ذکر کے راستے سے پہونچو۔ ذلّت و انکسار کے میدان میں جمع ہو جاؤ —— بڑائی و تکبر کے میدان سے نکل آؤ کیونکہ تمہاری ابتدا خون کی ایک بوٹی اور انجام ایک بے جان لاشہ ہے پس اپنی ابتدا و انجام کے درمیانی زمانے میں اس طرح رہو جیسا ان کے درجہ کے مناسب ہے

برخوردارمن —— ! حسد سے بچو کیونکہ حسد تمام گناہوں کی جڑ ہے شیطان نے جب آدم علیہ السلام سے حسد کیا تو اُن کے مقابلہ میں تکبر اختیار کیا۔ اُن کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ اور اُن کو نقصان پہونچانے کے لیے جھوٹ بولا کہ آدم و حوا کے سامنے قسم کھا کر کہہ دیا اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ (خدا کی قسم ! میں تم دونوں کا پورا خیر خواہ ہوں، آخر کار اللہ کی رحمت سے دور ہو گیا۔ پس جھوٹ۔ تکبر اور حسد بندے کو اللہ کے دروازے سے دور کرنے کے اسباب ہیں تم اپنے نفس کو ان خصلتوں کا ہرگز عادی نہ بنانا

اپنے کو سب سے الگ کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

اور خوب جان لو ـــ کہ رزق مُقدّر ہو چکا ہے جب اس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو گے تو کسی سے حسد نہ کرو گے۔

خوب جان لو ـــ کہ تم مرنے والے ہو۔ جب اس بات کو پیشِ نظر رکھو گے۔ تو کسی پر تکبر نہ کرو گے۔

اور خوب سمجھ لو ـــ کہ تم سے حساب لیا جائے گا جب اس مضمون کو دل میں جما لو گے تو جھوٹ کبھی نہ بولو گے۔

لوگوں کے عیوب سے آنکھیں بند کر لو:

لوگوں کی عزت و ناموس سے بھی اپنی نگاہ ہٹا لو۔ بڑے کام تو الگ رہے کیونکہ تم جیسا کرو گے ویسا بھرو گے اگر تمہاری ایک آنکھ ہے تو دوسروں کی بہت سی آنکھیں ہیں۔ جیسے تم ہو گے ویسا ہی افسر تمہارے اوپر ہو گا۔

اپنی زبان مخلوق کو بُرا کہنے سے روک لو۔ کیونکہ اگر تمہاری ایک زبان ہے تو مخلوق کی بہت سی زبانیں ہیں۔

اپنے عیبوں کے اندر نظر کرنا تم کو بس ہے۔ جیسا تم دوسروں کی نسبت کہو گے ویسا ہی تمہاری نسبت وہ کہیں گے۔

محاسبہ:

ہر دن اپنے نفس کے اعمال کا حساب لو۔ اور اللہ تعالیٰ سے بکثرت استغفار کرو۔ اپنے نفس کے طبیب بنو۔ اس کے رہ نما بنو کیونکہ جب

جب تک تم کو خود اپنی اصلاح کا فکر اور صراط مستقیم کی طلب نہ ہوگی کوئی مرشد اور طبیب روحانی کچھ نہیں کر سکتا۔ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝

اپنے نفس کا حساب لینے سے غفلت نہ کرو اور حظِ نفس میں مشغول ہونے سے بچو۔

اللہ تعالیٰ سے اُنس پیدا کرنے کا طریقہ :

اللہ تعالیٰ سے اُنس اسی بندے کو حاصل ہوتا ہے جس کی طہارت کامل اور ذکر صاف ہو گیا ہو۔ جو چیز اللہ سے غافل کرتی ہو اس سے وحشت ہونے لگے۔ طہارت کامل یہ ہے کہ کھانے پینے میں حرام اور مشتبہ مال سے بچ جائے

ذکر کا صاف ہونا یہ ہے کہ دل پر اللہ کی یاد ایسی غالب ہو جائے کہ دل بے تکلف اللہ کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ اور ذکر کے وقت دوسری چیزوں کی یاد سے کسی قسم کا الجھاؤ پیدا نہ ہو بلکہ دل جمعی اور یکسوئی کے ساتھ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے

اللہ سے اُنس کی علامت :

افضل ترین عبادت بعد فرائض و واجبات کے یہ ہے کہ ہمیشہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھو۔ اللہ تعالیٰ سے اُنس و محبت کی علامت یہ ہے کہ تمہارے دلوں کے درمیان اور علام الغیوب کے درمیان سے پردے اٹھ جائیں۔ محبت کی شاخیں دلوں میں پھیلتی ہیں پھر عقل کے موافق

پھل دیتی ہیں۔ شہرت کا طالب بد بخت کے سوا کوئی نہیں ہوتا۔ تصوف اس کا نام نہیں کہ صوفی لوگوں سے یہ کہے کہ مجھ سے محبت کرو میری تعظیم کرو۔ میری زیارت کرو۔ جو صوفی ہوگا وہ ہرگز لوگوں سے ملنے ملانے کا مشتاق نہ ہوگا جس شخص کو کامل معرفت حاصل ہے وہ دنیاداروں کے دروازے پر کھڑا نہیں ہوتا۔ مخلوق سے مانوس ہونا حق تعالیٰ سے جدا ہونا ہے۔ جو اللہ کے سوا کسی اور سے عزت حاصل کرے گا، ذلیل ہوگا۔ جو درجہ یقین سے محروم ہے وہ متقیوں کے درجہ سے گر گیا جو اللہ کے واسطے سب سے الگ ہوگیا اللہ تعالےٰ اُس کو سب سے ملادیگا۔

گر با ہمہ چو بے منی بے ہمہ
ور بے ہمہ چو با منی با ہمہ

ترجمہ:۔ اگر تُو سب کے ساتھ ہے جب میرے ساتھ نہیں تو کسی کے ساتھ نہیں۔ اور اگر کسی کے ساتھ نہیں بلکہ میرے ساتھ ہے تو سب کے ساتھ ہے۔

اللہ کی طرف یکسو ہو جانا اہل حال کی خاص حالت ہے جو اللہ کے ساتھ اُن کو حاصل ہے۔ (ب م ص ۱۰۷ تا ۱۱۱)

صراطِ مُستقیم اور اُس کا سفر:

سچائی کی سواری پر مضبوطی کے ساتھ سوار ہو کر ہمّت کے لشکروں سے وسوسے اور وہم کی صفوں کو چیرتا ہوا مخلوق کے گھیرے سے نکل کر خالق کے دھیان میں لگتا ہوا اُس کی رسّی (قرآن کریم) کو مضبوط تھامے ہوئے احتیاج کا جھنڈا اٹھا کر اس کے سامنے اپنی ذلت کا نقارہ بجاتا

ہوا بیوی بچوں، مال اور اپنی ہستی، اپنی عبادت، اپنی بیداری اور اپنی غفلت کی دیواروں کو پھاندتا ہوا بارگاہ قرب کی طرف توجہ کر۔ تیرا اپنے آپ کو بیدار سمجھنا بڑی غفلت ہے۔ تیرا اپنے آپ کو منوّر سمجھنا گہری تاریکی ہے۔ جو چیز تجھے بارگاہ قرب سے حاجب اور روکنے والی ہو۔ تو اُسی میں سے مقصود کا ایک دروازہ کھول لے اور جو مقصود تیرے اور تیرے مولیٰ کے درمیان آڑ بننے لگے تو اُس سے الگ ہو کر معبود کی طرف راغب ہو جا ــــ بیوی کا غلام، دنیا کا غلام، درہم اور دینار اور کرامات کا غلام برباد ہو گیا۔ مخلوق کا غلام اور وہ شخص جو بارگاہ قرب میں گھٹیا ارادہ اور پست ہمت سے چلنا چاہتا ہے تباہ ہو گیا ؎

سِرْ لِلْجَنَابِ بِھِمَّۃٍ مَرْفُوْعَۃٍ عَنْ عَالَمِ التَّفْصِیْلَ وَالْاِجْمَالِ
وَارْفَعْ جَنَابَکَ عَنْ عِبَادَۃِ غَیْرِہٖ بِحَقِیْقَۃِ الْاَفْعَالِ وَالْاَقْوَالِ

اس بارگاہ میں ایسی ہمت کے ساتھ چلو جو عالَمِ تفصیل و عالمِ اجمال یعنی دنیا و آخرت دونوں سے بلند ہو اور اپنے آپ کو افعال و اقوال کی حقیقت میں غیر خدا کی عبادت سے بلند رکھو یعنی کوئی کام اور کوئی بات جس کی تہ میں غیر خدا مطلوب ہو پاؤں سے روندتے عبرت لیتے ہوئے چلو ــــــــ

اپنی بھوک پیاس اور انقلاب زمانہ اسی طرح تمام مخلوق کے احوال سے اور حالات کے انقلاب سے عبرت حاصل کرتا رہ ۔ اپنی زبان دانی اور زور بیان سے خوش نہ ہو جب کہ تو اللہ کو چھوڑ کر غیروں کی طرف مائل ہے۔ اپنے علم کی آفت سے بے فکر نہ ہو جب کہ تو

روپیہ پیسے شکار کرنے کے لیے اس پر جھکا ہوا ہے۔ اپنے فلسفہ پر ناز نہ کر جب کہ تو اللہ کی محبت سے خالی ہے۔ اپنے تصوف کے گھمنڈ میں نہ رہ جب کہ تو اللہ سے دور پڑا ہوا ہے ؎

کُلُّ الْعُلُوْمِ اِذَا تَخَلَّلَهَا السِّوٰی

صَارَتْ لِدَاعِی الْاِنْفِصَالِ مَعَالِمَا

یہ تمام علوم جب اس میں غیر خدا گھسا ہوا ہو اللہ سے جدا ہونے کی علامات ہیں۔

اللہ کے راستے کی مثال:

بزرگو! اللہ تک پہونچنے کا راستہ ایسا ہی ہے جیسا ایک شہر سے دوسرے شہر تک جانے کا راستہ ہوتا ہے۔ اس میں بلندی بھی ہوتی ہے نشیب بھی۔ سیدھا راستہ بھی ہوتا ہے اور ٹیڑھا بھی۔ نرم زمین بھی ہوتی ہے اور پہاڑی راستہ بھی۔ پانی اور آبادی سے خالی چٹیل میدان بھی ہوتا ہے۔ آبادی، درخت، پانی کے چشموں سے تر و تازہ سرسبز زمین بھی۔ اور منزل مقصود ان سب سے آگے ہے اب اگر کوئی شخص بلندی پر چڑھ کر اس کی بہار میں رہ گیا یا اُتار کی تکلیف سے گھبرا گیا یا ہموار زمین سے راحت لینے میں لگ گیا۔ یا ٹیڑھے راستے کی پریشانی سے پریشان ہو گیا۔ یا نرم زمین کی سہولت کو دیکھ کر اسی میں رہ پڑا۔ یا پہاڑوں کی دشوار گذار گھاٹیوں سے ہٹ گیا یا چٹیل میدان اور پیاس کی شدت اور بے چینی سے گھبرا گیا۔ یا درختوں اور چشموں کی تر و تازگی اور سرسبزی سے مزے لینے لگا۔

اور چلنا چھوڑ دیا، یا راستے کی آبادی سے دل لگا بیٹھا - ایسا شخص مقصود سے رہ جائے گا - اور جو ان چیزوں میں سے کسی پر بھی التفات نہ کرے بلکہ راستے کی مصیبتوں کو جھیلتا ہوا - اس کی لذتوں سے منہ موڑتا ہوا مقصود کی دُھن میں برابر چلتا رہا وہ منزل مقصود تک پہونچ جائے گا -

اسی طرح اللہ کے راستے میں چلنے والے کو اگر درمیانی حالات کی دشواریوں نے ان حالات کے بدلنے والے (اللہ) سے پھیر دیا تو اُس کی غرض فوت ہو جائے گی یعنی مقصود سے رہ جائے گا - اور اگر راستے کی تمام گھاٹیوں کو خواہ مزے دار ہوں یا تلخ پس پشت ڈال کر آگے بڑھتا رہا تو اعلیٰ درجے پر کامیاب ہو گا - (ب م ۹۹، ۱۰۰)

منزل مقصود یعنی اللہ تک پہونچنے کا راستہ ——————

بزرگو - !

میں نے میدان عرفات میں اللہ تعالیٰ سے اپنی غرض - نفس یعنی خواہشات نفسانی اور مال کو چھوڑ دینے کا عہد کر لیا ہے - اگر تم بھی کامیاب ہونا چاہتے ہو تو ان تینوں سے الگ ہو جاؤ - یعنی ان کی محبت دل سے نکال دو - کسی بزرگ کو خواب میں اللہ تعالیٰ سے بات چیت کا موقعہ ملا - عرض کیا اے پروردگار! مجھے اپنے تک پہونچنے کا طریقہ تبلا دیجئے - ارشاد ہوا "اپنے نفس ؏ کو الگ کر دو اور آ جاؤ" - دَعْ نَفْسَکَ وَتَعَالَ

بزرگو - !

؏ یعنی نفس کی تجویز اور خواہش کو فنا کر دو - ظ

آپ کا میدان مسجد ہے ۔جب مسجد میں قدم رکھو تو اجنبیت کی جُوتیاں الگ کر دیا کرو۔یعنی غیر اللہ کو دل سے نکال کر مسجد میں جایا کرو۔کیونکہ بندہ نماز میں اپنے پروردگار سے (عرض و معروض) کرتا ہے ۔پس خود ہی دیکھ لو کہ تم کیوں کر اپنے پروردگار سے عرض کرتے اور کس طرح اس کے دربار میں ہم کلامی کے لیے کھڑے ہوتے ہو۔ یہ دربار ـــ دربارِ احسانؔ ہے جس کے دروازے پر قلمِ قدسی نے یہ حدیث لکھی ہے :۔

اُعْبُدِ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ
فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ
فَاِنَّهٗ يَرَاكَ

اللہ تعالےٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اُس کو دیکھ رہے ہو۔ کیونکہ اگر تم اُس کو نہیں دیکھتے تو وہ تو تم کو دیکھ رہا ہے ۔

اور اُس کے دیکھنے کا بھی تقاضا وہی ہے جو تمہارے دیکھنے کا ہوتا اس لیے عبادت اچھی طرح سنوار کر کرنی چاہیے۔ کیونکہ آقا کے سامنے کوئی بھی بُری طرح کام نہیں کیا کرتا۔

ماسوی اللہ کو چھوڑنے کا مطلب :ـــــــــ

تمہارا اپنے نفس اور اہل و عیال میں مشغول رہنا تمہاری جہالت کی علامت ہے۔میں یہ نہیں کہتا کہ اُن کو چھوڑ کر بے فکر ہو جاؤ۔اور اپنے لیے پہاڑوں میں عبادت کی جگہ بنا لو۔بلکہ میں تو تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے بال بچوں کی خدمت سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو۔ اپنے نفس کی لذت کے لیے اُن کی خدمت نہ کرو بلکہ اللہ کو راضی

کرنے کے لیے اُن کی خبرگیری کرو۔ اپنے نفس کو راحت دو اور سب سے الگ ہو کر اللہ تعالےٰ کی خوشی حاصل کرو۔ کسی کام میں اپنی یا کسی دوسرے کی خوشی کو مقصود نہ بناؤ بلکہ اللہ تعالےٰ کو خوش کرنے کا قصد کرو۔ کیونکہ شان خداوندی ہر حالت میں شرک سے پاک اور برتر ہے۔ پس کسی کام میں اللہ کی رضا کے ساتھ دوسروں کی رضا کو مقصود نہ بناؤ۔ اعمالِ شرک مشرکین کی طرف لوٹا دیے جاتے ہیں اور اُن کے منہ پر مار دیے جاتے ہیں۔ اور مُوَحِّدین کے اعمال توحید قبول کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :۔

اَلَا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ ؕ	سُن لو۔ اللہ کے ہاں خالص عبادت قبول ہے۔

جس میں اُس کے سوا اور کسی کی شرکت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فَمَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلۡیَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشۡرِکۡ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖۤ اَحَدًا ۠	جو شخص اپنے پروردگار سے ملنا چاہتا ہو اُس کو چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ سورہ کہف

میں یہ نہیں کہتا کہ تم تجارت و صنعت وغیرہ جملہ اسباب سے الگ ہو جاؤ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ان کاموں میں غفلت اور حرام سے بچتے رہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم بیویوں کو چھوڑ دو، اچھے کپڑے نہ پہنو۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ خبردار! بیوی بچوں میں ایسے مشغول نہ ہو کہ خدا کو بھول جاؤ۔ قیمتی کپڑے پہن کر اللہ کی غریب مخلوق کے سامنے نہ اِتراؤ۔ نیز میں یہ کہتا ہوں کہ ضرورت سے زیادہ اس طرح زینت و آرائش

کا اظہار نہ کرو کہ فقراء کے دل ٹوٹ جائیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ایسی
زینت سے تمہارے دلوں میں عجب اور غفلت پیوستہ ہو جائے گی۔
میں یہ بھی کہتا ہوں کہ کپڑوں کی صفائی کے ساتھ ساتھ اپنے دلوں کو بھی
پاک وصاف رکھو۔ کیونکہ یہ کپڑوں کی صفائی سے مقدم ہے۔ ب م ۱۸

اصلاح قلب اور اُس کے مراتب

بزرگو ——! جب دل کی اصلاح ہو جاتی ہے تو کبھی وحی کے لیے منزل بن جاتا ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کے قلوب۔ اور کبھی اسرار و انوار اور فرشتوں کا گہوارہ بن جاتا ہے جیسے اولیاء اللہ کے قلوب اور جب بگڑ جاتا ہے تو تاریکیوں اور شیطانوں کا گھر بن جاتا ہے جب دل درست ہوتا ہے تو آدمی کو آگے پیچھے سے خبردار کر دیتا ہے اور وہ باتیں بتلا دیتا ہے جو کسی اور ذریعے سے معلوم نہیں ہو سکتی تھیں اور جب بگڑتا ہے تو ایسی بے ہودہ باتیں کرنے لگتا ہے جن میں نہ بھلائی کا پتہ ہوتا ہے نہ کامیابی کا نام و نشان۔ اس لیے میرے نزدیک درویش کو لازم ہے کہ اپنے ہر سانس کو کبریت احمر بلکہ اس سے بھی زیادہ قیمتی سمجھے ہر سانس کو عمدہ سے عمدہ حالت میں رخصت کرے جو اس کے مناسب ہے تاکہ اس کا کوئی سانس برباد نہ ہو۔ معاملہ تمہارے گمان و وہم سے کہیں زیادہ سخت اور سنگین ہے اس لئے عمر کو فضول باتوں میں اور بے ہودہ کاموں میں برباد نہ کرو۔ اس قیمتی عمر سے اللہ کی رضامندی اور جنت کی سلطنت خرید لو۔

عقلِ کامل اور اس کی نشانی

عزیز من ـــ! اگر تیرے پاس عقل کامل ہے تو تُو دنیا کی طرف نہ جھکے گا۔ اگرچہ وہ تیری طرف کتنا ہی جھکے۔ کیونکہ وہ خیانت کرنے والی ہے۔ جھوٹی ہے مکّارہ ہے۔ اپنے چاہنے والوں کا مضحکہ اڑاتی ہے۔ جو اس سے الگ رہا بچا رہا۔ اور جو اس کی طرف مائل ہوا تباہ ہوگیا حدیث میں ہے:۔

حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ — دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

تو جیسا اس کی محبت گناہوں کی جڑ ہے اسی طرح اس سے نفرت اور بے رخی کرنا تمام نیکیوں کی جڑ ہے

دنیا کی مثال ــــــــ سانپ جیسی ہے کہ چھونے میں تو نرم ہے مگر اس کا زہر ہلاک کرنے والا ہے۔ دنیا کی لذتیں جلدی زائل ہونے والی ہیں اور اس کے دن خیال ہی خیال میں گزر جاتے ہیں۔ پس اپنے کو دنیا میں پرہیزگاری اور خوفِ خدا میں لگائے رکھو۔ اللہ تعالےٰ کی یاد سے کسی وقت غافل نہ رہو اگر ذرا بھی کسی وقت غفلت طاری ہو جائے فوراً اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرو اور یاد الٰہی کے دروازے پر فوراً لوٹ آؤ - اللہ کو یاد کرو۔ اس سے شرماؤ تنہائی میں مجلسوں میں اُس کا خیال رکھو۔ تنگی و فراخی میں اللہ کی حمد اور شکر کرو۔ غیروں کو چھوڑو۔ کیونکہ اللہ کے سوا کوئی رہنے والا نہیں

عزیزمن! جب تم کوئی علم حاصل کرو یا اچھی حکایت سنو تو اس پر عمل کرو۔ اُن لوگوں میں داخل نہ ہو جو جانتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔

عزیزمن! عالم (جاننے والے) کی نجات اس میں ہے کہ اپنے علم پر عمل کرے۔ عمل نہ کرنا اس کی تباہی ہے۔

حدیث میں آیا ہے قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اُس عالم کو ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ حاصل نہیں کیا۔ پس اپنے اوقات کو کھیل کود۔ گانے بجانے اور ہنسانے والوں کی باتیں سننے میں برباد نہ کرو۔ خوش ہونا چھوڑ دو۔ کیونکہ دنیا میں خوش ہونا جُنون ہے۔ اس میں تو غمگین رہنا ہی عقلمندی ہے۔ جب یہاں ہمیشہ رہنا محال ہے۔ تو پھر دنیا پر گرنا پڑنا اور اس کی نعمتوں پر ریجھنا نادانی اور حماقت ہے۔

عزیزمن! اُن لوگوں میں خیال دوڑاؤ جو تم سے پہلے گزر چکے جن میں انبیاء و مرسلین بھی ہیں اور بڑے بڑے سلاطین و بادشاہ بھی، سب مر گئے گویا تھے ہی نہیں۔ وہ پہلے گذر گئے ہم اُن کے بعد جانے والے ہیں۔ پس نیک بندوں کے راستے پر چلتے رہو تا کہ اُن کی جماعت میں شامل کر لیے جاؤ اور اُن کی پارٹی میں داخل ہو جاؤ۔ یہی اللہ کا لشکر ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ کا لشکر ہی فلاح پانے والا ہے شیطان کا لشکر کبھی کامیاب نہ ہوگا۔

اولٰئِکَ حِزبُ اللہِ اَلَآ اِنَّ حِزبَ اللہِ ھُمُ المُفلِحُونَ

(ب م ۱۰۶ تا ۱۰۷)

وسیلہ اور توسّل کی حقیقت

بزرگو۔۔! جب تم اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں یعنی اولیاء اللہ سے مدد مانگو تو اس مدد اور فریادرسی کو اُن کی طرف سے مت سمجھو۔ نہ اُن سے فریاد کرو۔ کیونکہ یہ تو شرک ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجتیں مانگو اُس محبت کے وسیلے سے جو اللہ کو ان بندوں سے ہے

رُبَّ اشعث اَغْبَرَ ذِی طِمْرَیْنِ مَدْفُوعٍ عَلی الاَبْوابِ لَوْ اَقْسَمَ علی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ
"الحدیث"

بعضے بال بکھرے غبار آلود، پھٹے پُرانے کپڑے پہننے والے جن کو دروازوں سے دھتکار دیا جاتا ہے ایسے مقبولِ بارگاہ ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر کسی بات پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اُن کی قسم کو ضرور پورا کر دیتے ہیں۔

ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں تصرّف عطا فرمایا ہے اُن کے لیے حقائق کو بدل دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان اولیاء کو ایسا مرتبہ دیا ہے کہ جب وہ اللہ کے اذن سے کسی چیز کو کہتے ہیں ہو جا تو وہ فوراً ہو جاتی ہے عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارتے تو سچ مچ زندہ جانور ہو جاتا کام تو خدا کا تھا مگر ظاہر میں عیسیٰ علیہ السلام بناتے تھے۔ انہوں نے اللہ کے حکم سے مُردوں کو بھی زندہ کیا۔ ہمارے نبی، ہمارے محبوب، تمام انبیاء کے

سردار حضرت محمد علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی طرف کھجور نے اشتیاق ظاہر کیا اور آپؐ کے فراق میں بلند آواز سے ایسا رویا جیسے بچہ رویا کرتا ہے۔ کیونکہ آپؐ اُس ستون سے کمر مبارک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب منبر بن کر تیار ہوا اور آپؐ ستون کو چھوڑ کر منبر پر خطبہ دینے کے لیے تشریف لے گئے تو ستون سے رونے کی آواز زور شور کے ساتھ بلند ہوئی۔ پھر آپؐ کے تسلی دینے سے اُس کا رونا موقوف ہوا۔ اور پہاڑوں نے آپؐ کو سلام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ میں وہ تمام معجزات جمع فرما دیے جو انبیاء و مرسلین میں متفرقاً موجود تھے۔ اور آپؐ کے معجزات کے نمونے آپؐ کی امت کے اولیاء میں بھی جاری ہیں جو ظاہر میں تو اولیاء کی کرامات ہیں اور حقیقت میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائمی معجزات ہیں۔ کیونکہ آپؐ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اللہ تعالےٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لیے آپؐ کے معجزات کے نمونے اولیاء امت محمدؐیہ میں ظاہر فرمائے جن کو دیکھ کر لوگ قیاس کر لیں کہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے اس شان کے ہیں تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم خود کس شان کے ہوں گے اور اس طرح قیامت تک آپؐ کی رسالت پر حجت قائم ہوتی رہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزے کو جو سب سے بڑا معجزہ یعنی قرآن کریم ہے قیامت تک کے لیے محفوظ رکھا جس سے اہل عقل کو رسالت محمدیہ کی حقانیت واضح طور سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد سُن —— اور غور سے سُن۔

صاحبزادے ۔ اے میرے عزیز

جب تم نے یوں کہا "اے اللہ! میں آپ کی رحمت کے وسیلہ سے یہ سوال کرتا ہوں" تو گویا تم نے یوں کہا کہ "اے اللہ! میں آپ کے بندے شیخ منصورؒ اور اُن کے سوا دوسرے اولیاء کی ولایت کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں"۔ کیونکہ ولایت بھی ایک قسم کی خاص رحمت ہے۔

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے یہ خصوصیت عطا فرماتا ہے۔

پس اب خبردار! رحمٰن کی قدرات مرحومہ کو نہ دینا وسیلہ حقیقت میں اللہ کی وہ رحمت ہے[ع] جس سے مقبول بندہ نوازا گیا ہے۔ پس کسی کے وسیلے سے دعا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کو جو اس بندے پر ہے وسیلہ بنایا گیا ہے خود اس بندے کو وسیلہ نہیں بنایا گیا۔ اب تم اللہ کی رحمت و محبت و عنایت

ع جب وسیلہ کی حقیقت یہ ہے تو بھلا اس قسم کے توسّل کو کون حرام کہہ سکتا ہے! یقیناً جن علماء نے توسُّل کو حرام کہا ہے اُن کو اس کی حقیقت معلوم نہیں ہوئی محض عوام کی حالت سے انہوں نے خود اس کی ایک حقیقت تصنیف کر لی اور اس کو حرام کہہ دیا۔ توسُّل حرام وہی ہے جس میں بزرگوں کو معین و فریادرس سمجھا جائے۔ اور یہی علامہ ابن تیمیہؒ نے توسُّل کے لفظ سے سمجھا مگر محققین اس توسُّل کے ہرگز قائل نہیں۔ وہ جس توسُّل کے قائل ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے حاجت مانگی جائے اللہ تعالیٰ ہی کو معین اور فریادرس سمجھا جاوے اور بزرگوں سے جو اللہ تعالیٰ کو محبت اور خاص تعلق ہے اس کے وسیلہ سے دعا کی جائے۔ (مولانا ظفر احمد تھانوی سلمہ اللہ تعالیٰ)

کو جس سے خاص بندے نوازے گئے ہیں اپنی حاجت کے وقت وسیلہ بنا سکتے ہو۔ مگر ہر کام میں اللہ کی توحید کو ملحوظ رکھو بندہ یعنی اس ولی کو فاعل اور موثر یعنی کام بنانے والا نہ سمجھو کیونکہ اللہ تعالےٰ بہت غیرت والے ہیں۔ شرک سے ان کو بڑی غیرت آتی ہے اور شرک سے زیادہ ان کو کسی چیز سے نفرت نہیں۔

بزرگو! جو شخص عاجزی کے ساتھ دروازے پر پہونچا اُس کے لیے دروازہ کھل جاتا ہے اور اس کو قبول کر لیا جاتا ہے اور جو شخص انکسار کے ساتھ دربار میں داخل ہوتا ہے وہ عزت کی جگہ بیٹھتا ہے

۹۹

ایک کم سو نصیحتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولی کامل غوث الاعظم شیخنا المعظم حضرت محی الدین ابو العباس مولانا سید احمد کبیر رفاعی الحسینی الشافعی قدس سرہ العزیز کی کتاب البرہان المؤید سے منتخب کرکے ۹۹ نصائح و وصایا ایک جگہ جمع کردی ہیں تاکہ سالکین اور ہر اُس مسلمان کے لیے مشعل راہ بنیں جو اپنی زندگی کو سرمایہ آخرت بنانا چاہے۔

جامع

محمد ادریس الانصاری

۹۹۔ نصائح

عزیز من -!

۱۔ شریعت کی پابندی اختیار کرو۔ ظاہری احکام میں بھی اور باطنی احکام میں بھی۔ ۲۔ اپنے دل کو اللہ کی یاد بھلا دینے سے بچاؤ۔ ۳۔ درویشوں اور غریبوں کی خدمت کو لازم سمجھو ۴۔ نیک کاموں میں ہمیشہ جلدی اور سبقت کرو۔ سستی اور ملال کو راہ نہ دو ۵۔ اللہ کی مرضی پر جمے رہو اور خدا کے دروازے پر کھڑے رہو ۶۔ اپنے نفس کو رات میں عبادت کرنے کا عادی بناؤ۔ اعمال میں ریاد سے اپنے نفس کو بچاؤ ۷ اپنی خلوتوں اور مجلسوں میں پچھلے گناہوں پر روؤ۔ ۸ جھوٹے دعوے نہ کرنا ۹۔ توحید کے دریا میں غوطہ لگانے کا قصد نہ کرنا (یعنی فلاسفہ اور معتزلہ کی طرح توحید میں باریکیاں نہ نکالنا، ورنہ شیطان بہت سے وساوس اور شبہات میں مبتلا کر دیگا اسی لیے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں گفتگو کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے کیونکہ اس کی کنہ تک انسان نہیں پہونچ سکتا) ۱۰ اپنا اعتقاد ثبوتی رکھو اور ایسا پختہ جس میں تغیر نہ ہو سکے ۱۱۔ اپنے ذہن کو شیطانی وساوس سے پاک رکھو۔ ۱۲۔ اپنے آپ کو برے دوست کی صحبت سے بچاؤ۔ کیونکہ اس کی دوستی کا انجام قیامت کے دن پشیمانی اور افسوس ہے۔

برخوردار من -! ۱۳۔ جو تم نے کھا لیا فنا کر دیا۔ جو پہن لیا اُس

کو پرانا کردیا - ان میں سے کوئی چیز تمہارے ساتھ نہ رہے گی - ۱۴
جو کام تم نے کیے وہ تمہارے سامنے آئیں گے ۱۵۔ اللہ کے پاس پہنچنا
یقینی اور پختہ اور دوستوں سے جدا ہو جانا اٹل بات ہے ۱۶۔ دنیا
کی ابتداء ضعف اور فتور ہے اور اس کی انتہا موت اور قبر ہے
اگر دنیا کے رہنے والوں کو بقا ہوتی تو یہ بہت سے گھر ویران نہ
ہوتے - پس اللہ سے دل لگاؤ - ماسوی اللہ سے رُخ پھیر لو اور اپنی
تمام حالتوں میں اللہ کے سامنے گردن تسلیم خم کردو ۱۷۔ درویشوں
کے طریقوں کو تواضع کے ساتھ طے کرو اور شریعت کے قدم بقدم
اُن کی خدمت میں جمے رہو ۱۸۔ اپنی نیت کو وساوس کے میل کچیل سے
محفوظ رکھو اور اپنے دل کو لوگوں کی طرف مائل ہونے سے روکے رکھو
۱۹ - اللہ کے دروازہ سے سوکھی روٹی اور نمک ملا ہوا پانی ملے تو خوشی
سے کھالو - دوسروں کے تازہ گوشت اور شہد بھی ملے تو ہرگز نہ کھاؤ ؎
۲۰ - اپنی معاش کے لیے شریعت کے موافق حلال کمائی کا کوئی طریقہ اختیار
کرلو اور اسباب معاش کے لیے حیلہ یعنی اہتمام اور فکر کرنا چھوڑدو
۲۱ - خبردار! درویشوں (اللہ والوں) کا دل نہ توڑنا - یعنی اُن کو رنج
اور تکلیف پہونچانے سے بچتے رہنا - ۲۲ - صلہ رحمی کرتے رہو قرابت داروں
کی خاطر مدارت میں کمی نہ کرنا - ۲۳ - جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کرنا
جو تمہارے مقابلے میں تکبر کرے تم اس کے سامنے تواضع اور عاجزی
اختیار کرنا - ۲۴ - وزیروں اور حاکموں کے دروازوں پر آمدورفت نہ

؎ اللہ کے دروازہ سے ملنا یہ ہے کہ توجہ حلال ہو اور دوسروں کے دروازہ سے
ملنے کا مطلب یہ ہے کہ خلاف شرع ملے

رکھنا - ۲۵ - درویشوں اور قبروں کی زیارت زیادہ سے زیادہ کیا کرو۔ تاکہ دنیا سے دل سرد ہو جائے - ۲۶ - مخلوق سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرو اور اُن کی عقل کے اندازے کے مطابق کلام کرو - یعنی جو بات اُن کی سمجھ سے باہر ہو اُن کے سامنے بیان نہ کرو ۲۷ اپنے اخلاق سنوارو - ۲۸ - لوگوں سے اچھی طرح ملو اور جاہلوں سے کنارہ کرو - ۲۹ - یتیموں کی حاجتیں پوری کرنے میں لگے رہو - ان کی خاطر مدارات میں کوتاہی نہ کرو - ۳۰ - جن غریبوں کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہے اُن کے پاس زیادہ آمدورفت رکھو - ۳۱ - بیواؤں کی خدمت کے لیے سبقت کرو - تم مخلوق پر رحم کرو، خدا تم پر رحم کرے گا - ۳۲ - اللہ کے ساتھ رہو، تم اللہ کو اپنے ساتھ پاؤ گے - ۳۳ - اپنے تمام اقوال و افعال میں اخلاص کو اپنا ساتھی بناؤ - ۳۴ - مخلوق کو حق تعالےٰ کا راستہ بتلانے کی کوشش میں لگے رہو - ۳۵ - کرامات اور خوارقِ عادات کی طرف رغبت نہ کرو کیونکہ دیکھے (اولیاء کرامات کو ایسا چھپاتے ہیں جیسے عورت حیض کو چھپاتی ہے[ف] - ۳۶ - اللہ کے دروازے سے چمٹے رہو اور اپنے دل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ (بہ فیض) رکھو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی سے اپنے شیخ کے وسیلہ سے رابطہ و تعلق قائم رکھو ۳۷ - اپنے شیخ کی خدمت میں اخلاص کے ساتھ (یعنی محض برضائے حق کے لیے) بدون کسی غرض اور دنیاوی حاجت کے جمے رہو - اُس کے

ف مگر جب کہ مامور من اللہ ہو - اور اس میں مخلوق کی ہدایت پیش نظر ہو

گھر کا کام زیادہ کرو۔ اس کے سامنے باتیں کم کرو۔ تعظیم و وقار کے ساتھ شیخ کو دیکھو۔ تحقیر و تذلیل کی نگاہ سے کبھی نہ دیکھو۔ ۳۸۔ دوستوں کی خیر خواہی میں لگے رہو اُن کے دلوں میں الفت پیدا کرو۔ ۳۹۔ لوگوں کے درمیان صلح کراتے رہو ۴۰ سچائی اور خلوص کے ساتھ لوگوں کو درویشوں کے دروازے پر جانے اور صوفیۂ کرام کی جماعت کا راستہ اختیار کی ترغیب دیتے رہو ۴۱۔ اپنے دل کو ذکرِ الٰہی سے آباد رکھو اور ظاہر کو فکر سے آراستہ کرو۔ اپنے ارادہ اور نیت میں اخلاص کا نور پیدا کرو ۴۲۔ صرف اللہ سے ہی مدد چاہو اور اللہ کی طرف سے جو مصیبتیں آئیں اُن پر صبر کرو۔ اللہ سے راضی رہو اور ہر حالت میں الحمدللہ کہتے رہو۔ ۴۳۔ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود زیادہ بھیجو۔ ۴۴۔ اگر تمہارے نفس میں شہوت یا تکبر کی حرکت پیدا ہو تو اللہ کے لیے نفل روزے رکھو کہ اس سے شہوت و تکبر میں کمی ہو جاتی ہے بشرطیکہ معقول مقدار میں روزے رکھے جائیں اور ایک دو پر بس نہ کی جائے۔ ۴۵۔ اللہ کی رسّی یعنی قرآن کریم کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ یعنی اپنی زندگی میں قرآنی احکام کو ہمہ وقت جاری ساری کرنے کی فکر و کوشش میں لگے رہو ۴۶۔ اپنے گھر میں بیٹھو بازاروں اور سیر گاہوں میں بلا ضرورت نہ جایا کرو۔ جس نے سیر سپاٹا چھوڑ دیا اُس نے کامیابی حاصل کر لی[ف]

ف اگر سالک کو تفریح کی ضرورت ہو تو جنگل کی طرف یا مناظر قدرت کے دیکھنے کے لیے تنہا یا اپنے ہم مشرب ایک دو آدمی کو ساتھ لے کر نکل جائے۔ تو کوئی مضائقہ نہیں

۴۷۔ مہمان کی خاطر کرو ۴۸۔ اپنی بیوی بچوں، گھر والوں، خادموں، نوکروں کے ساتھ ہمدردی کرتے رہو ۴۹۔ ہر حال میں اللہ کو یاد رکھو ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کا اہتمام کرو ۵۰۔ آخرت کے لیے اچھے اچھے کام کرو اور دنیا کے کاموں کو بھی نیت کی درستگی کے ساتھ آخرت کے کام بنا دو۔ ۵۱۔ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ اور کہو اللہ۔ پھر لوگوں کو اُن کے مشغلوں میں کھیلتا ہوا چھوڑ دو۔ یعنی تم اللہ ہی کے لیے کرو جو کچھ کرو۔ اُسی کو ہر کام میں مطلوب و مقصود سمجھو۔ ۵۲۔ دوسروں کی حرص نہ کرو اُن کو اُن کے خیال میں مست رہنے دو۔ ۵۳۔ علماء شریعت کے محافظ ہیں۔ اگر عوام کو اُن سے نفرت ہوگئی تو شریعت کی حفاظت دشوار ہو جائے گی اور بدون شریعت کے تصوّف کا وجود بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ ۵۴۔ غیب سے جو کچھ آگے اور آسمان سے جو حادثہ نازل ہو اُس کو خوشی اور فراخ دلی سے لو اور اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں خوش رہو۔ ۵۵۔ تم سے جس قدر ہو سکے مخلوقِ خدا کی حاجتیں پوری کرنے میں لگے رہو۔ یعنی خدمتِ خلق کرتے رہو۔ کیونکہ جو شخص اپنے بھائی کی ایک حاجت پوری کریگا اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی ستّر حاجتیں پوری فرمائیں گے ۵۶۔ کسی قوم کا معزز آدمی ذلیل ہوگیا ہو یا مالدار محتاج ہوگیا ہو تو اُس پر خاص طور سے رحم کیا کرو ۵۷ کثرت سے صدقہ کیا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اس کے سبب سے بلاؤں کو دور کر دیتے ہیں ۵۸۔ علماء سے میل جول قطع نہ کرو۔ اُن کی مجالس میں بیٹھا کرو اُن سے علم حاصل کرو۔

مت کہو کہ فلاں عالم تو بے عمل ہے ہم اس سے کیوں ملیں۔ تم اس سے علم کی باتیں لے لو اور خود اُن پر عمل کرو۔ اُس کو اور اس کے عمل کو اللہ کے حوالے کرو۔ ۵۹۔ اولیاء کرام کام کی بات ہر جگہ سے لے لیتے ہیں۔ کچھ پروا نہیں کرتے خواہ وہ کیسی زبان سے نکلی ہو یا کسی پتھر پر لکھی ہوئی ہو۔ یا کسی کافر کے ذریعے پہونچی ہو ۶۰۔ علماء کا دامن پکڑ لو میں یہ نہیں کہتا کہ تم فلسفہ سیکھو بلکہ یہ کہتا ہوں کہ فقہ حاصل کرو دین سیکھو اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتے ہیں اُس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں ۶۱۔ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر شیطان سے جنگ کرو۔ کوئی نصیحت سے۔ کوئی اخلاق کے ذریعے سے، کوئی اپنے حال سے۔ کوئی اپنے کلام سے۔ غرضیکہ ہر کوئی شیطان کی طاقت توڑنے میں لگا رہے ۶۲۔ درویش کی زندگی کا ہر سانس کبریت احمر (سرخ گندھک)، سے زیادہ قیمتی ہے۔ وقت کو برباد کرنے سے بچو۔ وقت ایک تلوار ہے۔ اگر درویش اُس کو ضائع کرتا ہے تو وہ اُس کو کاٹ ڈالتا ہے۔ یعنی قرب الٰہی کے درجے سے کاٹ کر الگ کر دیتا ہے۔

انسان کا جو سانس خدا کی یاد سے غفلت میں گزرتا ہے۔ اس وقت اس کے اوپر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔

۶۳۔ مشائخ طریق کا ادب کرو۔ کیونکہ جو شخص اُن کے دلوں کی تکدر اور کلفت سے حفاظت نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اُس کے اوپر ایسے کُتے مسلط کرتے ہیں جو اُس کو تکلیف دیتے رہتے ہیں ۶۴۔ مخلوق کے ساتھ خیر خواہی سے رہو۔ نفس کے ساتھ مخالفت سے رہو اور شیطان کے ساتھ دشمنی و عداوت سے رہو ۶۵۔ اللہ کی نعمت کا شکر بقول جنیدؒ

یہ ہے کہ اللہ کی نعمت سے اس کی نافرمانی میں مدد نہ لے (یعنی مال و دولت کو شراب، سینما، سُود اور جُوے میں خرچ نہ کرے۔ اولاد بھی نعمت ہے۔ اس کا شکریہ ہے کہ ان کو ایسی تعلیم نہ دے جس سے وہ خدا کی نافرمان بن جائے۔ ولایت و نسبت باطنی بھی ایک نعمت ہے اس کا شکریہ ہے کہ اس سے تکبر و غرور نہ کرے لوگوں کے مال و دولت پر نظر نہ کرے۔ علم بھی ایک نعمت ہے اس کا شکریہ ہے کہ اس سے جھگڑا و فساد میں مدد نہ لے اور اس کو اپنی قابلیت ولیاقت جتلانے کا ذریعہ نہ بنائے) ۶۶۔ دنیا اور اہلِ دنیا سے نظر اٹھاؤ۔ کسی کے قبضہ میں نفع و نقصان نہیں سوائے خدا کے پھر تم خدا کو چھوڑ کر دوسروں پر کیوں نظر کرتے ہو؟ ۶۷۔ ہمت کی تلواریں وہ کام کرتی ہیں جو کسی کے وہم میں بھی نہیں آتے۔

۶۸۔ دلوں کے پردے دلوں کے تیروں سے ہی چاک ہوتے ہیں۔ پس اپنے دل کو کسی خدا رسیدہ کے حوالے کردو کہ وہ اپنے دل کے تیروں سے تمہارے دل کے پردے چاک کردے گا۔

۶۹۔ اسلام نام ہے شریعت کی پیروی اور تقاضائے طبیعت سے بے رُخی کرنے کا ۷۰۔ سچی معرفت حاصل کرو۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ذات کو بھی واحد جانو اور اس کی صفات کو یکتا بے نظیر پہچانو۔ اور مطلوب و مقصود بھی صرف اسی کو بناؤ۔ فاعل حقیقی بھی صرف اسی کو سمجھو۔ ۷۱۔ وعظ میں اختصار کی رعایت رکھو اور وعظ نام ہے غفلت والوں کو راستہ تبلانے کا۔

۷۲۔ نصیحت پوری طرح کرو۔ جس کی حقیقت زہد کی حفاظت

طریقہ بتلانا ہے ۶۳۔ محبت میں سچائی پیدا کرو۔ اور محبت نام ہے محبوب کے ماسوا کو بھول جانے کا ۶۴۔ حلال روزی تلاش کرو۔ اور حلال وہ ہے جس کے کھانے والے کو دنیا میں تاوان نہ دینا پڑے اور اور آخرت میں اس کی وجہ سے مواخذہ نہ ہو۔

۶۵۔ طاعت کے راستے پر سیدھے جمے رہو۔ اور طاعت یہ ہے کہ تمام اقوال و افعال و احوال میں رضائے الٰہی کو طلب کرے۔

۶۶۔ صبر کے رسّے کو مضبوط پکڑے رہو اور صبر یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر جمائے رکھے ۶۷۔ عزلت و خلوت کو پاکیزہ بناؤ۔ اور ان کی حقیقت یہ ہے کہ اہل دنیا سے دور رہے۔ یعنی اُن سے طمع نہ رکھے۔ ۶۸۔ لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دو۔ یعنی دل اُن کے ساتھ مشغول نہ ہو۔ اگرچہ بظاہر اُن کے درمیان ہی بیٹھا ہوا ہو۔ ۶۹۔ قانع وہ ہے جو تقدیر پر راضی اور قدر ضرورت پر کفایت کرے۔ زیادہ کی ہوس نہ کرے ۸۰ تم یہ کیا کہتے ہو کہ ابو یزید بسطامیؒ نے یہ کہا۔ ابن منصور حلّاجؒ نے یہ کہا یہ تمہاری حالت اچھی نہیں۔ صوفیاء کی ان باتوں سے پہلے یہ کہو امام شافعیؒ نے یوں فرمایا۔ امام مالکؒ نے یوں فرمایا۔ امام احمدؒ نے یہ فرمایا۔ امام ابو حنیفہؒ نے یہ فرمایا۔ حارثؒ اور بایزیدؒ کا قول نہ تم کو گھٹا سکتا ہے نہ بڑھا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ محض اسرار و احوال و مواجید اور کیفیات ہیں۔ جو ہر شخص کو جُدا جُدا پیش آتی ہیں۔ ان کے حاصل ہونے میں کسی کے ارادہ و اختیار کو دخل نہیں۔ اور امام شافعیؒ امام مالکؒ۔ امام احمدؒ۔ امام ابو حنیفہؒ ائمہ شریعت کے اقوال کا میاب تیغے

بتلاتے ہیں اور نزدیک کے راستے سے تمہیں لے جاتے ہیں۔ پہلے علم و عمل سے شریعت کے ستونوں کو مضبوط کر لو۔ اس کے بعد علم و عمل کی باریکیوں اور اسرار کو معلوم کرنے کے لیے ہمت بلند کرو علم کی ایک مجلس ستّر برس کی نفل عبادت سے افضل ہے۔

"شیخ کی وصیت اپنے خدام کو"

۸۱۔ مجھے بھیک مانگنے والوں کا ڈھول نہ بنانا کہ جس طرح وہ ڈھول بجا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ اسی طرح تم میری (جھوٹی) تعریفیں کر کے لوگوں کو میری طرف مائل کرو ——!

۸۲۔ میری خانقاہ کو حرم شریف (کعبہ) کی طرح زیارت گاہ نہ بنانا ۸۳۔ مرنے کے بعد میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس سے مرادیں مانگنے لگو ۸۴۔ اللہ سبحانہ کے تعلق کو لازم سمجھو۔ اللہ کے حق کی قسم اس کے سوا نہ کوئی ضرر دے سکتا ہے نہ نفع۔ نہ جدا کر سکتا ہے نہ ملا سکتا ہے۔ نہ دے سکتا ہے نہ روک سکتا ہے

۸۵۔ اس کا انکار نہیں ہو سکتا کہ اللہ تک پہونچنے کے لیے کچھ وسیلے ضرور ہیں۔ مثلاً اعمال صالحہ وغیرہ۔ اور کچھ واسطے بھی ہیں جن کی ناشکری نہیں کی جا سکتی۔ مثلاً سلسلہ کے مشائخ۔ مگر بڑی چیز ایک ہی بات ہے جس کو تم نے کہا اور واصل ہو گئے وہ ہے آمَنْتُ بِاللّٰہِ الخ۔ جب تم اللہ پر ایمان لے آؤ گے تو اس کی کتاب اور رسول اور ان تمام باتوں پر بھی ایمان لے آؤ گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔

۸۶۔ بس آج کل سب سے زیادہ قابل رشک وہ مومن ہے

جو اپنے زمانے کے حال سے واقف ہو اور زبان کی حفاظت رکھے اور اپنے کام میں لگا رہے اور نیک بندوں کے اعمال اختیار کیے رہے
میں نے سید عبدالملک الحربونی قدس اللہ سرہٗ سے عرض کیا۔ مجھے کچھ وصیت کیجئے۔ فرمایا:۔

۸۷۔ اے احمد! ادھر اُدھر دیکھنے والا واصل نہیں ہوتا مقصود تک پہونچنا اُسی کو نصیب ہوتا ہے جو سب طرف سے نگاہ ہٹا کر مقصود کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جائے۔ ۸۸۔ شک کرنے والا کامیاب نہیں ہوتا۔ کامیابی کا بڑا مدار یقین پر ہے کہ یہ سمجھ لے کہ میرا شیخ اللہ تک پہونچانے کا راستہ خوب جانتا ہے اور مجھے پہونچا سکتا ہے۔ جس کو شیخ پر اعتماد نہیں وہ محروم ہی رہتا ہے۔ ۸۹۔ جس شخص کو اپنے اندر نقصان نہ معلوم ہوتا ہو اور اپنے نقائص پر اس کی نظر نہ ہو اس کے تمام اوقات نقصان میں گزر رہے ہیں۔

دوسرے سال مجھے یہ وصیت فرمائی:۔

۹۰۔ اے احمد! طبیبوں کے لیے بیمار ہونا بہت بُرا ہے۔ اور عقل مند کے لیے جاہل ہونا اور دوستوں کے لیے بے مروّت ہونا۔

۹۱۔ ایسے علوم و حقائق بیان نہ کرو جس پر علماء گرفت کریں۔ نیز علماء ظاہر کے عیوب بھی بیان نہ کرو اس سے وہ تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے

۹۲۔ اپنی نظر کا منتہیٰ اور نگاہوں کا مرکز مخلوق کے دیدار کو نہ بناؤ اور ان کی حالت کو دیکھ کر حرص نہ کرو کہ یہ لوگ بڑے آرام و راحت میں ہیں۔ کیونکہ مخلوق میں بادشاہوں یا درمیانہ درجے کے لوگ یا ادنیٰ درجہ کے لوگ، عاجزی۔ احتیاج۔ ذلت و مسکنت میں سب

کی حالت برابر ہے ۔ مگر آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں ۔ اگر تحقیق کیا جاوے تو جس کو تم نے بڑی راحت میں سمجھ رکھا ہے تم سے زیادہ تکلیف میں نظر آئے گا ۔ ۹۳ ۔ لمبی عمر کی امید میں جوانی کو برباد کرنا اور قوت کے زمانے میں کام نہ کرنا سخت نادانی ہے ۔ ۹۴ ۔ ہمت اس کا نام نہیں کہ آدمی پردے کے پیچھے کھڑا ہو جائے ۔ ہمت اس کا نام ہے کہ پردہ کی آڑ توڑ کر نشست گاہ تک پہونچ جائے مخلوق کے ہاتھ سے جو نفع نقصان پہونچتا ہے ۔ یہ محض پردہ ہے ۔ جو اس سے خوف یا امید رکھے وہ ابھی تک پردے کے پیچھے ہے ۔ آگے بڑھو تو تم کو نظر آئے گا ۔ کہ دوسری طاقت کام کر رہی ہے مگر اس کے لیے ہمت کی ضرورت ہے ۹۵ ۔ جس نے سب کو چھوڑ دیا سب کو پالیا ۔ اور جس نے سب کو چاہا اُسے کچھ نہ ملا ۔ تم جن چیزوں کے طالب ہو اُن کے حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ ان کو چھوڑ کر پیچھے کھڑے ہو جاؤ ــــ ایک کو مطلوب بناؤ ۔ تمہارے سب مطلوب ایک میں داخل ہو جائیں گے ۹۶ ۔ سچی عبودیت اور غلامی یہ ہے کہ بندہ اپنے کو آقا کے حوالے کر دے ۔ درویش جب اپنے نفس کے لیے کسی سے انتقام لیتا ہے تو مشقت میں پڑ جاتا ہے ۔ اور جب اپنا معاملہ مولیٰ کے سپرد کر دیتا ہے تو وہ خود اس کی مدد کرتا ہے خاندان اور برادری کی اس کو ضرورت نہیں رہتی ۔ چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا ہے اپنے معاملات کو خدا کے سپرد کر دیا ہے ۹۷ ۔ گھاٹے میں وہ ہے جس نے اپنی عمر اللہ کی نافرمانی میں گزار دی ۔ زاہد وہ ہے جس نے اُن تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جو اللہ تعالےٰ سے غافل کرنے والی ہیں صاحب اقبال وہ ہے جو اللہ کی طرف متوجہ ہو گیا ۔ اور جوان مرد وہ ہے جو اللہ سے نیچے نہ اُترے

یعنی اللہ کے سوا کسی چیز پر توجہ نہ کرے اور اللہ ہی کی طرف لو لگائے رکھے۔ ۹۸۔ عزیز من! کیا تم نہیں دیکھتے کہ بچہ جب دنیا میں آتا ہے تو حرص کے مارے مٹھی بند کیے ہوئے پیدا ہوتا ہے اور جب یہاں سے جاتا ہے ہاتھ پھیلائے ہوئے نکلتا ہے اور زبان حال سے اقرار کرتا ہے کہ جس عارضی سامان پر اس نے حرص کی تھی۔ اس سے خالی ہاتھ جاتا رہا ہے۔ نصیحت کے لیے موت کافی ہے۔ عبرت حاصل کرنے کو موت بس ہے ۹۹۔ میں نے کوئی مشکل راستہ اور سہل طریقہ نہیں چھوڑا جس کے دروازے نہ کھولے ہوں اور لشکر ہمت کے ہاتھوں سے اس کے بادبان نہ اٹھا دیئے ہوں میں نے ہر دروازہ سے اللہ تعالیٰ کے پاس پہونچنا چاہا مگر ہر دروازے پر بہت زیادہ ہجوم پایا تو میں ذلت وانکسار کے دروازے سے پہونچا اُس کو میں نے خالی پایا اور اسی سے واصل ہوکر اپنے مطلوب کو پالیا۔ دوسرے طالب دروازوں پر ہی کھڑے تھے مجھے میرے پروردگار نے اپنے فضل وعطا سے وہ دیا جس کو اس زمانے میں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی بشر کے دل پر اس کا خیال گذرا۔ نصائح کے اخیر میں حضرت غوث الاسلامؒ نے فرمایا یہ ہے میری نصیحت تم کو اور ہر اُس شخص کو جو میرے طریقے پر چلے اور اپنے دوستوں کو اور تمام مسلمانوں کو اور اپنے چاہنے والوں کو اللہ تعالیٰ اُن کی تعداد بڑھائے۔ اور میں خدائے عظیم سے تمام گناہوں کی خواہ پوشیدہ ہوں یا ظاہر۔ چھوٹے ہوں یا بڑے مغفرت چاہتا ہوں اور اُس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں کیونکہ وہی توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان ہیں۔!

فخر اور بڑائی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ — بے شک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا ہر اترانے والے شیخی اور بڑائی مارنے والے کو۔

عزیز من —!

تم اپنے باپ دادا پر فخر کرتے ہو۔ کہ وہ بڑا عالم یا بزرگ تھا۔ سنو۔! آدم علیہ السلام کی اولاد اور اسی طرح بہت سے پیغمبروں کی اولاد کافر ہوگئی۔ اُن کے لیے آدم علیہ السلام یا اور کسی نبی کی اولاد میں ہونا کچھ بھی باعث فخر نہ ہوا۔ اسی طرح یہ کیا ضروری ہے کہ تیرا باپ لائق ہو تو تو بھی لائق ہو۔ ممکن ہے وہ لائق ہو اور تو نالائق ہو۔

یا تو اپنے علم پر فخر کرتا ہے۔ سو ابلیس نے علم کی ہر گتھی کو سلجھا لیا۔ دنیا کے تمام صحیفوں اور کتابوں کو پڑھا اور حل کر لیا۔ مگر خالی علم سے اُس کو کچھ نفع نہ ہوا۔

تو اپنے مال پر فخر کرتا ہے سو قارون کو اس کے مال نے ہی تباہ کیا۔

تو اپنی بادشاہت و حکومت پر فخر کرتا ہے مگر فرعون کو اُس کی بادشاہت اللہ کے عذاب سے ذرا نہ بچا سکی۔

عزیز من۔! ان چیزوں پر فخر کرنا چھوڑ دے اور ذلت و عاجزی اختیار

کر کے اللہ کی طرف رجوع کرے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے یکسو ہو کر اللہ کی طرف رجوع کیا تو وہ ہلاک نہیں ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی ذلت کا بستر بچھا دیا تو وہ ذلیل نہیں ہوئے۔ یونس علیہ السلام نے جب یہی التجا سے لَا اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (الٰہی! تیرے سوا کوئی معبود نہیں آپ تمام عیبوں سے پاک ہیں میں ہی خطاوار تھا) کہا تو اُن کی شان میں ذرہ برابر کمی نہ آئی جب یوسف علیہ السلام نے اپنے کو تقدیر الٰہی کے حوالے کر دیا اور اللہ ہی پر بھروسہ کیا تو وہ ناکام نہیں ہوئے نبی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ رسولوں کا یہی طریقہ ہے صدیقین اور صلحاء کا یہی طرز ہے۔ یہ حضرات فخر و تکبر سے پاک ہوتے ہیں۔ تواضع و خاکساری ان کا شعار ہے۔ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں پس جو شخص بھی انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور صدیقینؒ و صالحینؒ کے طریقے پر چلے گا وہ کبھی ناکام نہ ہوگا

مُراقبۂ موت

بزرگو! انجام کو سوچو۔ بار بار سوچو۔ دنیا کی حقیقت، اس کی فنا اور اس کے انجام کے فکر میں دن گذارو۔ عزیزو! ہم سب فنا کے راستوں پر چل رہے ہیں اور وہ عن قریب ہم کو فنا یعنی موت کے گڑھوں میں گرا دیں گے جو ہماری نگاہوں سے اس وقت غائب اور چھپے ہوئے ہیں ہم سب اپنی موت کی کشتیوں کو حرص کی ہواؤں اور طمع دلالچ کے پردوں سے آرزو اور امیدوں کے سمندروں میں چلا رہے ہیں۔ اور ہم کو عن قریب موت کی گہرائیوں میں غوطہ دیں گے۔ ہمارے افکار و خیالات دنیا کی ضرورتوں کے پورا کرنے میں لگے ہوئے ہیں، حالانکہ زمانے کے حوادث کے ہاتھ ہم کو تھپیڑے دے رہے ہیں اور موت کے منادی ہم کو پکار پکار کر کہہ رہے ہیں ؎

النَّاسُ فِیْ غَفَلَاتِهِمْ وَرَحَی الْمَنِیَّةِ تَطْحَنُ
مَادُوْنَ دَائِرَةِ الرَّحٰی حِصْنٌ لِمَنْ یَتَحَصَّنُ

۱؎ لوگ غفلتوں میں پڑے ہوئے ہیں اور موت کی چکی برابر چل رہی ہے اور پیس رہی ہے

۲؎ اس چکی کے پاٹ سے پناہ ڈھونڈنے والے کے لیے کوئی پناہ نہیں موت کا فرشتہ ہر دن ہمارے آگے پیچھے پکارتا رہتا ہے۔

اَیْنَمَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِیْ — تم جہاں بھی ہوگے موت تم کو پکڑ لے گی۔ اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں

بُرُوجٍ مُّشَیَّدَۃٍ ط کیوں نہ ہو۔

قبروں کی تاریکیاں ہمارے بدن کے وہاں پہونچنے کی منتظر ہیں اور ہم غفلتوں کے طوفان میں غرق اور شہوتوں کے نشے میں مست ہیں۔ اے عقل مند! تو کب تک اپنے نفس کو نجات کے راستے سے ہٹا کر ہلاکت و بربادی کے راستے پر ڈالتا رہے گا۔ کب تک طاعات کے کھلے میدان سے ہٹ کر گناہوں کی تنگ گھاٹیوں میں پھنسا رہے گا تو اپنے کو خطاؤں کی شراب اور گناہوں کی گندگی پلا کر فتنوں اور آفتوں کے دریا میں غوطے دے رہا ہے۔ اور اگلی مصیبتوں کے لیے تیار کر رہا ہے۔

خوب سمجھ لے۔ تیری عمر تھوڑی ہے۔ بہت تھوڑی ہے اور پرکھنے والا بڑا بصیرت والا ہے۔ اُس سے تیرا کوئی کھوٹ چھپا ہوا نہیں آخر اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے ؎

یا ایھا المعدود انفاسہ لا بد یوماً ان یتم العدد

لَا بُدَّ مِنْ یَوْمٍ بِلَا لَیْلَۃٍ وَلَیْلَۃٍ تَأْتِیْ بِلَا یَوْمِ غَدٍ

ما اے انسان! جس کے سانس گنے ہوتے ہیں ایک نہ ایک دن یہ گنتی ضرور پوری ہو گی۔

ما ایک دن ایسا بھی ضرور آئے گا جس کے بعد رات نہ آئے گی اور ایک رات ایسی بھی آئے گی جس کے بعد اگلا دن نہ ہو گا

بڑے بڑے پہلوان بڑے بڑے امیر اور بادشاہ موت کا شکار ہو گئے اور کسی کے بنائے کچھ بھی نہ بنا۔ ب م ۵۱۰

طریقہ مراقبہ

موت کے مراقبے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ کسی وقت خلوت میں بیٹھ کر سارے خیالات دل سے نکال کر قلب کو پوری طرح فارغ کر کے توجہ اور عزم کے ساتھ موت کا دھیان کرو۔

اوّلاً اپنے اُن دوستوں اور عزیز و اقارب کا تصور کرو جو دنیا سے گذر گئے۔ اور ایک کے بعد دوسرے کا، پھر تیسرے کا پھر چوتھے کا غرضیکہ باری باری ہر ایک کا تصور کرتے جاؤ کہ ان کی یہ صورتیں کہاں چلی گئیں۔

یہ لوگ کتنی کتنی اور کیسی کیسی آرزوئیں اپنے ساتھ لے گئے عزت اور اقتدار کی ہوس اور مال کی حرص سب ان کے دلوں میں رہ گئی اور خود چلتے بنے، خاک کا ڈھیر ہو گئے۔ منوں مٹی کے نیچے دبے پڑے ہیں کہ ان کا کبھی کوئی نام بھی نہیں لیتا۔

ثانیاً — ان مرنے والوں کے بدن اور جسم کا دھیان کرو۔ کہ کیسے حسین اور نازک بدن تھے مگر اب ریزہ ریزہ ہو گئے۔ گل گئے سڑ گئے۔ پھٹ گئے۔ کیڑے مکوڑوں کی غذا بن گئے۔

ثالثاً — ان مرنے والوں کے اعضاء میں سے ایک ایک عضو کا دھیان کرو کہ وہ زبان کیا ہو گئی جو کسی وقت چُپ ہونا جانتی نہ تھی۔ وہ ہاتھ کہاں گئے جو حرکت سے تھکتے نہ تھے۔ اُن کی آنکھیں اور پُتلیاں کس کیڑے کی خوراک بن گئیں۔ ان کی نرم و نازک ناک جو کبھی بدبو برداشت نہ کرتی تھی اور پھولوں کی بھینی بھینی خوشبوؤں کے

سونگھنے کی عاشق تھی آج قبر کے اندر مردہ لاش کی عفونت کس طرح برداشت کر رہی ہوگی۔ وہ پاؤں کیا ہوئے جو جان بچانے اور بدن کی روزی حاصل کرنے کے لیے ہمہ وقت دوڑتے پھرتے تھے آج قبر میں پڑے ہوئے جسم کی شکست و ریخت کا حسرت ناک منظر دیکھتے ہوئے بھی اس کی حفاظت کے لیے ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتے غرضیکہ اس طرح پر اگر فکرِ موت اور مراقبہ موت کرو گے تو سعید بن جاؤ گے کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اَلسَّعِيْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَيْرِهٖ — سعید وہ ہے جو دوسروں کے ذریعے نصیحت حاصل کرے

افسوس — کہ ہم موت جیسی ہول ناک چیز سے غافل ہیں۔ اس زمین پر کہ جس کو ہم پاؤں سے روندرہے ہیں ہم سے پہلے سیکڑوں آئے اور چل دیے مگر ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیشہ یہیں رہیں گے موت کا خطرناک سفر درپیش ہے مگر ہمیں کچھ پروا نہیں۔

ترمذی کی روایت ہے۔

کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو نصیحت فرمائی تھی صبح ہو تو شام کا فکر نہ کرو اور شام ہو تو صبح کا خیال نہ لاؤ۔ اور دنیا میں آئے ہو تو زندگی میں موت کا سامان کرو صحت کے زمانے میں مرض کی فکر کرو، کیوں کہ اے عبداللہ! کیا خبر ہے کل کو تمہارا کیا نام ہوگا۔ یعنی زندہ ہوگا یا مردہ۔ جس چیز کے آنے کا کوئی وقت مقرر نہیں اس کا فکر تو ہر وقت ہونا چاہیے۔ پس اپنی امیدوں پر خاک ڈالو اور آرزوؤں کو بڑھنے نہ دو۔ خدا جانے گھنٹہ

کے بعد کیا ہونا ہے۔

حضرت اُسامہ رضؓ نے سَوؔ دینار میں دو مہینے کے وعدہ پر ایک کنیز خریدی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُسامہ کی حالت پر تعجب کرو کہ زندگی کا بھروسہ ایک دن کا بھی نہیں اور دو مہینے کے وعدہ پر باندی خرید لی ہے یہ طول امل ہے۔ خدا کی قسم ہے کہ میں نوالہ منہ میں رکھتا ہوں اور یقین نہیں کرتا کہ حلق کے نیچے اُترے گا" ممکن ہے کہ نوالا کھاتے ہی پھندا لگ کر دم نکل جائے"۔ لوگو! اگر تم کو عقل ہو تو اپنے کو مُردوں میں شمار کرو۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے جو کچھ وعدہ کیا گیا وہ اٹل ہے یعنی ضرور آنے والا ہے اور جو آنے والا ہے وہ بہت قریب ہے۔ اگر تم کو جنت کی خواہش ہو تو دنیا کی امیدوں کو کم کرو۔ موت کو ہر وقت پیش نظر رکھو۔ اللہ سے شرماؤ جیسا کہ شرمانے کا حق ہے انشاء اللہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (روایت ابن ابی الدنیا)

دنیا کی حقیقت

بزرگو —!

اللہ کے پاس جانا ہے اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ ہر شخص اپنے ٹھکانے پر پہونچے گا اور اس کی عمر ایک نہ ایک دن پوری ہو جائے گی پھر اس کے متعلق باز پرس ہو گی کہ عمرِ عزیز کو کس کام میں صرف کیا اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :-

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى ٥

ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور اُسی میں تم کو لوٹا دیں گے پھر اُسی سے دوبارہ زندہ نکال کر کھڑا کر دیں گے۔

یہ غلہ گندم وغیرہ جو تم کھا رہے ہو تمہارے ہی جیسے آدمیوں کی مٹی سے اُگا ہے۔ کیونکہ زمین کے اندر بے شمار مخلوق دفن ہے جن کے بدن مٹی میں مل گئے ہیں اُن میں قوت بھی تھی اور سختِ جنگ جُو بھی تھے مگر سب چل دیے۔ اور دنیا سے ایسے جدا ہو گئے گویا کبھی تھے ہی نہیں ؎

هٰذا ترابٌ لو تأمّله الفتی
لرأى عليه من الجباء بساطاً

وكأنّما ذرّاته لو ميّزت
صِيغت لِالسنة الاولى اسقاطا

ترجمہ :- اس مٹی میں اگر کوئی غور کرے، تو اُس پر بہت سی پیشانیوں کو بچھا ہوا پائے گا اگر اس کے ذرّوں کو الگ الگ کیا جائے تو یہ

معلوم ہوگا کہ ان ذرات کو لوگوں کی زبانوں کے لیے غلاف بنا دیا گیا۔ صاحبو! ہم بہت سی زبانوں، پیشانیوں۔ رخساروں اور لبوں کو روندتے پھرتے ہیں۔

اے آنکھ والو!

عبرت حاصل کرو۔ یہ دنیا ہے اور یہ ہے اس کی حالت۔ یہ اس کے مکانات ہیں اور یہ ہیں اس کے آدمی، جن کا انجام سوا اس کے کچھ نہیں کہ سب مٹی میں مل جائیں گے۔ تم کو خدا کی قسم! کیا اس غور و فکر اور اس عبرت کے بعد بھی دنیا اور اس کے مکانات کی اور اُن کے بنانے سنوارنے کی کچھ طمع ہو سکتی ہے؟ بتلاؤ—!

کیا میں اس خانقاہ میں اس لیے تعمیر لگاؤں کہ اس میں میری اولاد صالح۔ ابراہیم۔ ابوالقاسم اور کچھ مستورات رہیں گی

یا اُس گھر کو تعمیر و آباد کروں جس میں دوستوں سے جدا ہو کر مٹی سے کمر لگا کر مجھے خود رہنا ہے گیا اس خانقاہ کو میرے باپ نے اپنے سواروں اور پیادوں کی مدد سے بنایا تھا اور بنا کر میرے لیے اپنے بعد چھوڑ گئے تھے؟

نہیں خدا کی قسم نہیں۔ بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان سے عطا فرمائی۔ خدا کی مہربانی اور کرم سے سب کچھ ہوا۔ اور کیا یہ احسان میرے ساتھ ہی مخصوص ہے؟ نہیں خدا کی قسم نہیں۔ بلکہ دنیا تو اللہ تعالیٰ ہر شخص کو دیتے ہیں۔ جس سے اُن کو محبت ہے۔ اُس کو بھی اور جس سے محبت نہیں اُس کو بھی۔ ہاں—! آخرت کی نعمت صرف اُس کو دیں گے جس سے اُن کو محبت ہے۔ خدا تعالےٰ

نے میرے باپ کو بھی دیا۔ جگہ دی۔ کپڑا دیا۔ کھانے پینے کو دیا اسی طرح مجھے بھی سب کچھ دیا اور میرے اہل وعیال کے لیے بھی اللہ کے علم میں رزق ہے جو لوحِ محفوظ میں مقدر ہو چکا ہے۔ اسی طرح تمام مخلوق کا حال ہے۔ یعنی سب کے واسطے رزق مقدر ہے۔ پھر یہ فضول خیالات اور گمراہی کے راستے میں بھٹکنا کس لیے؟ لوگ ساری عمر اہل وعیال کے لیے مکان بنانے، جائداد وغیرہ حاصل کرنے میں ضائع کر رہے ہیں اور اپنے واسطے کچھ نہیں کرتے۔ ہوشیار۔ عقل مند وہ ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرے اپنے آپ کو عبادت میں لگائے رکھے اور ما بعد الموت مرے پیچھے کے لیے کام کرے۔

حق تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝	اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ زمین کے وارث میرے لائق بندے ہوں گے۔

پس لائق اولاد کے لیے تو فکر کی حاجت نہیں اور نالائقوں کو تمہارے فکر سے کچھ نفع نہیں۔ وہ تو تمہارا جمع کیا ہوا خزانہ اور جائداد چار دن میں ختم کر کے مفلس ہو جائیں گے۔

آیت کی تفسیر:

اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے کہ زمین سے مراد یہی زمین

ہے یا جنت کی زمین - اور لائق لوگوں سے مراد نیک کام کرنے والے ہیں یا وہ سیاست اور حکومت کے لائق ہیں - اور میراث سے مراد باطنی میراث ہے یا ظاہری حکومت - بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد باطنی میراث ہے جس کے ذریعے بندے کو اللہ تعالیٰ کا قرب کامل حاصل ہوتا ہے جب کہ وہ زمین سے لگتا ہے - حاصل یہ ہوا کہ اس زمین کے اصل مالک وہ ہیں جو زمین سے لگ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں - کیونکہ انسان کو زمین پر اسی لیے بھیجا گیا ہے - اس کو مٹی سے اسی لیے بنایا گیا تاکہ زمین سے لگ کر اپنی ذلت و عاجزی کا اظہار کرے - یہی لوگ زمین سے وہ کام لیتے ہیں جس کے لیے اُن کو اور زمین کو بنایا گیا پس یہی لوگ زمین کے اصل مالک ہیں اور جو لوگ زمین سے یہ کام نہیں لیتے وہ اصل مالک نہیں بلکہ غاصب و ظالم ہیں -! اور بعض نے کہا ہے اُس سے مراد ظاہری میراث یعنی حکومت و سیاست مُراد ہے - یعنی زمین کے وارث یعنی حاکم وہ لوگ ہیں جو مخلوق کے استحقاق کے موافق زمین کی حکومت و سیاست اور انتظام کے لائق ہوں - کیونکہ لوگوں کے اعمال ہی حقیقت میں حُکّام ہیں اس لیے سب کے سب یکساں سیاست کے مستحق نہیں بلکہ بعض نرمی کے مستحق ہیں بعض سختی کے - تمہارا سب سے بڑا حاکم خود تمہارا عمل ہے جیسے تم خود ہو گے ویسے ہی حاکم تمہارے اوپر مسلط کئے جائیں گے - اس تفسیر کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے -

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا	زمین اللہ کی ہے اپنے بندوں میں سے
مَنْ يَّشَاۤءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ	جس کو چاہتا ہے وارث کر دیتا ہے

اس آیت میں یقیناً زمین سے مراد یہی زمین ہے اور میراث سے مراد حکومت وسلطنت ہے۔ کیونکہ یہ موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے جس میں آپ نے بنی اسرائیل کو تسلی دی ہے اور اس میں یہ قید نہیں ہے کہ زمین کی حکومت صرف نیک بندوں کو ملے گی بلکہ عاقبت یعنی کامیابی آخرت کو متقین کے لیے خاص کیا گیا اور قرآن کریم کی آیات میں تعارض نہیں ہو سکتا۔ پس اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ میں اگر زمین سے دنیا کی زمین اور میراث سے حکومت مراد ہے تو "صالحون" کی تفسیر نیک بندوں سے نہ کی جائے گی بلکہ لائق اور قابل لوگ مراد لیے جائیں گے یعنی جن میں حکومت وسیاست اور انتظامی صلاحیت ہو خواہ مسلمان ہوں یا کافر۔ نیک ہوں یا فاسق اور بے دین۔

تیسری تفسیر:

بعض لوگوں نے اس آیت کی تفسیر جنت کی زمین سے کی ہے اور اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جنت کی زمین کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے اور یہ سب کے سب ہدایت پر ہیں۔ ہر ایک کی تفسیر صحیح ہے۔ کیونکہ قواعد شرعیہ کے خلاف کوئی نہیں۔ بہرحال یہ آیت بتلا رہی ہے کہ اگر اولاد قابل اور صالح ہوگی تو خود بخود زمین کی وارث ہو جائے گی اور ناقابل ہوگی تو باپ دادا کے ترکے کو بھی برباد کر دے گی۔ جب یہ بات ہے۔ تو پھر اولاد کے لیے دنیا میں انہماک اور اس قدر فکر کیوں ہے؟

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں :۔

دنیا صرف مال و جاہ ہی کی محبت کا نام نہیں بلکہ موت سے پہلے جس حالت میں بھی تم ہو وہ سب دنیا ہے۔ اور دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ دنیا کے تمام بکھیڑوں، مخلوقات اور موجودہ چیزوں کے ساتھ تعلق رکھنے کا نام دنیا کی محبت ہے۔ البتہ علمِ دین اور معرفتِ الٰہی ایسے نیک کام جن کا ثمرہ مرنے کے بعد ملنے والا ہے اگرچہ اُن کا وقوع دنیا میں ہوتا ہے مگر درحقیقت وہ دنیا سے مستثنیٰ ہیں اور اُن کی محبت دنیا کی محبت نہیں ہے بلکہ آخرت کی محبت ہے۔!

یاد رکھو۔۔۔! آدمی کو جاہ و عزت اور مال کے علاوہ ان پانچ چیزوں سے بھی محبت ہوتی ہے:۔

(۱) زمین کی محبت ہوتی ہے کہ اس پر مکان بنائے۔ یا اُس میں کھیتی کرے۔

(۲) نباتات کی محبت ہوتی ہے کہ سبزی، ترکاری، غلہ جات باغات وغیرہ کاشت کرے کہ اُن کو کھائے اور مزے اُڑائے۔

(۳) معدنیات کی محبت ہوتی ہے کہ برتن، زیورات اور اوزار وغیرہ بنائے یا سونا چاندی جمع کرے۔

(۴) حیوانات کی محبت ہوتی ہے مثلاً شکار کرے اُن کو کھائے یا اُن پر سواری کرے اور اپنی زینت بڑھائے۔

(۵) آدمیوں کی محبت ہوتی ہے مثلاً یہ کہ عورتوں کو اپنے نکاح میں لائے یا مردوں کو غلام، نوکر اور خدمت گار بنائے انہی چیزوں کی محبت کا نام ہوائے نفس یعنی خواہشاتِ نفسانی ہے پس جس نے اپنے نفس کو اِن خواہشات نفسانی سے روک لیا اُس کا ٹھکانا جنت ہے

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی

یاد رکھو۔! دنیا کی زندگی محض کھیل تماشہ ہے اور اس سے اکثر باطنی امراض مہلکہ مثلاً غرور۔ نخوت۔ کینہ۔ حسد۔ ریاء تفاخر اور بڑھوتری کی حرص پیدا ہوتی ہے اور جب کسی آدمی کو دنیاوی زندگی کی درستی و آرائش کا شوق پیدا ہوتا ہے تو تجارت، زراعت، صنعت و حرفت کے ناپائیدار مشغلوں میں ایسا پھنس جاتا ہے کہ آگے پیچھے، مبدا و معاد کی اس کو کچھ خبر نہیں رہتی اور ظاہر و باطن دونوں دنیا کے ہی ہو جاتے ہیں۔ اس کا قلب دنیا کی محبت میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور بدن اس کی اصلاح و تدبیر میں مصروف ہو جاتا ہے۔ حالانکہ دنیا توشۂ آخرت ہے اور اس سے مقصود یہی ہے کہ مسافرانِ آخرت بآسانی اپنا سفر ختم کر سکیں۔ مگر بے وقوف اور احمق لوگوں نے اسی کو مقصود اصلی سمجھ لیا اور طرح طرح کے کاموں اور قسم قسم کی خواہشوں میں ایسے پڑے کہ آنے والے وقت کو بالکل بھول گئے

دنیاداروں کی مثال:

ان لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص حج کی نیت سے روانہ ہو اور جنگل میں پہونچ کر گھانس دانہ کو دیکھ کر سواری کے جانور کو موٹا کرنے کی فکر میں لگ جائے اور ہمراہیوں سے پیچھے رہ جائے اس کی حالت پر افسوس ہے کہ تن تنہا جنگل میں رہ گیا اور قافلہ کوچ کر گیا۔ جس نیت سے چلا تھا یعنی حج وہ بھی گیا گذرا ہوا انجام یہ ہوا کہ جنگلی درندوں نے ایک دن موٹی تازی سواری کو بھی چیر پھاڑ ڈالا۔

اور سوار کو بھی اپنے منہ کا نوالہ بنا گئے۔

یاد رکھو کہ دنیا آخرت کی کھیتی اور منزل کا پڑاؤ ہے اور تم اپنے جسم خاکی پر سوار ہو کر سفر آخرت کر رہے ہو۔ اس لیے تم کو چاہیے کہ اپنی سواری کا گھانس دانہ بقدر کفایت اٹھاؤ اور سفری ضرورتوں میں کام آنے والا سامان مہیا کرکے وہ بیج بوؤ جس کو آخرت میں کاٹو اور پھر دائمی زندگی آرام سے گزار سکو۔ اور اگر اس کے بجائے سواری یعنی جسم کی پرورش اور فربہی میں مشغول ہو جاؤ گے تو قافلہ کوچ کر جائے گا اور تم منزل مقصود پر نہ پہونچ سکو گے۔

حق تعالیٰ کی محبت کے بغیر آخرت کی دائمی نعمتیں ہرگز نہیں مل سکتیں — مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔

جو شخص اپنے نفس کی ماہیت سے واقف ہو گیا، معرفت الٰہی حاصل کرلی اور جس نے کمینی دنیا کی حقیقت سمجھ لی وہ خوب سمجھ سکتا ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت کے بغیر آخرت کی جاوید نعمتیں ہرگز نہیں مل سکتیں اور حق تعالیٰ کی محبت کے ساتھ دنیا کی محبت کا جمع ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جس طرح ایک برتن میں آگ اور پانی کا جمع ہونا ناممکن ہے۔ اور جب تک انسان دنیا سے منہ نہ پھیرے گا اور ان فانی تعلقات کو منقطع کرکے بقدر ضرورت دنیا پر قناعت کرکے باطمینان ہر لحظہ و فکر و ذکر الٰہی میں مشغول نہ ہو جائے گا اُس وقت تک حق تعالیٰ کی محبت پیدا نہ ہوگی —!

اگر تمہاری ایسی حالت ہو جائے اور نور بصیرت کے مشاہدہ سے یہ اسرار منکشف ہو جائیں تب تو کسی کے سمجھانے اور تبلانے کی ضرورت

ہی نہیں ۔ ورنہ شریعت کے تابع بن کر دیکھو کہ اللہ تعالےٰ نے دنیا کی کس قدر مذمت فرمائی ہے ۔ تقریبًا تہائی قرآن اس دلفریب سبزہ زار زہر قاتل لاعلاج کی برائیوں سے بھرا ہوا ہے ۔

ابن ابی الدنیا کی مُرسل روایت ہے :-

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تعجب ہے اُن بندوں پر جو عالمِ آخرت کو سچا سمجھیں اور پھر اس ناپائدار پر فریفتہ ہوں ۔"

خوب سمجھ لو — ! جو لوگ دنیا کو مقصود سمجھ کر اس کے کمانے میں مشغول ہو جاتے ہیں وہ سدا پریشان رہتے ہیں کیونکہ اُن کی طلب کبھی ختم نہیں ہوتی — اُن کا فکر کبھی رفع نہیں ہوتا — ! اُن کی آرزو کبھی پوری نہیں ہو سکتی — اُن کا رنج و غم کبھی دور نہیں ہو سکتا ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مکاشفہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایک دن دنیا کی حقیقت منکشف ہوئی انہوں نے دیکھا کہ ایک بدصورت بڑھیا بناؤ سنگار کیے ہوئے زیور و پوشاک پہنے بنی ٹھنی بیٹھی ہے ۔ آپ نے پوچھا ۔ اری بڑھیا ! تو کتنے لوگوں سے نکاح کر چکی ہے ؟ دنیا نے جواب دیا کہ بے شمار آدمیوں سے آپ نے فرمایا کہ اُن شوہروں کا انتقال ہو گیا، یا تجھ کو طلاق دے گئے ۔ دنیا نے جواب دیا کہ طلاق دینے کی ہمت کس کو ہوتی — میں نے سب کو مار ڈالا ۔ یہ سُن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ۔ کہ تیرے موجودہ شوہروں پر افسوس ہے کہ اُن کو گذشتہ شوہروں کی حالت سے عبرت نہیں ہوتی — !

مسلمانو — ! ہوشیار ہو۔سنبھلو۔ دنیا بڑی بے وفا ہے اس سے بچو۔ اس کا جادو ہاروت وماروت کے جادو سے زیادہ اور جلد اثر کرتا ہے۔ (کیونکہ ہاروت وماروت کا جادو عورت اور مرد کے درمیان جدائی اور تفریق کرا دیتا تھا اور دنیا کا جادو بندہ اور اس کے رب کے درمیان جدائی کرا دیتا ہے ؎)

اس مقالہ کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

— اگر جَو کی روٹی نمک کے ساتھ کھا کر اور ٹاٹ پہن کر زندگی گذار دو گے تب بھی زندگی گذر جائے گی — خدارا — آخرت کا فکر کرو کہ وہاں کی رتّی برابر نعمت کا نہ ملنا بھی بڑی تکلیف اور مصیبت کا سبب ہے۔

ایک شیطانی وَسوسہ : ———

بعض لوگ دھوکہ کھائے ہوئے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا بدن دنیا میں خواہ کتنا ہی مصروف رہے مگر ہمارا قلب دنیا سے فارغ اور خالی رہتا ہے۔

یاد رکھو — ! کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ بھلا — ! کوئی شخص دریا میں چلے اور پاؤں نہ بھیگے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر تم کو دنیا کی طلب ہوگی اور ضرورت سے زیادہ دنیا کمانے کی تدبیروں میں لگو گے تو ضروری بات ہے کہ پریشان رہو گے۔ اور دین کو ہاتھ سے کھو بیٹھو گے یہ بھی

؎ یہ وجہ میرے حضرت الشیخ مرشدنا مولانا عبدالغفور صاحب المدنی سلمہم اللہ تعالیٰ اپنی مجلس میں اکثر بیان فرماتے رہتے ہیں۔ محمد ادریس

یاد رکھو کہ دنیا کی یہ طلب کبھی ختم نہ ہوگی اور اس کی حرص ہمیشہ ہمیشہ بڑھتی ہی رہے گی۔ کیوں کہ دنیا کی مثال سمندر کے کھاری پانی کی سی ہے جتنا پیو گے اسی قدر پیاس زیادہ لگے گی۔ بھلا جو چیز تم سے ایک دن چھوٹ جانے والی ہے اُس میں مصروف ہونا اگر اپنے رنج کا سامان کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

دنیا کی مثال ——— سانپ کی مانند ہے کہ چھونے میں نہایت نرم مگر منہ میں قاتل و مہلک زہر لیے ہوئے ہے اس بے وفا کی مفارقت یقینی ہے۔ لہٰذا اس کے ہاتھ آجانے پر خوش ہونا اور ہاتھ نہ آنے پر رنج و ملال کرنا دونوں فضول ہیں۔ دنیا کے زر و مال کو اپنے اطمینان کا ذریعہ سمجھنا بڑی حماقت ہے۔ جہاں ہمیشہ رہنا نہیں وہاں اطمینان کیسا؟

دنیا کی مثال (۲): ———

دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کسی مہمان نواز نے اپنا مکان آراستہ کیا اور شیشہ وغیرہ کے سامان آرائش سے سجا کر مہمانوں کو بلایا اور اُس میں بٹھا کر عطر، خوشبوؤں اور پھولوں سے بھرا ہوا طباق اُن کے سامنے رکھ دیا۔ ظاہر ہے کہ صاحب مکان کا مطلب اس سے یہ ہے کہ طباق میں رکھے ہوئے پھولوں کو سونگھو اور پاس والوں کے آگے سرکا دو کہ وہ بھی اسی طرح نفع اٹھائیں اور خوشی خوشی برابر والوں کے سامنے کر دیں یہ مطلب نہیں کہ سارے طباق پر تم ہی قبضہ کر بیٹھو۔ پس اگر کوئی شخص آداب مجلس سے واقف نہ ہو اور

طباق کو اپنا نذرانہ سمجھ کر اپنی بغل میں دبالے تو اس کی حماقت پر حاضرین مجلس مذاق اُڑائیں گے اور اس کے بعد یہ نتیجہ ہوگا کہ مالکِ مکاں زبردستی اُس سے طباق چھین کر دوسروں کے سامنے رکھ دیگا تم ہی سوچو کہ اُس وقت اس کو کیسی ندامت ہوگی اسی طرح دنیا حق تعالیٰ کی میزبانی کی جگہ ہے اس سے حق تعالےٰ کا یہ مقصود ہے کہ آخرت کے مسافر آئیں اور بقدر ضرورت اس طرح نفع اُٹھائیں جس طرح مُستعار اور مانگی ہوئی چیزوں سے نفع اٹھاتے اور اپنی حاجتیں رفع کیا کرتے ہیں۔ اس کے بعد بخوشی خاطر اس کو دوسروں کے حوالے کرکے اپنا راستہ لیں اور آخرت میں آپہونچیں۔ پس مستعار (مانگی ہوئی) چیزوں سے دل کا لگانا حقیقت میں چلتے وقت آپ کو شرمندہ ورنجیدہ بنانا ہے۔

التفهيمات الربانية

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"فیض الغفور" کے پیش نظر حصہ میں دو اُوپر ساٹھ واردات وکیفیات اس امید پر قلم بند کر دیے کہ شاید کسی مسافر کا زادِ راہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنے کسی بندے کی ہدایت اور رہ نمائی کا ذریعہ نیز اس ناچیز کے لیے وسیلہ مغفرت بنا دیں۔

وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ

مگر

قال را بگذار مردِ حال شو
پیش مردِ کاملے پامال شو

واقف کار حضرات اگر کوئی تسامح شرعی ملاحظہ فرمائیں تو برائے ترمیم واصلاح ناچیز کو مطلع فرمائیں، کیونکہ اصل شریعت ہے واردات وکیفیات اس کے تابع ہیں۔

ناچیز
مرتب

التفهیماتُ الربّانیّۃُ

(۱) طلب شہرت وجاہ شہرت وجاہ کا طالب محروم ہے۔ دنیا میں انوارِ ولایت سے عقبیٰ میں عنایاتِ رب سے۔ حق تعالیٰ کا فرمان ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

یہ آخرت کا گھر دیں گے ہم اُن کو جو خواہش نہیں رکھتے بڑے بننے کی دنیا میں، اور نہ بگاڑ چاہتے ہیں (اُس کا) اور اچھا انجام پرہیزگاروں کا ہے

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

اشتہارِ خلق بند محکم ست"ھ"

بند این از بند آہن کے کم ست

یعنی شہرت کی خواہش وطلب مضبوط بیڑی ہے جو اللہ تک نہیں پہونچنے دے گی۔ اس بیڑی اور زنجیر کو توڑو تو خدا تک پہونچو۔

(۲) ذکر وفکر کا طریقہ ذکر اور مراقبہ شروع کرنے سے پہلے زبان حال یا قال سے کہے الٰہی! میں اپنے بے ڈھنگے قلب کے ساتھ تیری نگاہ کرم کا سوال لے کر تیرے حضور حاضری

"ھ" مخلوق کی شہرت نہایت مضبوط بیڑی ہے۔ یہ بیڑی لوہے کی بیڑی سے کسی حال میں کم نہیں۔

کے لیے آیا ہوں۔

(۳) خواہش خلافت خلافتِ شیخ کے خواہش مند مرید اللہ کی خلافت و نیابت سے محروم رہتے ہیں۔ کیوں کہ جس سالک کے دل میں غیر اللہ کی خواہش و طلب ہوگی وہ دل فیضانِ الٰہی کا محل و مقام نہ بنے گا غیر اللہ کو دل سے نکال کر ہی اُس کو بسا سکتے ہو۔

(۴) اللہ کی ایک نظر حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بہ ما کنند

خاک سے مراد بدن کا عنصر خاکی ہے۔ یعنی حضرات اولیاء اللہ کی نظر انسان کے جسم خاکی کو کیمیا بنا دیتی ہے کہ پھر اس کی صحبت و فیض نظر سے ہزاروں انسان کندن بن جاتے ہیں۔ جب اہلِ نظر کی ایک نظر کیمیا بنا دے، تو اللہ تعالیٰ کی ایک نگاہِ کرم و رحمت کیا کچھ نہ بنا دے گی ؎

(۵) خلافِ شرع پیر کورِ باطن یعنی خلاف شرع پیر مانند اُس عطر کی شیشی کے ہے جس پر عطر کا لیبل تو لگا ہوا ہو مگر اندر سے خالی ہو۔ ایسے خلاف شرع پیر سے دھوکہ تو لگ سکتا ہے مگر روح کو فائدہ نہیں پہونچ سکتا ہے

؎ اللہ تعالیٰ کو ؎ اہل نظر و خالق اہل نظر کا یہ تقابل سمجھانے کے لیے ہے ورنہ جس طرح حق تعالیٰ کی ذات عالی بے مثل و بے مثال ہے اسی طرح اُس کی جملہ صفات بھی بے مثل و بے مثال ہیں اور جس طرح اُس کی ذات کا ادراک نہیں ہو سکتا اسی طرح اُس کی صفات بھی ناقابل ادراک ہیں۔ ؎ بلکہ ایسے پیروں کی صحبت و اختلاط روحِ اسلامی کے لیے زہر قاتل ہے جہاں تک ممکن ہو خود کو ان کے سایہ سے بھی بچاؤ۔

(۶) پیر منزل نہیں نشانِ منزل ہے — شیخ منزل نہیں بلکہ نشانِ منزل ہے۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی بھی منزل نہیں بلکہ نشانِ منزل ہے۔ سالک اور مرید کی منزل ذاتِ حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہے۔ ؎۵

(۷) رابطہ شیخ اور اس کے متعلقات — رابطۂ شیخ سلوک کی ابتداء اور رابطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کا درمیانی درجہ اور رابطۂ حق سُبحانہٗ و تعالیٰ اس راہ کی انتہا ہے۔!

رابطۂ شیخ شیشہ کی طرح نازک ہے اور رابطۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نازک تر۔ مگر رابطۂ حق تعالےٰ انتہائی قوی اور بے خطر ہے یہاں پہونچ کر بھٹکنے کا احتمال نہیں رہتا۔

(۸) رابطۂ شیخ کامل موصل الی رابطۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو جاتا ہے۔ اور رابطۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موصل الیٰ رابطہ حق ہوا کرتا ہے۔

رابطۂ شیخ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا دروازہ ہے۔ جب مرید کو شیخ کامل سے صحیح رابطہ پیدا ہو جائے تو اللہ تعالےٰ کا شکر کرے کہ اُس نے اپنے فضل کا دروازہ اس کے لیے کھولنے کا ارادہ فرما لیا اور اپنی رحمت کے پاور ہاؤس سے اس کو کنکشن دے دیا۔ اس کنکشن کی حفاظت کرو کہ تار ٹوٹنے نہ پائے اور دروازے کی حفاظت کرو کہ بند نہ ہو جائے۔

(۹) آدابِ مجلس شیخ — شیخ کی مجلس میں پہونچ کر نمایاں بننے کی کوشش کرنا بھی نفس کے عقبات ؎۶ میں

؎۵ صبح ۱۱ دسمبر ۱۹۶۱ء ؎۶ عقبات جمع ہے عقبہ کی بمعنی گھاٹی

سے ایک عقبہ ہے اس عقبہ سے خود کو نکالنا سالک کے لیے از بس ضروری ہے۔ شیخ کی مجلس میں پہونچ کر لا شئے اور گُم نام بننے کی کوشش کرو۔

(۱۰) قربِ حق — طاعات، عبادات اور دعاؤں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا دروازہ کھٹ کھٹاتے رہو۔ تا آنکہ وہ تمہارے لیے اپنی توفیق کا دروازہ کھول کر فرمائیں اندر آ، اور نزدیک آ۔ یہی قربِ حق ہے اور اسی کو کہتے ہیں وصالِ حق اُدْنُ مِنِّی اُدْنُ مِنِّی سے اس کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۱) اشغالِ سُلوک — سالک کو چاہیے کہ حسنِ اخلاق۔ نظمِ معمولات۔[۱] سنن نبوی سے والہانہ لگاؤ، فکرِ آخرت خشیۂ الٰہی[۲] انبیاء و اولیاء کرام کے ادب، علماء و اہل بیت کے اکرام تواضع و انکسار، حلم و عفو، سخاوت، شفقت علی الخلق، اور کثرتِ دعا کے ساتھ اپنی مدد کرے۔ مرید کے اصل اشغال اور وظائف یہی کچھ ہیں

(۱۲) کمزور اور فانی سہارے — کمزور اور فانی سہاروں پر تکیہ اور بھروسہ کرنے والا ہر وقت خطرے میں ہے۔ تکیہ اس ذات پر کرو جو قوی بھی ہے اور باقی بھی۔ یہ سب سہارے ٹوٹ بھی جائیں گے اور چھوٹ بھی جائیں گے۔ اللہ کی ذاتِ عالی پر تکیہ کرو اور اس کا سہارا لو جو نہ کبھی ٹوٹے گا اور نہ کبھی چھوٹے گا[۳]

۱؎ فرائض و سنن کی ادائیگی میں باقاعدگی ۲؎ مراد خوف و خدا ترسی
۳؎ صبح ۲۱ر دسمبر ۱۹۶۱ء

(۱۳) **شیخ مطلوب نہیں** شیخ کو قرب الٰہی کا ذریعہ سمجھو مقصود شیخ نہیں بلکہ ذات حق سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ سالک پر ایک وقت آتا ہے جب کہ وہ لَا اِلٰهَ کی نفی سے شیخ کی ذات کی بھی نفی کرتا ہے۔ اور اُس کا مطلوب محض ذاتِ حق اور اُس کا وصیان ذات بحث پر ہوتا ہے۔

(۱۴) **لطائف پر فیض آنے کا مطلب** لطائف پر فیض الٰہی (ذاتی یا صفاتی) آنے کا یہ مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان لطائف کو جن وظائف کے لیے خلق یا امر فرمایا وہ وظائف ان لطائف سے انجام پانے لگیں۔ کوئی نور میں اٹک گیا کوئی سُرور میں۔ مگر مقصد نہ نور ہے نہ سُرور بلکہ دونوں سے دُور ہے

(۱۵) **علم شریعت و طریقت کی غرض** عالمو —! علم سیکھو، رضاء الٰہی اور اُس کی معرفت میں گم ہونے کے لیے۔ صوفیو —! سلوک سیکھو۔ اُس کی ذات وصفات میں گم ہونے کے لیے۔ یہاں تک کہ اپنی ذات سے بھی گم ہو جاؤ۔ جس طرح کوئیں میں غوطہ لگانے والا سب سے گم ہو جاتا ہے تم معرفت کے دریا میں غوطہ لگاؤ اور سب سے گم ہو جاؤ۔

(۱۶) **فنا اور اس کی دعا** میرے مولیٰ —! مجھے اپنی ذات و صفات میں گم فرما۔ ایسا گم کہ میرا وجود باقی نہ رہے۔ میرا وجود سمندر کے مقابلے میں قطرہ بھی نہیں۔ یہ قطرہ "سمندر" ذات وصفات الٰہی میں گم ہو اور سمندر کے سوائے کچھ باقی نہ رہے

(۱۷) وفائیں صرف ایک سے وابستہ ہیں تیری ذات ہی فدا ہونے کے قابل ہے۔ کیوں کہ تو ہی وفادار ہے اور تیرے سوا کہیں بھی وفا نہیں۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

عالم کی ہر چیز فانی ہے۔ اور باقی رہنے والی ذات تیرے رب ذو الجلال والاکرام کی ذات ہے۔

(۱۸) یہاں اور وہاں کا تقابل وہاں[۱] کی باقی لذتوں کی خاطر یہاں[۲] کی فانی لذتوں کو۔ اور وہاں کی ابدی راحت کی خاطر یہاں کی عارضی راحت کو قربان کر[۳]۔ آخرت کی بڑائی چاہتا ہے تو یہاں کی بڑائی کا خیال ترک کر۔ اللہ کا فرمان ہے۔

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ،

جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہو جائیگا اور جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ اور سدا رہے گا۔

دنیا کی ہر شئے۔ ہر راحت و ہر نعمت ختم ہونی اور مٹ جانی ہے مگر آخرت کی ہر شئے۔ ہر نعمت و ہر راحت سدا رہنے والی اور ہمیشہ ہمیشہ ساتھ دینے والی ہے

(۱۹) دعویٰ و صورت دعویٰ سالک کو چاہیے کہ دعوے سے بچے اور صورت دعوے سے بھی۔ دعویٰ یہ ہے کہ مثلاً کہے کہ مجھے یہ کشف ہوا، یا فلاں مقام کی سیر ہوئی۔ میرے

---

[۱] مراد آخرت ہے [۲] مراد دنیا اور اس کی فانی زندگی ہے

[۳] حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَّحَرِيرًا (الف ن)

خواب سچے ہوتے ہیں۔ میرے تعویذ سے مریض اچھے ہوجاتے ہیں۔ میری دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ صورت دعویٰ یہ ہے کہ لوگوں کو معتقد بنانے کی خاطر کہے اس مضمون کی مجھے آمد ہوئی یا یہ مضمون مجھ پر خدا کی جانب سے القاء ہوا۔ کیوں کہ سالک جب ذکر و فکر کی کثرت کرتا ہے تو عجیب عجیب مضامین کی آمد شروع ہوجاتی ہے۔ پس ایسے وقت سالک کو چاہیے کہ مفید مضامین کو بیان کردے مگر یہ نہ کہے کہ یہ مضامین میرے ذہن میں من جانب اللہ آئے ہیں کیونکہ یہ کہنا اگر دعویٰ نہیں تو صورتِ دعویٰ ضرور ہے کہ میں بھی کچھ ہوگیا ہوں

(۲۰) **حقیقتِ مُراقبہ** اللہ کی صفاتِ عالیہ پر دھیان جمانے کی مشق کرنے اور اس کی صفات پر یقین جمالینا اصل مراقبہ ہے۔

(۲۱) **تفریغ قلب** قلب کو اللہ کے لیے فارغ رکھو۔ شیخ کی مسند کو شیخ کی مجلس کے لیے مخصوص رکھنے کا تو اہتمام کرتے ہو مگر قلب کو اللہ کے لیے مخصوص اور ریزرو رکھنے کا اہتمام نہیں کرتے۔ غیر اللہ کی جگہ مومن کا قلب نہیں۔ اس قلب میں تو اللہ کو بساؤ اور صرف اللہ کو۔ کیوں کہ غیر اللہ کو دل میں جگہ دینا اہل طریقت کے نزدیک شرک[1] ہے۔ بھلا جہاں اللہ کا غیر موجود ہو وہاں اللہ تعالیٰ کی غیور ذات کب آسکتی ہے۔ کلّا ثم کلّا ہرگز نہیں ہرگز[2]

---

[1] حدیث میں ریا کو شرک خفی اس لیے کہا گیا کہ ریا والی عبادت میں غیر اللہ مقصود و مطلوب ہوتا ہے [2] یعنی فیضان الٰہی تو قلب سلیم پر ہی آتا ہے۔ شرک والا قلب یعنی جس میں غیر اللہ موجود ہے فیضانِ الٰہی سے محروم ہے۔

نہیں مگر افسوس نہ شریعت والوں کو اس کی فکر ہے نہ طریقت والوں کو۔ عارف شیرازی فرماتے ہیں ؎

ریا حلال شمارند و جام بادہ حرام
زہے شریعت و ملّت زہے طریقت و کیش

ریا حلال جانتے ہیں اور جام شراب کو حرام۔ افسوس ہے شریعت والے بھی اس کی فکر نہیں کرتے اور طریقت والے بھی اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

(۲۲) رُوحانی باغیچہ اتباع سنت کی پود لگا۔ لگا کر توجہ الی اللہ کا پانی دے، دے کر اپنا روحانی باغ آباد و شاداب رکھ۔

(۲۳) بدعت کی خباثت ایک بدعت کی خباثت ہزار سنتوں کی پاکیزگی کو اس طرح پلید کر دیتی جس طرح من بھر روح گلاب کو پیشاب کا ایک قطرہ۔ اور بدعت ہزار سنتوں کے انوار کو اسی طرح گل کر دیتی ہے جس طرح ہوا کا جھونکا روشن چراغ کو۔ مُرید کے لیے اتباع سنت غذا ہے اور بدعت اس کی روحانیت کے لیے زہر قاتل ہے۔

(۲۴) علامتِ بلوغ جب مخلوق سے نظر ہٹنے لگے، خالق پر نظر جمنے لگے۔ توحید کے راز کھلنے لگیں سنت سے اُنس بڑھنے لگے تو سمجھ لو کہ فضلِ الٰہی کا دروازہ کھل گیا ہے اور توحید کا راز یہ ہے کہ ہر کام میں اور ہر چیز میں خدا تعالیٰ کا غیبی ہاتھ نظر آنے لگے۔ یعنی ہر نعمت و مشیت کو من جانب اللہ سمجھنے لگے۔

گر گزندت رسد زخلق مرنج | کہ نہ راحت رسد زخلق نہ رنج
از خدا داں خلافِ دشمن و دوست | کہ دلے ہر دو در تصرّف اوست

(ترجمہ) اگر مخلوق سے تم کو کوئی نقصان پہونچے تو رنج نہ کرو، کیونکہ مخلوق سے نہ راحت پہونچتی ہے نہ رنج۔ دشمنوں کی دشمنی اور دوستوں کی دوستی خدا کی طرف سے ہے۔ کیونکہ دونوں کے دل اس کے ہی تصرف میں ہیں۔ دشمنی اور دوستی کا جذبہ وہی پیدا کرتا ہے۔

(۷۵) خالق و مخلوق کا قرب اور اس کا فرق

مخلوق کا قرب ڈھونڈھنے والا خالق کے قرب سے محروم رہتا ہے اور قرب الٰہی کا ڈھونڈنے والا خالق کے ساتھ مخلوق کو بھی پالیتا ہے۔ مگر اللہ والوں کا قرب ڈھونڈنا دراصل اللہ ہی کا قرب ڈھونڈنا ہے۔ چنانچہ جماعت کے متعلق حدیث میں آیا ہے۔ نمازی جب تک جماعت کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے وہ نماز میں ہی ہوتا ہے۔ یعنی جماعت کے انتظار میں بیٹھا ہوا نمازی اگرچہ اُس وقت نماز نہیں پڑھتا، مگر حکماً اور شرعاً یہ شخص نماز میں ہی مصروف ہے اسی طرح اللہ کی رضاء کے لیے اللہ والوں کا قرب ڈھونڈنا بھی اللہ کا قرب ڈھونڈنا ہے ؎

گر تو خواہی ہم نشینی با خدا
گو نشیند در حضور اولیا

(۷۶) صُوفی کی تعریف

صوفی وہ ہے جس کی زبان سچی ہو[1] اور اچھی ہو۔ جس کی آنکھ اپنے عیب اور دوسروں

---

[1] یعنی صوفی کی زبان جھوٹ نہیں بولتی۔ بُری بات اور خلاف شرع کوئی کلمہ نہیں بولتی

کے ہنر دیکھے جس کا دل کھرا[1] اور بے داغ ہو

(۲۷) **غیر اللہ کی خوشامد** تعجب ہے تجھ پر کہ دنیاوی نفع کی خاطر تو دنیاداروں کی خوشامد کرتا ہے حالانکہ آسمان و زمین کے وجود سے پچاس ہزار سال قبل تیری اور تمام مخلوق کی تقدیر لکھی جا چکی ہے۔ کسی کی خوشامد کرکے تقدیر سے زیادہ کوئی چیز تو حاصل نہیں کر سکتا۔ اور جو تیری تقدیر ہو چکی ہے۔ وہ بغیر خوشامد کے بھی ہر حال میں تجھ کو پہونچتی ہے۔ خوشامد ولجاجت اُس کا حق ہے جس کے ہاتھ میں تیری تقدیر کا بنانا اور بگاڑنا ہے

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ٥ — بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بگڑی کو بنادے اور بنی کو بگاڑ دے۔

وَلَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ — تقدیر (خدائی فیصلہ) کو دعا کے سوا کوئی چیز پلٹ نہیں سکتی

مگر یاد رکھ دعا رب کو متوجہ کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔ اس لیے تقدیر کو پلٹنے والی دعا نہیں ہے، بلکہ مجیب[2] الدعوات اللہ جل جلالہ ہے

(۲۸) **حقیقتِ کمال** کامل وہ ہے جو اُن کا منظور نظر ہو۔ اور اُن کا منظور نظر وہ ہے جو عادات[3] عبادات، معاملات میں اُن کے حبیب اور منظور نظر صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہے۔

---

[1] دل کا کھرا ہونا یہ ہے اللہ کا غیر اس دل میں نہ ہو اور بے داغ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا دل حسد، کینہ، بخل، تکبر، حرص، حب دنیا وغیرہ رذائل سے پاک و صاف ہو[2] دعائیں قبول کرنے والی وہ ذات جس کے دربار میں دعا یعنی عرضی دی جاتی ہے

خلاصہ یہ کہ کمال ولایت نام ہے کمال اتباع سنت خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

(۲۹) اللہ کا منظورِ نظر جس پودے یا جانور پر مالک کی نظر ہو جاتی ہے نظر کے بقدر اُس کی دیکھ بھال اور حفاظت کی جاتی ہے۔ اسی طرح جس آدمی پر ربِّ کریم کی نظر کرم ہو جاتی ہے نظر کے بقدر اُس کی حفاظت کے سامان ہو جاتے ہیں

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

جو بھی تقویٰ والی زندگی گذارتا ہے مشکلات سے نکلنے کی صورتیں اللہ اُس کے لیے پیدا کر دیتا ہے۔ اور ایسی جگہ سے اس کو روزی پہونچتا ہے جہاں اس کا وہم و خیال بھی نہیں پہونچتا

تقویٰ والی زندگی سے مراد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور طریقے والی زندگی ہے

(۳۰) دل سے دل کو راہ مشہور ہے کہ دل سے دل کو راہ ہے پس جتنا تمہارے دل کا رُخ اللہ کی طرف ہوگا، اُس سے زیادہ اللہ کا رُخ تمہاری طرف ہوگا۔ اور جتنا تم اس کا دھیان رکھو گے اس سے زیادہ وہ تمہارا خیال رکھے گا

(۳۱) اللہ کے دل میں بسانے کا مطلب اللہ کو دل میں آباد اور بسانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا دھیان۔ تصور اور خیال دل میں ایسا بیٹھ جائے کہ ہر وقت دل اللہ کے خیال و تصور میں محو اور مستغرق رہے

اور جب تمہاری یہ کیفیت ہو جائے گی تو ہمہ اوقات اللہ تعالیٰ تمہارا خاص خیال رکھیں گے۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ تم یاد رکھو میری میں یاد رکھوں تمہاری

یاد میں رکھ اپنی مستغرق مجھے
ہو نہ ہوش ماسوا مطلق مجھے

(۴۲) انسان و حیوان کا فرق

دنیا کی تحصیل کے لیے کوئی پچاس اور کوئی ساٹھ برس کھپا دیتا ہے مگر پھر بھی آرزو کے مطابق نہیں ملتی تو آخرت کے لیے کتنی کوشش صرف کرنی چاہیے؟ تعجب ہے اُس مرید پر جو کچھ دن ذکر و شغل کر کے حالات و کیفیات کا منتظر رہتا ہے۔ حیوانات کے پیش نظر صرف یہ زندگی اور اس کا بنانا و گذارنا ہے مگر انسان کا کام ہے۔ اس جہان میں رہتے ہوئے اس جہان عـــہ کے بنانے میں عمر تمام کرے۔

شیطان کی چالیں

شیطان کا کام ہے کہ وہ بدی کو نیکی کا غلاف چڑھا کر سامنے لاتا ہے اور برائی کو ہر کسی کی مالوفات عـــہ و مرغوبات میں لپیٹ کر پیش کرتا ہے۔ جس طرح حلوہ خور کو اگر زہر کھلانا ہو تو حلوے میں لپیٹ کر اُس کو زہر کھلایا

عـــہ مراد وہ دنیا دار ہے جو خدا تعالےٰ شانہ کی ہدایات سے بے نیاز ہو کر دنیا میں جان کھپا رہا ہے۔ مگر بندگی کے ساتھ دنیا کمانا معیوب نہیں بلکہ عین اسلام ہے۔

عـــہ مراد عالم مابعد الموت یعنی مرنے کے بعد والی زندگی جہان سے شروع ہوتی ہے۔ مثلاً قبر حشر اور مابعد الحشر

ســـہ۔ یعنی شوق کی چیزیں پسندیدہ اور مرغوب چیزیں۔

جائے گا اس کے برعکس اُس شخص کو اگر کڑوی چیز میں لپیٹ کر زہر دیا جائے تو وہ کڑوی چیز کے ساتھ زہر بھی تھوک دے گا جس سے دینے والے کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ شیطان بھی اپنا داؤ اور حیلہ اسی طرح چلاتا ہے مثلاً سنّت کے محب سے نیکی اس طرح چھڑاتا ہے کہ اس کے ذہن میں یہ خیال ڈال دیتا ہے کہ یہ کام بدعت اور خلاف سنت ہے۔ توحیدی ذہن رکھنے والوں کے دماغ میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ یہ کام شرک ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے زبانی دعوے داروں کے ذہن میں یہ خیال ڈال دیتا ہے کہ یہ بات اور یہ عقیدہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی کے خلاف ہے۔

اسی طرح اہل اللہ کی صحبت اور اُن کی مجلس سے دور رکھنے کے لیے ہر ایک شخص کے حسب حال اور حسب خیال اُس کے پسندیدہ رنگوں میں مختلف قسم کی چالیں چلتا ہے۔ مثلاً توحید و سنت کے ذہن رکھنے والوں کے ذہن میں وہم ڈال دیتا ہے کہ یہ شیخ اور بزرگ تو بدعتی ہیں۔ حالانکہ تکلیف کر کے اگر شیخ کے قریب جا کر اس کی زندگی کے لیل و نہار اور اس کے دن رات کے نظام الاوقات کو دیکھیں تو شیخ کا پتہ چلے کہ اس کی زندگی ترجمان سنت اور اس کا طریق طریقِ نبوت ہے۔

حضراتِ علماء کے ذہن اور دماغ میں یہ بات ڈال دیتا ہے۔ کہ یہ شیخ بڑا عالم تو ہے نہیں۔ اس سے بڑا عالم تو تو خود ہے عالم ہو کر اس کا مرید کیوں ہوتا ہے۔ اور اپنی باگ ڈور اس کے

ہاتھ میں دینے سے کیا فائدہ؟ حالانکہ اہل اللہ ہونے کے لیے علم میں علامہ ہونا شرط نہیں۔ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے پہلے خطبۂ خلافت میں فرمایا تھا۔

انتم احوج الی امام فعال لا امام قوال

تم زیادہ ضرورت مند ہو اس امام کے جو فعّال یعنی سرتاپا عمل ہو نہ اس امام کے جو قوّال نرا بولنے والا ہو

یعنی جس کے قول کے ساتھ عمل یا گفتار کے ساتھ کردار نہ ہو۔ پس شیخ بھی روحانی امام ہے۔ اس کی تقریر، تحریر یا زورِ بیان کو نہ دیکھو بلکہ اس کا عمل دیکھو، اخلاق دیکھو، سیرت کی پاکیزگی کو دیکھو۔

کچھ لوگوں کے اذہان میں یہ وہم ڈال دیتا ہے کہ فلاں بزرگ تو وہابی ہے۔ یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور پچھلے اولیاء اللہ کا گستاخ ہے۔ غرضیکہ اسی طرح کی بدگمانیاں دماغ میں اور خیال میں ڈال ڈال کر اہل اللہ کی صحبت و مجالست سے دور رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ خوب جانتا ہے کہ اہل اللہ کی صحبت و مجالست بیمار دلوں کا تریاق بگڑے ہوئے اذہان کے لیے اکسیر اور مردہ باطن کے لیے آبِ حیات ہے۔ ان حضرات کی ایک مجلس بعض دفعہ وہ کام کر جاتی ہے جو ہزار تقریروں کے سننے اور ہزار تحریروںؑ کے پڑھنے سے نہیں بنتا۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

ؑ مراد دینی کتابیں اور رسائل وغیرہ ہیں

(۳۴) **فقیر کی صدا** فقیر کا کام ہے کہ سخی کے دروازے پر پہونچ کر صدا لگاتا رہے یہاں تک کہ مقصد کو پالے، سالک بھی سائل ہے۔ رضائے مولیٰ کا، پس مقصد کے حصول تک کریم کے دروازے پر دستک دیتا رہے۔ صدا لگاتا رہے۔ اور حصول رضائے الٰہی کا علم اور یقین مرنے کے بعد ہوگا۔ اس لیے فقیر کا کام ہے کہ مرتے دم تک کریم کا دروازہ نہ چھوڑے اور اپنی صدا لگاتا رہے ؎

اندریں رہ مے تراش و مے خراش
تا دم آخر دمے فارغ مباش

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ — یقین یعنی موت کے آنے تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہو۔

(۳۵) **جنت کے حیلے وسیلے** جس طرح روزی حاصل کرنے کے لیے کوئی دکان کرتا ہے کوئی کاشت، کوئی ملازمت اور کوئی تجارت کرتا ہے۔ اور کوئی سب حیلے کرتا ہے کہ دکان بھی کرتا ہے ملازمت بھی کرتا ہے اور زراعت بھی اسی طرح جنت کمانے کے بھی حیلے وسیلے ہیں نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا روزے رکھنا۔ معاملات کی صفائی۔ حُسنِ معاشرت؏ اور خدمت خلق کرنا۔ ذکر الٰہی کرنا۔ بزرگوں کی صحبت اور اہل اللہ کے ساتھ ربط و

؏ مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھنا۔ اپنوں اور پرایوں کے ساتھ رہن سہن میں اسلامی ضابطوں کی پابندی کرنا

ضبط رکھنا غرضیکہ جس قدر بھی طاعات خداوندیہ ہیں یہ سب حیلے وسیلے ہیں جنت میں جانے کے۔ تعجب نہیں کہ ان حیلوں اور وسیلوں پر فیض الٰہی متوجہ ہو جائے۔

(۳۶) **علم بلا عمل کی مثال** جس علم کے پیچھے عمل نہ ہو اور جو عالم علم کے موافق عمل نہ کرے اس کی مثال اُس دوا فروش (CHEMIST) کی ہے جس کی دکان دواؤں سے بھری پڑی ہے ہزاروں بیمار آکر اس کے دواخانہ سے دوائیں لے جا کر اُن کے استعمال سے صحت یاب ہو رہے ہیں مگر دوا نہ کھانے والا یہ دوا فروش اتنی دواؤں کے باوجود خود بیمار ہے۔

(۳۷) **دو خطرناک راہیں** اللہ سے دور ہونے کی راہوں میں سے دو راہیں بڑی خطرناک ہیں۔ ایک آنکھوں کی راہ۔ دوسری کانوں کی راہ۔ کیوں کہ ان دونوں راہوں سے بلا ارادہ بھی حرام میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ مگر جس کو اللہ بچالے۔

(۳۸) **اللہ تعالیٰ کی نظر اور اس کی گذر** نماز کے وقت ذکر کے وقت تلاوت قرآن کے وقت غرضیکہ ہر مالی اور بدنی عبادتوں کے وقت جسم کے حضور کے ساتھ قلب کو بھی حاضر حضور الٰہی کرو۔ کیونکہ اللہ کی نظر جسموں پر نہیں۔ بلکہ قلب پر ہوتی ہے۔

اِنَّ اللهَ لَا یَنظُرُ اِلیٰ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے

صُوَرِكُمْ وَلَا إِلَىٰ أَعْمَالِكُمْ وَلٰكِنَّ اللهَ يَنظُرُ إِلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَنِيَاتِكُمْ — عملوں کو نہیں دیکھتا اس کی نظر کا گند تو تمہارے دلوں اور تمہارے دلوں کی کیفیتوں[عـــہ] پر ہوتا ہے

یعنی تمہاری صورتیں اور عملوں کی شکلیں اُن کی نگاہ میں نہیں جچتیں۔ اس لیے کوشش کرکے دل کو حاضر رکھو۔ اُن کی نظر جب پڑے گی۔ دل پر پڑے گی ؎

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

(۳۹) بندہ اور بندگی عبادت کے وقت یہ تصور کرو کہ میں بندگی یعنی حق عبدیت کا اظہار کر رہا ہوں وہ خوش ہوں گے تو انعام خود دیں گے ؎

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن
کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

(۴۰) مظاہر الٰہی کی جلوہ گری عادتِ الٰہی اس طرح جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات میں سے ہر صفت کا مظہر کسی نہ کسی مخلوق کو بنایا ہے۔ تاکہ خالق و مخلوق کے درمیان وہ مظہر الٰہی واسطہ اور وسیلہ کا کام دے۔ مثلاً عالم کو روشن کرنا اور تاریک کرنا اللہ کا کام اور اسی کی صفت ہے۔ مگر اسی کا مظہر حق تعالیٰ نے سورج کو بنایا تاکہ مخلوق اور خالق کے درمیان سورج واسطہ فی النور بنے

عـــہ نیت سے مراد دلوں کی کیفیت ہے

رزّاق اللہ تعالیٰ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رزّاقی کا مظہر زمین کو بنایا کہ وہ قسم قسم کے اناج پھل پھول اور ترکاریاں اُگاتی ہے چنانچہ رازق[1] اور مرزوق[2] کے درمیان زمین واسطہ فی الرزق بنی ہوئی ہے خالق اللہ تعالیٰ ہے مگر اس نے اپنی خالقیت کا مظہر ماں باپ کو بنایا تاکہ خالق اور مخلوق کے درمیان ماں باپ واسطہ فی الخلق کا کام دیں اسی طرح "نور ہدایت" سے منور کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے مگر اپنی ہدایت کا مظہر اللہ والوں کو بنایا۔ تاکہ ہادی حقیقی اور ہدایت پانے والوں کے درمیان اہل اللہ واسطہ فی الہدایت اور فیضانِ الٰہی کے درمیان وسیلہ کا کام دیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ہر قوم کے لیے راہ ہدایت بتلانے والے اور راہ حق دکھانے والے آتے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنی ہدایت اور مخلوق کے درمیان واسطہ فی الہدایت کا کام ہر زمانے میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لیتے رہے ہیں اور اُن کی غیر حاضری میں اُن کے جانشینوں اور وارثوں یعنی حضراتِ اولیاء کرام کو واسطہ فی الہدایت اور وسیلہ فیوض بنایا جاتا ہے۔ مولانا رومی قدس سرّہٗ فرماتے ہیں ؎

ہر کہ تنہا نادرے ایں رہ برید
ہم بعونِ ہمتِ مرداں رسید[3]

(۸۰) دنیا، کامل حضرات کے وجود پر قائم ہے | کاملین حضرات کا وجود مبارک

[1] رزق دینے والا مراد اللہ تعالیٰ ہے [2] جس کو رزق دیا جاتا ہے مراد مخلوق ہے
[3] شاذ و نادر اگر کوئی منزل پر پہونچا بھی تو وہ بھی اللہ کے بندوں کی ہمت و توجہ سے پہونچا۔

دنیا میں اللہ کے عذاب اور اس کی مخلوق کے درمیان ڈھال بنا ہوا ہے کہ ان کے مبارک وجود ناقصوں کو عذاب الٰہی سے بچائے ہوئے ہیں حافظ ابو یعلیٰ نے حضرت جابر بن عبداللہ صحابیؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے ۔ تجارتی مال لے کر ایک قافلہ آیا تو سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ خطبۂ جمعہ کو چھوڑ کر قافلہ کی طرف چلے گئے ۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے ۔ (صحابہ کا یہ حال دیکھ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر (خطبہ چھوڑ کر) تم سب کے سب چلے جاتے اور تم میں سے کوئی بھی میرے ساتھ یہاں موجود نہ رہتا تو ساری وادی آگ سے بھر جاتی ۔ یعنی وادی میں ـــ بجائے انسانی آبادی کے آگ ہی آگ ہوتی ۔ اور انسان و حیوان شجر و حجر سب کے سب جل کر راکھ ہو جاتے ۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۶۹)

(۴۲) **طریقت کا پودا** کمال ظاہر کرنے اور لوگوں کو معتقد بنانے کے لیے اپنے مکاشفات ، حالات اور مبشرات[۱] وغیرہ بیان کرنا طریقت کے پودے پر کلہاڑی مارنا ہے[۲]

---

[۱] مبشرات ۔ مراد رویائے صادقہ یعنی سچے خواب

[۲] البتہ فنائے نفس حاصل ہو جانے کے بعد محض اللہ کی نعمت کے اظہار اور اصلاح خلق کے لیے بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں

(۴۳) **مخلوق کی محنت اور اس کا ثمر** جب کسی کی محنت وقوت خالق کے لیے ہو جاتی ہے تو پھر مخلوق کی محنتیں وقوتیں خود بخود اس کے کام آتی ہیں۔ یعنی یہ اللہ کے لیے محنت کرتا ہے اور مخلوق اس کے لیے محنت کرتی ہے اور ان کی محنت کا ثمر بلا طلب اس کو پہونچنے لگتا ہے

(۴۴) **یہاں کی فنا وہاں کی بقا** جس نے یہاں کی فنا حاصل کرلی اس نے وہاں کی بقا حاصل کرلی پس جو شخص اس جہاں میں فنار نفس کے بعد فنار ذات کی جدوجہد میں کامیاب ہوگیا وہ آخرت میں اپنی خواہشات اور اپنی ذات کے بقار دوام میں کامیاب ہوگیا۔ اگر آخرت میں اپنی خواہشات پوری کرنے کی تمنا ہے تو یہاں کی خواہشات کو آخرت والے اللہ کی مرضیات پر قربان کرتے رہو۔

(۴۵) **کریم کی کرم نوازی** شہنشاہِ حقیقی جلّ مجدہٗ کا کرم ہے۔ کہ وہ تجھ سے اپنے حقوق کے وصول کرنے میں طاقت سے کام نہیں لیتے۔ حالانکہ دنیا کی چھوٹی سے چھوٹی ریاست وحکومت بلکہ ہر طاقت ور اپنا چھوٹے سے چھوٹا حق بھی بغیر وصول کیے نہیں چھوڑتا۔

(۴۶) **نیکی وبدی کی تحقیق** اللہ کی مرضیات کا نام نیکی اور اُس کی نامرضیات کا نام گناہ ہے۔ یعنی خدا تعالےٰ کی پسندیدہ چیزوں کو شریعت میں نیکی اور اس کی ناپسندیدہ چیزوں کو گناہ کہتے ہیں۔ نیکی اور بدی کے درجات

کو اس طرح سمجھو کہ جس قدر اور جس درجے کا یہ فعل یا قول یا حالت یا عادت پسندیدہ ہے اسی درجہ کی وہ نیکی ہے اور جس درجے کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے اسی درجے کا وہ گناہ ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ تر بندے کا یہ حال ہے کہ اس کا قلب ہمہ اوقات اللہ کی طرف متوجہ ہے اور اس کا ناپسندیدہ تر بندہ وہ ہوتا ہے جس کا قلب ہمہ وقت غیر اللہ کی طرف متوجہ رہے۔ پس مرید کو چاہیے کہ جب وہ اپنے رب کی عبادت کرے مثلاً قرآن پڑھے۔ نماز پڑھے۔ ذکر کرے یا فکر و مراقبہ کرے تو ان اوقات میں بطور خاص ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے مگر چونکہ ان اشغال میں ہمہ وقت قلب کی توجہ اللہ کی طرف نہیں رہتی بلکہ غیر اللہ کی طرف دھیان چلا ہی جاتا ہے۔ لہذا تلاوت قرآن مجید کے بعد۔ نماز کے بعد۔ ذکر و مراقبہ کے بعد۔ حج کے بعد۔ روزہ کے بعد۔ تبلیغ کے بعد وعظ نصیحت کے بعد "جبر مافات" یعنی اس توجہ کے نہ رہنے پر توبہ و استغفار کرنا چاہیے اور اپنی عبادت پر گھمنڈ اور ناز کرنے کے بجائے اپنی اس نقصان سے بھرپور عبادات پر شرمسار ہو کر اللہ کی ذاتِ عالی سے اس عبادت کی قبولیت کی دعائیں کریں۔

(۲۰۷) حضراتِ انبیاء علیہم السلام صفاتِ الٰہی کے مظاہر ہیں | حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ

والسلام سب کے سب صفات الٰہی کے مظاہر ہیں اور سارے

نبیوں میں ہمارے سیّدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الٰہی صفات
کے مظہر اتم ہیں۔ جس قدر صفات الٰہیہ کمّاً وکیفاً کسی بندے میں
جلوہ گر ہوں گی۔ اسی قدر کمالات میں وہ بڑھا ہوا ہوگا اور
جس قدر ان صفات میں کمی ہوگی اسی قدر اس کے درجے میں
کمی ہوگی۔ مثلاً اللہ تعالیٰ حلیم[1] ہیں۔ علیم[2] ہیں۔ کریم[3] ہیں۔ رحیم[4] ہیں
غفار[5] ہیں۔ جبار[6] ہیں۔ ستّار[7] ہیں۔ تو یہ صفات الٰہی جس قدر کسی
میں جلوہ گر ہوں گی۔ اسی قدر اس کا درجہ کمال بلند ہوگا۔
مگر یہ خدا تعالیٰ کے کرم اور اس کی عنایات پر منحصر ہے کہ
جس قدر وہ چاہیں کسی کے قلب کو وسیع بنا دیں۔ اور جس قدر
قلب فراخ ہوگا اسی قدر اس میں صفاتِ الٰہیہ کا ظہور ہوگا۔

اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا — کیا میں نہ رہوں شکر گذار بندہ؟

اس حدیث مبارک سے اس طرف اشارہ ہے کہ تمام کمالات
محمدیہ[8] میرے ذاتی نہیں بلکہ خداوند تعالیٰ کے عنایت فرمودہ
اور الٰہی عطیات ہیں۔ تو ان عنایات خداوندی اور عطائے الٰہی
پر شکر ادا کرنا میرے فرائض میں داخل ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ
کی ذات عالی نے میرے ظرف یعنی قلب کو وہم وگمان سے
زیادہ فراخ اور اس کو اپنی صفاتِ کمالیہ کا مظہر اتم بنایا اس

---

[1] سمائی والا [2] ہر چیز کی حقیقت کا پورا پورا جاننے والا [3] کرم کرنے والا
[4] مہربانی کرنے والا [5] خطائیں معاف کرنے والا [6] بگڑی کو بنانے والا۔ ٹوٹی کو جوڑنے والا
[7] پردہ پوشی کرنے والا۔ عیبوں اور خطاؤں پر پردہ ڈالنے والا
[8] یعنی میرے جس قدر بھی کمالات ہیں

لیے اقرار عبدیت و اظہار شکر کی غرض سے میں یہ عبادت کرتا ہوں
مثال :- اگر کوئی آئینہ ایک فٹ کا ہے تو اس میں سامنے والی چیز کا اس کے بقدر عکس پڑے گا - اور جو آئینہ سو فٹ کا ہوگا - تو اشیاء متقابلہ یعنی آئینہ کے سامنے آنے والی چیز کا عکس ـــ (PHOTO یا SHADE) اور پرتو اس آئینہ کے بقدر اس میں ظاہر ہوگا -

پس چوں کہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظرف عالی اور قلب مبارک بے حد فراخ اور ایسا وسیع بنایا کہ کائنات میں ایسا ظرف اور فراخ قلب کسی کا بھی نہ بنایا، تا کہ بقدر ظرف ور بقدر وسعت قلب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں زیادہ سے زیادہ صفات الٰہی جلوہ گر ہو سکیں - اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی صفات باری تعالیٰ کا بے مثل و بے مثال مظہر اتم بن سکے ؎

حسنِ یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

لیکن غلط اندیش اور نا سمجھ لوگ شیشہ کو ہی اصل سمجھ کر خالق و مخلوق اور عبد[1] و معبود[2] کا فرق بھول گئے - جس طرح ایک بچہ آئینہ میں اپنی صورت دیکھ کر اس آئینہ کو دوسرا بچہ سمجھ جاتا ہے - اور پکڑنے کے لیے اس پر ہاتھ مارتا ہے - یا ایک چڑیا آئینہ میں اپنا عکس ـــ (PHOTO) دیکھ کر اس کو دوسری چڑیا سمجھ جاتی ہے لڑائی کرتی ہے - بولتی ہے ٹھونگیں مارتی ہے آخر تھک کر اڑ جاتی ہے

---

[1] بندہ [2] خدا تعالےٰ

یہی حال ان نادانوں کا ہے جو مخلوق میں صفات الٰہی کا عکس اور پرتو دیکھ کر مخلوق کو خالق سمجھ بیٹھے یا مخلوق کی صفات کو خالق کی صفات کے برابر اور مخلوق کی طاقت و قدرت کو اللہ کی قدرت و طاقت کے برابر یا مخلوق کے علم کو اللہ کے علم کے برابر سمجھ بیٹھے تعالیٰ اللّٰہُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا

(۴۸) انسان نہ برا ہے نہ بھلا

انسان کی ذات نہ بھلی ہے نہ بری نیک صفات سے یہ اچھا) اور بری صفات سے یہ برا بن جاتا ہے۔ جس طرح ایک درخت کی خوبی اس کے پھل سے ہے اسی طرح انسان کی خوبی اس کے پھل یعنی کردار پر موقوف ہے۔ اور جس طرح کاغذ کی قدر و منزلت اس کی تحریر پر موقوف ہے۔ یعنی اگر کاغذ پر قرآن مجید لکھا ہوا ہے تو وہ نہایت معظم قابل قدر کاغذ ہے کہ جس کو بغیر وضو ہاتھ لگانا درست نہیں۔ اگر اس کاغذ پر ایک لاکھ کی مالیت کا پٹہ لکھا ہوا ہے تو یہ کاغذ ایک لاکھ کی مالیت کے بقدر قابل قدر ہے۔ اور یہی کاغذ اگر اس پر ایک آنہ کی رسید لکھی ہوئی ہے تو پھر یہ ایک آنہ کے بقدر قابل قدر ہے۔ مگر اس کے برعکس اگر اس کاغذ پر وہ باتیں لکھی ہوئی ہیں جن کو انسان ناپسند کرتا ہے تو یہ انسان اس کاغذ کو دکھلاتا ہوا شرماتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات ایسا بے قیمت بن جاتا ہے کہ اس کو ضائع کئے اور جلائے بغیر چین نہیں آتا۔ بالکل یہی حال انسان اور اس کی نیک صفات یا قبیح صفات کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (حجرات)

تم میں زیادہ سے زیادہ شریف اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ صفت ہے

(۹۴) اہل جنت اور ان کی کیفیتِ ذکر

جنت میں نہ کوئی عبادت ہوگی نہ کوئی ریاضت مگر ذکر الٰہی ایسا لذیذ اور شیریں شغل ہے کہ جنت میں بھی ہوتا رہے گا مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

اللہ اللہ ایں چہ شیریں ست نام
شیر و شکر مے شود جانم تمام

اہل جنت ذکر حق (بلا تکلف، بلا تکلیف، بلا ارادہ) اس طرح کریں گے جس طرح دنیا میں تم سانس لیتے ہو کہ نہ سانس کے داخل کرنے میں، تمہارے ارادے کو دخل ہے اور نہ اس کے خارج کرنے میں۔ تم سوتے ہو مگر سانس کی آمد و رفت جاری ہے۔ تم بولتے ہو مگر سانس کی آمد و شد برابر جاری ہے۔ کھاتے ہو، لذت اٹھاتے ہو مگر سانس بے تکلف و بے تکلیف آ جا رہا ہے۔ اہل جنت بھی جنت میں ذکر الٰہی ہمہ اوقات اور بہر حال بے تکلف اور بے تکلیف کرتے رہیں گے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں:۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر

ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سارے اوقات میں

اللہ فی کُلِّ احیانہ ذکر الٰہی کرتے رہتے تھے۔

آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ کیفیت یعنی ذکرِ دائمی ملکہ یادداشت جو اس جہان میں آں حضرتؐ کو حاصل تھا یہی کیفیت ذکر ملکۂ یادداشت قیامت کے بعد اہل جنت مردوں و عورتوں کو بلامشق اور بغیر محنت کے محض اللہ کے فضل سے حاصل ہو جائے گا گویا دنیا میں دلیلِ کمال یہ ہے کہ دائم الذکر اور ملکۂ یادداشت اس کو حاصل ہو جائے۔ چونکہ جنت اولیاء اللہ کے رہنے کی جگہ ہے اس لیے ان کو ذکر دائمی خود بخود حاصل ہو جائے گا اور اس ذکر کی برکت سے ہمہ اوقات لمحہ بہ لمحہ منٹ منٹ میں اہل جنت کی ترقی درجات ہوتی رہے گی۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ اے پیغمبر آپ کی ہر پچھلی حالت پہلی حالت سے بہتر اور برتر ہوتی جارہی ہے

نیز ذکر کی لذت بقدر مشاہدہ ہوتی ہے۔ دنیا میں جس کو جس قدر مشاہدۂ حق حاصل ہے اسی قدر ذکر میں اس کو لذت حاصل ہے مگر حقیقی اور کامل تر مشاہدہ حق اہل جنت کو جنت میں حاصل ہوگا اور وہاں ذکر کی لذت بھی بقدر مشاہدہ کامل تر ہوگی۔

(۵۰) آداب ذکر ذاکر کو چاہیے کہ ذکر کے وقت زبان سے یا دل سے کہے۔ الٰہی! کوئی تیرے پاس علم لے کر آیا۔ کوئی عمل، کوئی طہارت لے کر آیا۔ کوئی سخاوت مگر یہ بندہ اپنے گناہوں، اپنی عاجزی اور مسکنت کے ساتھ سراپا سوال بن کر آیا ہے۔

(۵۱) جس قدر خاکساری ہوگی اتنی قدر افزائی ہوگی

تو خاکی ہے پس خاکسار بن کر اللہ کے دربارِ قدس میں آ۔ تجھ میں جس قدر خاکساری و انکساری ہوگی اسی قدر تجھ پر اللہ کی نظر اور تیری عزت افزائی ہوگی ؎

خاک شو خاک تا گل بردید رنگ بہ رنگ

اور ؎

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

خاک بنو تو رنگ رنگ کے پھول کھلیں اور رنگ برنگ پھولوں سے مراد اعمال صالحہ اخلاق فاضلہ مثلاً سخاوت۔ قناعت۔ زہد۔ ورع حلم و توکل جیسے کمالات نبوت ہیں۔ یہ سب اخلاق مانند پھولوں کے ہیں اور انسان کامل مانند اچھی زمین اور گل زار کے ہے زمین کی قیمت اس میں پیدا ہونے والی جنس کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ زعفران زار کی قیمت گندم زار کے مقابلے میں اور چاندی کی کان کے مقابلے میں سونے کی کان کی قیمت کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

(۵۲) قبر میں اللہ کے سوا کوئی محبوب پاس نہ ہوگا

اللہ کو اپنا محبوب بناؤ اور صرف اللہ کو۔ کیونکہ اللہ کے سوا اولاد ہو یا بیوی یا دنیا کی کوئی محبوب متاع ہو موت کے بعد سب کچھ چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔ قبر میں کوئی چیز بھی تمہارے پاس نہ ہوگی جس سے تم دل لگا سکو اور انس حاصل کر سکو۔ ہاں ایک ذات صرف اللہ کی ذات عالی ہوگی اور

ہزاروں برس قبر میں بے یار و مددگار، بے مونس و غم خواریوں ہی گزارنے ہوں گے۔ پس اگر قبر میں جانے سے پہلے اللہ کو اپنا محبوب اور مانوس بنا لیا تو قبر کی تنہائی میں اپنے محبوب اللہ تعالےٰ سے اُنس حاصل کرتے رہو گے۔ تصورِ محبوب میں محو و مستغرق رہنے کی وجہ سے برزخ کی طویل تر زندگی شبِ وصال کی طرح گذر جائے گی۔ لذتِ وصالِ محبوب میں دنیا اور دنیا والوں کے چھوٹ جانے کا احساس تک نہ ہوگا۔ اور در اصل قبر کی راحت ایسے ہی خوش نصیبوں کا حصہ ہے قبر میں جانے سے پہلے اگر ماسوی اللہ سے اُنس و محبت بڑھی ہوئی ہوگی تو چونکہ قبر کی تنہائی میں کوئی چیز بھی ان میں سے اس کے ساتھ نہ ہوگی۔ پس محبوب کی جدائی اور فراق کی وجہ سے قبر یعنی برزخ کی زندگی مُردے کے لیے سوہانِ روح بنی رہے گی جدائی محبوب اور ہجر یار سب سے بڑی مصیبت یعنی بہت بڑا عذاب ہے

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مر جاؤ مرنے سے پہلے

حدیثِ پاک کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مرنے کے بعد تو تمام مرغوبات و مالوفات کو چھوڑ کر صرف اللہ سے تمہارا واسطہ پڑنا بہتر ہے کہ مرنے سے قبل ہی تم ابھی سب مالوفات و مرغوبات کو چھوڑ کر اللہ کی ذاتِ اقدس سے اُنس و رغبت پیدا کر لو تاکہ تمہارا یہ اُنس قبر کی وحشت اور تنہائی میں کام آئے ہمارے حضرات صوفیائے کرام قدس سرہم کے سلسلہ ہائے طریقت میں مراقبات کی

مشق اور بالخصوص مراقبۂ موت میں مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی عملی مشق ہے۔ چونکہ مراقبات میں اول محبوب کی ایک ایک صفت پر دھیان جمایا جاتا ہے اس مشق کے بعد ذاتِ بحت اللہ کی ذاتِ واحد پر دھیان جمانے کی مشق کرائی جاتی ہے جس کے نتیجہ میں سالک اللہ کی ذات عالی سے ایسا مانوس ہو جاتا ہے کہ ذات الٰہی کے سوا وہ سب کچھ بھول جاتا ہے اور زبانِ حال و قال دونوں سے کہتا ہے ؎

غیر سے بالکل ہی اٹھ جائے نظر ۔۔۔ تُو ہی تُو آئے نظر دیکھوں جدھر

اور پھر شوق اور کیف کے عالم میں پہونچ کر کہتا ہے ؎

دل مرا ہو جائے اک میدان ہُو
تُو ہی تُو ہو تُو ہی تو ہو تو ہی تُو

(۵۳) آسائش دو گیتی دو جہان کی آسائش و اطمینان حاصل ہے رضائے الٰہی کا اور رضائے الٰہی حاصل ہے اتباع سُنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ؎

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہاں راچہ کند

جس نے یہاں رضائے الٰہی[عہ] کو پالیا اس نے قبر کا چین اور قیامت کا اطمینان پالیا۔ جس نے رضائے الٰہی کو نہ پایا اُس کو نہ قبر کا چین اور نہ قیامت کا اطمینان۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○

عہ اللہ کی خوشنودی

(۴۵) علمِ سُلوک ایک فن ہے

تصوف اور علم سلوک اگرچہ ایک فن ہے جو مشق محنت اور سیکھنے سے علم کے درجہ میں تو آجاتا ہے۔ مگر اس کی حقیقت معرفت و ولایت محض ایک وہبی چیز ہے بغیر فضل الٰہی نہیں ملتی۔

اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ (شوریٰ)	اللہ چن لیتا ہے اپنی ولایت و محبت کے لیے جس کو چاہتا ہے اور اپنی ہدایت سے نوازتا ہے جو اُس کی طرف رجوع کرے اور رُخ کرے (یعنی بے رخی کرنے والے کو ہدایت نہیں دیتا)

نیز حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

وَمِنْ اٰبَآئِھِمْ وَذُرِّیّٰتِھِمْ وَاِخْوَانِھِمْ وَاجْتَبَیْنٰھُمْ وَھَدَیْنٰھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ذٰلِكَ ھُدَی اللّٰہِ یَھْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ ط (انعام)	اور ہدایت کی ہم نے کچھ کو اُن کے باپ دادوں میں سے اور کچھ کو اُن کی اولاد میں سے اور کچھ کو اُن کے بھائیوں میں سے اور اُن کو ہم نے چُن لیا اور سیدھی راہ چلایا یہ تو اللہ کی ہدایت ہے اس پر چلاتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے

غرضیکہ توحیدِ خالص، معرفت، ولایت، اطاعتِ خداوندی کی ان راہوں پر حق تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے بطور اجتباء کے اپنے مقبول بندوں کو چلاتا ہے اور پھر انعام کے طور پر حسبِ استعداد

اُن کے درجات بلند کرتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں قرآن فرماتا ہے

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ط وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ط اِجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (نحل)	در اصل ابراہیم تھا راہ پر ڈالنے والا اللہ کا فرماں بردار سب سے ایک طرف ہوکر اور نہ تھا شرک والوں میں سے (بلکہ) وہ تھا شکر گزاری کرنے والا اُس کی نعمتوں پر۔ چُن لیا اُس کو اللہ نے اور چلایا اس کو سیدھی راہ۔

چونکہ ولایت ظلِ نبوت ہے اور نبوت بھی بغیر اجتباء کے نہیں ملتی اسی طرح ولایت بھی بغیر اجتباء یعنی اُن کی نگاہ کرم کے بغیر نہیں ملتی۔ عارفؒ فرماتے ہیں ؎

نہ گردد قطع ہرگز جادۂ عشق از دویدن ہا "ص"
کہ مے بالد بخود ایں راہ چوں تاک از بریدن ہا

(۵۵) حضرات انبیاء کی دعوت کا محور

تقویٰ۔ خشیہ اور طاعت نبوی کے بغیر کشودِ کار ہو نہیں سکتا سورہ شعراء میں ہے حضرت نوحؑ نے اپنی

"ص" عشق کی راہ دوڑنے سے طے نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ راہ تو فضل الٰہی سے طے ہوتی ہے جس طرح دھاگہ کاتنے والا۔ چرخے کے تکلے کے ساتھ روئی کا رشتہ قائم کرتا ہے اور چرخہ گھماتا ہے تو چرخہ کے چکر سے خود بخود دھاگہ بنتا چلا جاتا ہے۔

قوم سے فرمایا اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ۝عہ

اور حضرت ہود علیہ السلام نے قوم عاد سے فرمایا اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ۝

حضرت صالحؑ نے قوم ثمود سے خطاب فرمایا اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ۝

حضرت لوطؑ نے فرمایا اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ۝

حضرت شعیبؑ نے ایکہ والوں کو فرمایا اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ۝

معلوم ہوا کہ تقویٰ اور اطاعت نبوی پر ہی مدار کار ہے۔ جمیع انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا محور اور بنیادی مقصد ہے

(۵۶) رب کریم کی کریمی

کریم مطلق کی کس قدر کریمی ہے کہ وہ ہم سے نہ روشنی کا بل وصول کرتا ہے نہ پانی کا اور نہ ہوا کا۔ دن میں سورج کی روشنی دیتا ہے رات کو چاند کی چاندنی۔ ہوائیں مفت دیتا ہے اور پانی بلا قیمت دنیا کی حکومت پانی نہیں دیتی صرف پانی کا انتظام کرتی ہے اور بل وصول کر لیتی ہے۔ بجلی دے کر ہوا نہیں چلاتی بلکہ ہم اپنے پنکھوں کے ذریعے ہوا پہونچانے کا انتظام کرتے ہیں

عہ ترجمہ:۔ جب کہا اُن کو اُن کے بھائی نوحؑ نے کیا تم کو ڈر نہیں میں جو تمہارا رسول ہوں پیغام لانے والا امین قابل اعتبار پس ڈرو اللہ سے اور اطاعت کرو میری۔

مگر ماہانہ بل ہم سے وصول کرلیتی ہے کس قدر افسوس ہے۔ اللہ کی اتنی قیمتی نعمتوں کے باوجود ہم اس کے بل ادا کئے بغیر اس کے شکر گزار اور اس کے فرماں بردار نہ بنیں۔

(۵۷) اللہ کی صنّاعی اللہ تعالےٰ کی صناعی کو دیکھو کتنے انسان بنائے۔ مگر ہر ایک کا نقشہ جدا جدا۔ آواز جدا جدا۔ ہزاروں عزیز تمہارے سامنے مرے مگر تمہیں سو سال میں بھی کوئی ان جیسی صورت اور شکل نظر نہیں آئی۔ اس کی ذات بے مثل و بے مثال نے اپنی بے مثالی کی جھلک دکھانے کے لیے ہر ایک کو بے مثل بنا دیا۔

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ بڑی برکت والی ہے وہ ذات جس نے تم کو بنایا۔ پھر تم کو شکل و صورت بخشی اور اللہ نے کتنا اچھا نقشہ دیا تم کو وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ

(۵۸) فکرِ موت رات دن میں کوئی وقت نکال کر سب سے جدا ہو کر ذہن کی یکسوئی اور قلب کی فراغت کے ساتھ آنکھیں بند کر کے قبلہ رُو ہو کر کچھ دیر غور کیا کرو کہ تمہارے ان ہاتھوں نے کتنے عزیز اور کتنے دوستوں کو قبر کا پیوند بنایا کیسی کیسی صورتیں تھیں کیسے حسین و نازک تھے اُن کے چہرے۔ کیسے خوش الحان تھے۔ اور کیسے دولت مند تھے وہ۔ کیسے منصب وجاہ والے اور کیسے اثر ورسوخ والے تھے وہ۔ محبت و اخلاص رکھنے کے باوجود تو نے اپنے ان ہاتھوں سے ہمیشہ کے لیے ان کو زمین میں دفن کر دیا۔ آہ۔! ان کی خاموشی اور رُد پوشی کہ ان

کی شکل وصورت کا بھی کوئی تم کو نظر نہ آیا اور نہ ہی تمہارے کانوں نے اُن جیسی کوئی آواز سنی! اسی طرح تیرے دوست احباب تیرے عزیز و اقارب تجھے بھی ایک دن قبر کے گم نام گوشے اور تنگ و تاریک گمڑھے میں ڈال کر چلے آئیں گے اور پہلوں کی طرح تیرے عزیز، احباب اور اقارب کی آنکھیں تیری شکل دیکھنے کو بھی ترس جائیں گی اور اُن کے کان قیامت تک بھی تیری آواز کو نہ سُن سکیں گے۔

پس وقت سے پہلے وہاں کے لیے کچھ توشہ لے لے اور پہونچنے سے پہلے قبر کے دیوے بتی[ع] کا انتظام کر لے ؎

اے تہی دست رفتہ در بازار
ترسمت بر نیاوری دستار

ترجمہ:۔ اے خالی ہاتھ بازار جانے والے! مجھے خوف ہے کہ خالی ہاتھ جا کر تو بازار سے دستار نہ لا سکے گا۔

(۵۹) باطن قرآن کو باطن کی پاکی کے ساتھ لے سکتے ہو

ظاہر قرآن کو وضو کر کے ہاتھ میں لینے والو! باطن قرآن کو دل کی پاکی کے ساتھ لے سکتے ہو۔ کیوں کہ دنیا میں قرآن کا پہلا گھر پاک دل ہے

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰی	یہ قرآن ہے اُتارا ہوا رب العلمین کا ہے لے کر اُترا اس کو معتبر فرشتہ تیرے دل پر[ع] تا کہ ہو تو

ع؎ مراد قبر کی روشنی ہے جو اعمال خیر کے نتیجے میں وہاں نمودار ہوگی

ع؎ مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک ہے

قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ (الشعراء)

ڈر سنانے والا صاف عربی زبان میں

یعنی قرآن کریم وہ مبارک اور عظیم الشان کتاب ہے جسے تربیت عالم کے لیے جبریل امین کی وساطت اور سفارت کے ذریعے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم روحانیت اور نورانیت والے پاک صاف قلب پر رب العلمین کی طرف سے اُتارا گیا۔ کیونکہ کائنات انسانی میں سوائے اُس ایک عظیم اور پاکیزہ قلب کے دوسرا کوئی دل بھی اس امانتِ عظمیٰ کے سنبھالنے اور اس رسالتِ کبریٰ کے اٹھانے کے لائق نہ تھا۔

قرآن مجید آیا اور سیدھا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اُترتا چلا گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے سارے دل سے سنا۔ سمجھا اور محفوظ رکھا اور اس کے اسرار و حِکَم باطنیہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بوجہ اتم پوری طرح منکشف ہو گئے۔

(۶۰) **سالک کی منزل** پیر تو بہت ہیں مگر اللہ والا ہزاروں میں ایک ہے۔ پیر بننا آسان ہے۔ مگر اللہ کا بندہ ان میں کوئی ہوتا ہے۔ اس لئے پیر بننے کی بجائے ذکر و فکر طاعت و بندگی کے ساتھ اللہ والا یعنی بندہ بننے کی کوشش کرو۔

(۶۱) حاجت روائی | پیروں، فقیروں، شہیدوں کو حاجت روا سمجھنے والے اگر مشرک ہیں تو روپے پیسے کو حاجت روا سمجھنے والے کیوں نہ مشرک ہوں گے۔ محبوب سبحانی سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانیؒ امام الاولیاء حضرت علی المرتضیٰؓ وغیرہما کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنے والوں کو مشرک کہنے والے خود پیسے کو حاجت روا جانے ہوئے ہیں۔ ؎

توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کم تر می کنند

خوب سمجھ لو! پیسہ حاجت روا نہیں۔ ہاں اللہ چاہے تو وہ حاجت روائی کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اگر پیسہ حاجت روا ہوتا تو پیسہ خرچ کرکے ہر مال دار بیماری سے شفایاب اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاتا ؎

مَاکُلُّ یَتَمَنَّی الْمَرْءُ یُدْرِکُہٗ

تَجْرِی الرِّیَاحُ بِمَا لَا تَشْتَھِی السُّفُنُ "ط"

مگر مخلوق ہے کہ پیسہ کو حاجت روا سمجھ کر دن رات اس کے حصول کے فکر میں پڑی ہوئی ہے اصل حاجت روا اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے کا ہمیں فکر نہیں جس کے ہاتھ میں آسمان و زمین کی کنجیاں ہیں اور عالم کی تدبیر و تصریف جس کے قبضہ و اختیار میں ہے۔

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ	بھلا دیکھو جو تم بوتے ہو کیا تم اس
ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَہٗٓ اَمْ	کو بناتے ہو کھیتی یا ہم ہیں اس کو
نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ہ لَوْ	کھیت بنانے والے اگر ہم چاہیں

ط" جس چیز کی آدمی آرزو کرے ضروری نہیں کہ وہ اس کو حاصل کرے ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہوائیں چلتی ہیں جن کو کشتی نہیں چاہتی

نَشَاۤءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَاۤءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَاۤءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ (واقعہ)

تو بنا ڈالیں اس کو روندا ہوا، لتاڑا ہوا گھانس پھر تم کفِ افسوس ملتے ہوئے کہتے پھرو ہم تو رہ گئے قرض دار بلکہ ہم تو ہو گئے بدنصیب۔ بھلا دیکھو تو پانی کو جو تم پیتے ہو کیا تم نے اتارا اس کو بادل سے یا ہم اتارتے ہیں اگر ہم چاہیں تو کردیں اس کو کڑوا کھاری پھر کیوں نہیں اس کا شکر کرتے۔ بھلا دیکھو تو آگ کو جس کو تم سلگاتے ہو۔ کیا تم نے پیدا کیا اس کے درخت کو یا ہم ہیں پیدا کرنے والے ہم نے ہی تو پیدا کئے درخت اس کے تمہاری یاد دہانی کے لیے اور سامان جنگل والوں کے لئے پس بول پاکی اپنے رب کے نام کی۔

جس خداوند تعالیٰ نے تمہاری تمام ضروریات محض اپنی قدرتِ کاملہ اور محض اپنے فضل و احسان سے ایسی ایسی کارآمد چیزیں پیدا کر کے تم کو منتفع کیا اور تمہاری زندگی میں تمہارے استحقاق کے بغیر تم کو زندگی گزارنے کے مواقع فراہم فرمائے۔ اس کی ذاتِ واحد کو اپنا حاجت روا جانو اور مخلوق پر ہرگز ہرگز نظر نہ رکھو۔ انسانی زندگی کا دارومدار

اور اس کی بقائے حیات کی اہم ترین چیزیں غذا، پانی اور ایندھن ہے اور ان تینوں پر مالکانہ اور خالقانہ تصرف صرف خدائے واحد کو حاصل ہے وہی حقیقی حاجت روا ہے۔

(۶۲) خالق و مخلوق کے حقوق

اہل و عیال، نوکر چاکر شاگردوں مریدوں کے ساتھ اپنے حقوق کے بارے میں تو نرمی درگذر اور چشم پوشی سے کام لو۔ مگر اللہ کے حقوق اور دینی معاملات میں چشم پوشی اور درگذر سے کام لینا اُن کے دین و ایمان کے لیے سخت نقصان دہ ہے اسی طرح خود بھی نفس کے حقوق تو ادا کرو مگر حقوق اللہ کے معاملے میں نفس کے ساتھ نرمی اور رعایتوں کا معاملہ کرنا آخرت کے لیے مضر اور نقصان دہ ہے۔

وَالنَّفْسُ کَالطِّفْلِ اِنْ تُھْمِلْہُ شَبَّ عَلٰی
حُبِّ الرَّضَاعِ وَاِنْ تَفْطِمْہُ یَنْفَطِمِ

نفس بچے کی طرح ہے۔ اگر بچے کو دودھ پلاتے رہو گے تو وہ بوڑھا ہو کر بھی ماں کا دودھ پیتا رہے گا۔ اور اگر ہمت کر کے اس کا دودھ چھڑا دو گے تو پھر وہ خود بخود دودھ چھوڑ دے گا۔

دُعا

یَا اَللّٰہُ! ہمارے دلوں کو نفاق سے پاک کر دے ہمارے عملوں کو ریا سے، ہماری زبانوں کو جھوٹ سے اور ہماری آنکھوں کو خیانت

سے۔ تو ہی ہے خیانت والی آنکھ کا جاننے والا۔ اور تو ہی ہے دلوں کے بھیدوں اور سینوں کے راز جاننے والا ہے۔

یا اللہ! ہمارے لیے وہ چیزیں آسان کر دے جو آپ کا مقرب بنا دیں اور وہ چیزیں مشکل جو آپ سے دور کر دیویں۔

الٰہی! ہم کو اپنا محتاج بنا کر دوسروں سے بے نیاز کر دے اور بطفیل عرش و کرسی ہمارے عملوں میں اخلاص اور اخلاص کے بعد ہمیں خشیہ نصیب فرما۔ نفاق، ریاکاری، شہرت و نام آوری کے فتنوں سے ہماری حفاظت فرما۔

اے اللہ۔ ہمارے سینوں کو ہدایت و ایمان کے لیے کھول دیجئے اور معرفت و یقین کی دولت سے ہمارے قلوب کو منور و مطہر بنا دیجیے۔

اپنی اطاعت و عبادت کی راہیں آسان اور نافرمانی و معصیت کی راہیں ہم پر مشکل تر بنا دیجئے۔

یا اللہ! ہماری زبانوں کو اپنے شکر۔ دلوں کو اپنے ذکر۔ جوارح کو اسلام، آنکھوں کو مشاہدہ اور دماغ کو اپنے فکر کی نعمت سے مالا مال فرما۔ ہماری روحوں کو اپنے قرب کی غذا سے تازہ اور اپنے اُنس کی شراب سے سیراب کر کے اپنے عشق و محبت کو ہماری رگ رگ میں خون کی طرح جاری و ساری فرما دے۔

اے اللہ! ہماری جانوں کو آخرت اور آخرت کی نعمتوں سے مانوس بنا دیجئے۔ صراط مستقیم کی شاہ راہ پر چلا کر نفس و شیطان کی پگ ڈنڈیوں اور پُر خطر راہوں سے بچائے رکھیو نیز اچھی باتوں کے قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق اور بری باتوں، برے خیالات

اور بُرے ساتھیوں اور بُرے اعمال سے بچائیو۔

الٰہی۔! عافیت وصحت کی قدر کرنے اور ان پر شکر کرنے میں ہماری ہمتوں کو بلند فرما۔ ہمیں وہ نفس مطمئنہ عطا فرما جو تیرے ساتھ چین پکڑے۔ جو تیری ملاقات کا یقین کرے۔ تیری قضا پر راضی اور تیری عطا پر قناعت کرنے والا ہو۔

یا اللہ۔! میرے باطن کو میرے ظاہر سے اچھا بنادے اور میرے ظاہر کو شریعت کا تابع بنادے۔

میری دنیا کو میرے دین کی مدد رہ بنادے اور میرے تقوٰے کو میری آخرت کا مددگار بنادے۔ الٰہی مجھ کو میرے نفس کے حوالے نہ کیجیو۔ اور اپنی نعمتوں کو عطا فرما کر مجھ سے سلب^ع نہ فرمائیو۔

الٰہی۔! ہمیں مخلوق سے بے نیاز بنا کر اپنی ذات عالی کا محتاج بنا ہم آپ کی ذات مقدس سے سوال کرتے ہیں عافیت وسلامتی کا۔ اور اس پر پورا پورا شکر کرنے کی توفیق کا۔

الٰہی۔! بافراغت بے مشقت حلال رزق عطا فرما۔ ہر طرح کی آفات اور بلاؤں سے ہمیں محفوظ فرما اور ہماری حفاظت فرما۔ ہم کو فقر اور عذاب قبر سے بچا۔ بے شک تو ہی زور والا اور تو ہی طاقت والا ہے۔ تیری ہی چلتی ہے اور مخلوق تیرے آگے عاجز و بے چارہ ہے۔

اے اللہ۔! ہم کو ہر مقام میں اپنا بندہ بنائے رکھیئے۔ تاکہ آپ کی بندگی و عبودیت پر جمے رہیں اور آپ کی عظمت کے لیے تمام

ع یعنی دینے کے بعد چھین نہ لیجیو۔ دے کر محروم نہ کیجو۔

دنیا سے فارغ ہو کر آپ کی ربوبیت کے حقوق ادا کرنے میں لگے رہیں اور آپ کے بارے میں ہم کو کسی کی ملامت کا اندیشہ نہ ہو۔ آنے والی ہر تقدیر میں ہم پر مہربانی فرمائیو۔ آپ کے آسمان سے جو رحمت بھی نازل ہو اس کے لیے ہم کو زمین بنا دیجیو۔ اور اپنے سوا کسی اور کا ہم کو غم اور فکر نہ دیجیو۔

الٰہی ۔! میرے قلب کو روشن بنا دے، میری قبر کو روشن بنا دے میرے گرد و پیش کو نورانی۔ میرے دائیں بائیں اوپر نیچے سے نور عطا فرما میرے کانوں[1] میں نور میری آنکھوں[2] میں نور میرے بدن کے بال بال میں نور اور روئیں روئیں کو اپنی تجلیات کے انوار سے منور بنا دے میرے چہرے میں نور، میرے گوشت میں نور، میرے خون میں نور۔ میری ہڈیوں میں نور عطا فرما۔ اور زیادہ کر میرا نور۔ اور زیادہ کر میرا نور۔ اور زیادہ کر میرا نور۔

یا عزیزُ یا غفورُ یا عالِمَ مَا فِی الصُّدورِ اَخرِجنی مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّورِ۔

یا اللہ ۔! ہمارے وجود کی رات میں اپنی معرفت کا آفتاب چمکا دیجیے۔ ہماری آنکھوں کے کناروں کو اپنی حکمت کے ظہور سے منور فرما دیجئے۔ ہماری زینت کے آسمان کو اپنی محبت کے ستاروں سے مزین اور ہمارے افعال کو اپنے فعل میں فنا۔ ہماری خطاؤں کو اپنے فضل کے دریا میں غرق اور ہمارے ارادے کو اپنے ارادے

---

[1] جس سے حق بات کو سن سکوں

[2] جس سے حق کا مشاہدہ کر سکوں

میں محو کر دیجئے
اے ربّ رحیم و کریم ـــ بھول چُوک اور غفلتوں پر ہمارا مواخذہ نہ فرمائیے۔ اور فرصت و فراغت کے اوقات میں ہم سے وہ کام لیجئے جو ہم کو آپ کا مقرّب و محبوب بنادیں اور آپ کو ہم سے راضی کردیں آپ کی ذات وہ عالی و عظیم ذات ہے جس کے حکم کے خلاف کوئی دم نہیں مار سکتا۔ کس کی طاقت ہے جو آپ کی حکومت و سلطنت کا مقابلہ کرے۔ کون ہے جو آپ سے باز پرس کرے۔ کس کی مجال ہے جو آپ کے فیصلہ میں چون و چرا کرے۔ آپ مخلوق سے جو چاہیں چھین سکتے ہیں اور مخلوق آپ سے کچھ نہیں لے سکتی۔ سوائے اس کے جو آپ ہی اس کو دینا چاہیں۔

اے اللہ ـــ! میں آپ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و شرافت کے وسیلے سے آپ کی طرف متوجہ ہو کر درخواست گذارتا ہوں اور آپ کے اسم اعظم کے توسّل کے ساتھ آپ کی بارگاہ قدس میں دعا کے لیے ہاتھ پھیلاتا ہوں کہ سرداروں کے سردار، اماموں کے امام، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، حبیب مکرم، نبی معظم سیدِ اولاد آدم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپؐ کی آلِ اطہار ازواجِ مطہرات، اصحابِ کبار، اولیاء کرام پر صلوٰۃ وسلام ابدالآباد تک نازل فرماتے رہیے آمین یارب العالمین۔

اے اللہ ـــ! میری اس ناچیز محنت کو قبول فرما کر مجھے نفس کے شرور سے محفوظ فرما۔ اور تیرے بندوں میں سے جس جس نے بھی اس محنت میں جس قدر میرے ساتھ جانی و مالی تعاون فرمایا اس

تعاون کے صلہ میں اُن کو فلاح دارین نصیب فرما اور ان کے جملہ مقاصد دینی و دنیاوی میں کامیاب بنا کر ہم سب کو و نیز ہمارے شیخ حضرت مولانا عبد الغفور صاحب العباسی والمدنی نوّر اللہ مرقدہ کو قرب و ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز فرما اور اُن کے تمام متوسلین کو مقامِ احسان و اخلاص کا اعلیٰ مقام نصیب فرما کر بے حساب و بے عذاب جنت الفردوس میں داخل فرما۔

الٰہی ۔۔! ہمارے اس صدقۂ جاریہ کو قیامت تک جاری رکھ کر امتِ مرحومہ کے لیے مفید اور سببِ رُشد و ہدایت بنا۔ آمین ثم آمین

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا
وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا مَوْلٰنَا وَاَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ
اللّٰہِ وَخَیْرَۃِ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ
وَاَتْبَاعِہٖ صَلٰوۃً کَامِلَۃً بِعَدَدِ خَلْقِہٖ وَزِنَۃَ
عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَتِہٖ وَاُمَّتِہٖ بِدَوَامِ
مُلْکِہٖ وَبَقَاءِ سَلْطَنَتِہٖ وَالسَّلَامُ
عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنْ لَّدَیْکُمْ

ناچیز:- محمد ادریس الانصاری - صادق آباد مغربی پاکستان
یکم ربیع الاول ۱۳۸۲ھ
۳ اگست ۱۹۶۲ء
اصلاح نظر ثانی برائے طبع دوم ۱۳ ذیقعد ۱۳۸۸ھ یکم فروری ۱۹۶۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

واردات

وحی کا سلسلہ تو صاحبِ وحی نبی آخر فداہ ابی و امی علیہ السلام پر ختم ہو گیا۔ مگر باطنی اشارات و پیغامات کا سلسلہ اہل سلوک، اور علماء کرام میں بغرضِ افہام و تفہیم نبوت کے وقت سے آج تک جاری ہے اور جب تک یہ حضرات دنیا پر رہیں گے شان ربوبیت مخلوق کی رشد و ہدایت کے لئے ان کے قلوب پر القا فرماتی رہے گی۔ فقیر کے خیال میں باطنی اشارات و پیغامات کو ہی حکمت کا نام دیا جائے تو ناموزوں نہ ہو گا۔ جیسے قرآن میں ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرًا کثیرًا اور حدیث میں فُتِحَتْ لَہٗ یَنَابِیعُ الْحِکَمِ کے پیرایہ میں ظاہر فرمایا گیا۔ اسی نوع کی حکمت کی باتیں "واردات" کے عنوان سے فیض الغفور کی دوسری اشاعت میں اس غرض سے اضافہ کیا جا رہا ہے کہ فقیر کے لئے تذکرہ و توشۂ آخرۃ اور ناظرین کے لیے ایمان و یقین کی ترقی کا موجب ہوں! فقیر کے قلب پر جب ان مضامین کا توارد ہوتا۔ اور فرصت پاتا تو کبھی تاریخ کے ساتھ اور کبھی بغیر تاریخ کے بطور یادداشت کے۔ قلم بند کر دیتا۔ بصورتِ دیگر بہت سے مضامین ذہن میں آئے۔ اور حافظہ سے نکل گئے۔ بہرحال فقیر نے مناسب جانا کہ جمع شدہ واردات کو فیض الغفو

کا تتمہ بنا دوں تاکہ ضائع نہ ہونے پائیں۔ شائد کسی اللہ کے بندے کے نافع و مفید ہوں۔ والسلام

فقیر محمد ادریس الانصاری نَسَباً

نقشبندی مجدّدی و الغفوری نسبتاً

۲۸ جنوری ۱ سنہ ۱۳۸۹ھ = ۱۳ ۶۹ء

۳ ستمبر ۱۹۶۳ء

جس کا ایمان اچھا اس کا عمل اچھا۔ جس کا ایمان اچھا نہیں اس کا عمل بھی اچھا نہیں۔ یعنی جید الایمان کا عمل جید اور عمدہ ہوتا ہے۔ دیکھو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان کائنات میں سب سے زیادہ عمدہ تھا۔ تو آپ کا عمل بھی کائنات میں سب سے اچھا تھا اِسی وجہ سے آپ کے ایمان میں نہ کوئی آپ کے برابر اور نہ اعمال میں۔

۱۱ ستمبر ۱۹۶۳ء

وجود انسانی کے ظاہری اعضاء کے جس طرح جدا جدا خدمتیں اور وظائف ہیں: مثلاً ناک کا کام سونگھنا، ہاتھوں کا کام پکڑنا، زبان کی خدمت بولنا، آنکھوں کی خدمت دیکھنا اور پاؤں کی خدمت چلنا ہے۔ اسی طرح اس کا ایک باطنی نظام ہے جو ہمیں نظر نہیں آتا۔ مثلاً: معدہ کا کام غذا کو ہضم کرنا، جگر کا کام خون بنانا ہے۔ غرضیکہ ہر عضو اپنے اپنے کام اور خدمت میں لگا ہوا ہے —— اسی طرح اس جہان میں بھی اللہ تعالیٰ کے دونوں نظام کارفرما ہیں۔ ہوا —— کے ذمہ جو خدمت ہے وہ سورج کے ذمہ نہیں اور جو سورج کی خدمت ہے وہ چاند تاروں کی نہیں —— جو زمین کی خدمت ہے وہ آسمان کی نہیں مگر سب اللہ کی قدرت اور اس کی مشیّت کے پابند ہیں جب چاہیں ان کی خدمت سے محروم کر دیں اور جب چاہیں ان کی تاثیرات سلب کر لیں۔ کوئی نہیں جو ان کی مشیّت اور حکم میں مزاحمت کر سکے —— دیکھو سیّدنا ابراہیم پر آگ کی کو تاثیر کو پلٹ دیا یعنی گرمی کو

ھ یہ ایک حدیث ہے جس کا ترجمہ ہے۔ جو آدمی کسی جماعت کی نقل کرلے گا۔ وہ ان میں سے ہوگا۔

سردی میں تبدیل فرما دیا۔ ہمارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشت مبارک سے پانی کا چشمہ جاری فرما دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کو پانی کے اندر چلا دیا ــــ

دنیا کی ہر نعمت و راحت کو دیکھ کر جنت کی راحتوں کو اور اس کی مصیبت کو دیکھ کر جہنم کی مصیبت کو یاد کرو ــــ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کو راحت و مصیبت کا گھر اس لئے بنایا گیا ہے تاکہ ہمیں وہاں کی تکلیف و راحت کا کچھ نہ کچھ اندازہ ہو ــــ

۱۱ ستمبر ۱۹۶۳ء

مراقبۂ حقیقت کعبۃ اللہ میں سبق ہے ــــ مراقبہ کے وقت ساری کائنات اللہ کو سجدہ کرتی نظر آتی ہے ــــ پہاڑوں کا ذرہ ذرہ، درختوں کا پتہ پتہ، سمندروں کا قطرہ قطرہ اللہ کی ذات عالی کے آگے سجدہ کرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں ــــ گویا وللہ یسجد من فی السمٰوٰت والارض حقیقت ہو کر سامنے آتی ہے، اور اس ساری کائنات کے مقابلہ میں اپنا وجود بالکل بے حقیقت نظر آتا ہے۔

خانہ کعبہ بظاہر تو کالے پتھر کا بنا ہوا ایک کوٹھا ہے مگر اس کی عظمتِ شان کا اندازہ اسوقت ہوتا ہے جب یہ تصور ہوتا ہے کہ یہی گھر خدا تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبروں کا قبلہ اور سارے جہان کے اقطاب و ابدال کا قبلہ و کعبہ ہے ــــ ساری ایمان والی برادری خواہ کہیں بھی ہو۔ مگر سجدہ کی حالت میں ان کے تمام اعضاء کا رخ خانہ کعبہ کی طرف ہوتا ہے۔ اور باقی نماز میں بیشتر حصہ جسم کا رخ خانہ کعبہ کی طرف ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ملائکہ

کو آدم کی طرف جھکا دیا۔ اور انسان کو پتھر کے بنے ہوئے کعبہ کی طرف جھکا دیا۔ نہ وہاں کچھ تھا اور نہ یہاں کچھ ہے۔ وہاں بھی امر تھا۔ یہاں بھی امر ہے۔

مخلوق پر محنت کرو گے تو مخلوق کی قیمت بڑھے گی۔ مثلاً لوہے پر محنت کرو گے تو لوہے کی قیمت بڑھے گی، زمین پر محنت کرو گے تو زمین کی قیمت اور روئی پر محنت کرو گے جب کپڑا بنا لو گے تو اس روئی کی قیمت بڑھے گی اور جب اپنے دل پر محنت کرو گے تو تمہاری قیمت بڑھے گی۔

ہمارے باپ دادا، دین کی خاطر علماء و صلحاء کی تلاش میں ملک بہ ملک پھرتے تھے۔ آج دین دینے کے لئے علماء و صلحاء تمہارے دروازوں پر چکر لگانے ہیں۔ اور تمہیں ان کا آنا ناگوار گذرتا ہے —— ع

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

---

۱۳ ستمبر ۱۹۶۳ء

خواب میں دیکھا، پھٹے پرانے چیتھڑوں کی جھونپڑی بنی ہوئی ہے۔ اس پر چڑھا تو دیکھا۔ کہ اس کی چھت اس حال میں بھی سالم نہیں۔ اندر دیکھا ایک بوڑھا آدمی بیٹھا ہوا ہے، جو کوڑھی ہے، ہونٹ گلے ہوئے ہیں۔ اس کے چہرہ پر سفید کوڑھ چھوٹا ہوا ہے —— یعنی اسکے چہرہ پر کوڑھ کے سفید نشان ہیں —— مجھے بتلایا گیا اس کی جھونپڑی میں سونا اور بہت سا مال ہے۔ مگر اس کی شکل بھکاریوں کی سی ہے —— اور یہ شخص یہودی ہے ——

خدا تعالیٰ ہمیں صفات یہود سے بچائے ——

جب ذکر کرتا ہوں تو کائنات کا ذرہ ذرہ ذکر الٰہی میں مصروف پاتا ہوں ـــــ اور پھر کائنات کے اہل ذکر جن میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابراہیم ـــــ سیدنا موسیٰؑ و عیسیٰ جیسے اولو العزم انبیاء کرام اور کروڑوں الیاء عظام کے ذکر کے مقابلہ میں اپنے ذکر کو بے قیمت اور بے وزن پاتا ہوں۔ میں کیا ـــــ اور میرا ذکر کیا ـــــ ہاں من تشبہ بقوم فھو منھم کے ضابطہ پر نظر کرتے ہوئے کچھ امید ہو جاتی ہے کہ شاید ان مقبولان کے صدقہ میں میرا ٹوٹا پھوٹا ذکر ـــــ بارگاہِ الٰہی میں چلا جائے ـــــ تو کیا عجب ـــــ ع

شاہاں چہ عجب گر بنواز ند گدارا

---

۱۴ ار ستمبر ۱۹۶۳ء

پہلے حکومت کا نظام فیل ہوتا ہے ـــــ اور نظم و ضبط کی جگہ رشوت اور سفارش لے لیتی ہے ـــــ آخر رفتہ رفتہ رشوت بھی فیل ہو جاتی ہے اور حکومت ختم ہو جاتی ہے ـــــ تجربہ میں آیا ہے کہ جگر کا مریض جب مرنے لگتا ہے تو اوّل اس کا نظامِ تنفس بگڑتا ہے ـــــ تو اس کا تنفس بحال کرنے کے لئے مصنوعی تنفس جاری کیا جاتا ہے۔ مگر تا کجے ـــــ یعنی اسی حال میں مریض راہی ملکِ بقا ہو جاتا ہے۔

---

۱۶ ار ستمبر ۱۹۶۳ء

شرائط و آداب کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے اپنی عبادت اپنی نماز اپنا ذکر سب گناہ نظر آتے ہیں۔ فراغت کے بعد کہتا ہوں:

ربنا ظلمنا انفسنا و ـــ الٰہی ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ

ان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین۔ (سورہ بقرہ)

ہمیں معاف نہ فرمائیں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو ہم ضرور بالضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ دریا پر پہنچ کر بھی پانی نہ پیا۔ اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کی مگر دل دوسروں میں رہا ـــــ ذکر کے لئے بیٹھا ـــــ مگر دل پھر بھی ان کی یاد میں نہ رہا ـــــ

آخر دعا کرتا ہوں الٰہی اپنے فضل و کرم سے مجھے نماز پڑھنے اور اپنے ذکر کرنے کا سلیقہ عطا فرما۔

---

۲۳ رمضان ۱۳۸۲ھ

سورۂ یوسفؑ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات کے اظہار کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تبلانا چاہتا ہے کہ اسباب خواہ کتنے ہی مخالف کیوں نہ ہوں اور ہوائیں خواہ کتنی مخالف چلیں مگر مسبب الاسباب چاہے تو انہیں نامساعد اسباب اور مخالف ہواؤں میں کامیابی کی راہیں نکال دیتے ہیں ـــــ دیکھو یوسفؑ کی ایک جان دوسری طرف ۱۰ بھائی ـــــ پھر چاہ کنعان میں ـــــ صرف یوسفؑ کی ایک ہی جان تھی مصر عزیز مصر کی اہلیہ کے ساتھ حق و باطل کی جنگ ـــــ بھی اکیلے یوسف علیہ السلام نے لڑی ـــــ آخر قید و بند میں ڈلوائے گئے اور اللہ کا کرنا ایسا ہوا ـــــ کہ بادشاہ کی خواب کی تعبیر جب کسی کو نہ آئی ـــــ تو یوسف علیہ السلام کے پاس آدمی گیا ـــــ تعبیر لایا ـــــ اور بادشاہ نے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ مصر کی حکومت و بادشاہی حوالہ کر دی ـــــ باپ بھائی آئے ـــــ اللہ نے حضرت یوسفؑ کی عظمت کا سکہ بٹھایا

دنیا کو دکھلا دیا کہ ہم جب چاہیں ۔ مخالف اسباب کو موافق بنا کر کامیاب بنا دیتے ہیں۔

دل سے دنیا کی محبت نکالنا سب انبیاء علیہم السلام کی ایسی مشترکہ سنت ہے۔ جس کے بغیر آخرت کی کامیابی ناممکن ہے ۔

سنت و بدعت آپس میں دو متضاد چیزیں ہیں کیوں کہ بدعت سراسر ظلمت ہی ظلمت ہے ۔ اور سنت سراسر نور ہی نور ہے ۔ اس لئے بدعات کا مقابلہ محض سنت سے ہی کرنا چاہیئے کیونکہ جب نور یعنی روشنی آئے گی تو تاریکی خود بخود دُور ہو جائے گی

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دین استعمال کرنے کے دیا ہے نہ کہ بنانے کے لئے ___ اس لئے دین میں کمی بیشی کا ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا ___ پس اگر کوئی دین میں کمی بیشی کرے گا ایک تو یہ دین کی اصل صورت کو بگاڑتا ہے دوسرے پرلے ___ درجہ کی بے ادبی ہے کہ اللہ و رسول کی بناوٹ میں دخل دیتا ہے جس کا کسی کو بھی حق نہیں پہونچتا ۔ توفیق الٰہی کے معنی طاعات کی توفیق دینا اور فیضانِ الٰہی کے معنی طاعات میں جمعیت و حلاوت پانا ہے معصیت سے بسا اوقات توفیق تو باقی رہ جاتی ہے مگر فیضان یعنی حلاوت جمعیت قلبی جاتی رہتی ہے ۔ تا آنکہ دوبارہ فیضان الٰہی دستگیری نہ فرمائے ___ اہل دنیا ___ اور اہل غفلت کی صحبت کی یہ تاثیر متبع سنت شیخ کی برکت سے سالک کے مشاہدہ میں آتی رہتی ہے ۔

---

۲۸ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ

درویش کو چاہیئے دینے والے کے ہاتھ کو نہ دیکھے بلکہ دلانے والے کو دیکھے اگر وہ دینے والے کے دل میں نہ ڈالتا اور پھر اس کو دینے کی توفیق نہ دیتا تو دینے والا تجھے کیسے دیتا۔

نہ کس می دہاند نہ کس می دہد　　　خدا می دہاند خدا می دہد

درویش کی عبادت بے داغ کیسے ہو سکتی ہے جب کہ اس کے دل میں ہزاروں بُت پڑے ہوئے ہوں۔ یاد رکھو اللہ کے سوائے دل میں جو چیز بھی جگہ بنالے وہی بُت ہے خواہ وہ کاروبار ہو یا اپنی عزت وجاہ کا خیال۔

تصوف کو خلافِ شرع کہنے والے حضرات اگر تھوڑی دیر کے لئے اپنی علمیّت کے مقابلہ میں ــــ ائمہ تصوف امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام ربّانی مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر علماء کی علمیّت، اور ان کے کمال اتباع نبویؐ پر دھیان اور توجہ فرمالیں تو ان مخالفین حضرات کی یہ خام خیالی جاتی رہے آخران ائمہ ومشائخ کے بارہ میں کیا کہیں گے جن کا مقصد زندگی احیاء سنت اور ترویج احکامِ شریعت نبویہ تھا۔ آخر یہ حضرات کیسے گوارا فرمانے کہ خلافِ شرع، تصوف کو امت میں رائج کر کے اپنی آخرت کو برباد اور اپنے خدا اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ناراض کرتے۔

مقامِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت بلند ہے۔ اللہ کی نعمتوں میں جو

اہل جہان پر مسلسل بارش کی طرح برس رہی ہیں۔ ان میں سب سے بڑی نعمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود ہے۔ آنحضرتؐ نے مخلوقِ خدا کو جس سوز و گداز کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دی وہ آنحضرتؐ کا ہی حصہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو کتاب مجید آپ کو عطا فرمائی —— اس کتاب کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس قدر یہ کتاب پڑھی گئی اور جس قدر پڑھی جائے گی دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی

ہمارے آقا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اس قدر بلند و ارفع ہے کہ اگر دنیا کے سلاطین اور وزراء و امراء آپ کے روضۂ اطہر کی جاروب کشی کریں تو یہ حضورؐ کے لئے کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ بلکہ ان سلاطین وزراء و امراء کے لئے کوئی اعزاز و شرف اس سے زیادہ نہیں ہے جتنا روضۂ اقدس کی جاروب کشی ان کے لئے باعثِ فخر و مباہات ہے ——— !

اعتکاف، میں بیٹھے محسوس ہوا کہ اعتکاف میں بیٹھنے والی ایک برادری ہے جو دنیا بھر میں بیٹھی ہے ان کے نیک اعمال بیک وقت اللہ تعالیٰ کے یہاں جا رہے ہیں، نمازیں اذکار تلاوت قرآنِ پاک مراقبات وغیرہ کے پہاڑ ہیں جو آسمانوں کی طرف چڑھ رہے ہیں ——— !

---

۷ فروری ۱۹۶۸ء

سنت و بدعت کے فرق کو اس طرح سمجھو، جیسے ہمارے جسم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے مناسب توازن کے ساتھ بنا کر مکمل فرما دیا —— اللہ تعالیٰ کی اس تکمیل کے بعد اگر کوئی ڈاکٹر پیوندکاری کے ذریعہ ہماری ناک کو اس حد سے

آگے بڑھا دے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر فرمائی ہے تب بھی یہ ناک عیب دار ہو جائے گی ــــ اور اگر اس میں سے کچھ حصہ کاٹ کر کم کر دے، تب بھی اس میں عیب آجائے گا۔ اسی طرح ــــ ہاتھوں کی تعداد ــــ اور اس کی لمبائی میں اگر کمی بیشی کر دی جائے تو شکل انسانی عیب دار ہو جائے گی ــــ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بناوٹ پر انسان جو بھی پیوندکاری کرے گا ــــ خدا تعالیٰ کی تخلیق کو معیوب بنا دے گا ــــ!

اسی طرح اسلام ــــ یعنی ہمارا دین خدا تعالیٰ کی تخلیق ہے جس کی تکمیل ہو جانے کی خبر ہمیں الیوم اکملت لکم دینکم سے دی گئی ــــ اس تکمیل کے بعد دین میں کتر بیونت کرنے کی جسارت کرنا۔ ایک تو سوء ادب ہے دوسرے اس دین کو عیب دار بنانا ہے کہ اللہ کی تخلیق میں پیوندکاری ہے ــــ

اہل بصیرت جن کو دین الٰہی ایک انسانی قالب کی طرح مکمل نظر آتا ہے بدعات و رسومات کی پیوندکاری ان کو ایک آنکھ نہیں بھاتی ــــ خواہ بظاہر وہ کتنی ہی دلفریب ہوں

بیمار عضو کا کاٹ دینا، اور بیمار آنکھ کا نکال دینا بہت آسان ہے ــــ مگر اس کو تندرست، صالح اور صحت مند بنانا ہمت والوں کا کام ہے ــــ اُمت محمدیہ کے افراد کو کاٹ دینا ــــ دائرہ اسلام سے خارج کر دینا مشکل بات نہیں مگر ان کی جفاؤں و بلاؤں پر صبر کرتے ہوئے ان کی اصلاح کرنا بڑی ہمت کی بات ہے ــــ

خالص غذائیں: جسمانی غذاؤں میں تو ہر قسم کی ملاوٹ ناپسندیدہ ہے دودھ

خالص ہو، گھی خالص ہو، آٹا خالص ہو، مگر دین جو روح کی غذا ہے اس کے خالص ہونے کی ہمیں فکر نہیں ہے خواہ اس میں شرک کی ملاوٹ ہو یا بدعات کی ـــ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ غذاءِ روح کے خالص ہونے کا کوئی اہتمام نہیں۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا بھی فرمان ہے الا للہ الدین الخالص اللہ کے یہاں وہی دین کام آئے گا جو خالص ہو گا ـــ

---

۸ فروری ۱۹۶۸ء

نسبت احسان کے دوام وحضوری کے لئے ہی مشائخ طریقت کے یہاں مراقبات کرائے جاتے ہیں ـــ پس جس قدر سالک کو مراقبہ میں جمعیت نصیب ہو گی ـــ دوسری عبادات میں بھی اتنی ہی جمعیت حاصل ہو گی۔ تجربہ بتلاتا ہے کہ مراقبات کے بغیر جمعیت کی دولت نہیں ملتی ـــ!

۹ فروری ۱۹۶۸ء

ظاہری علوم اسباب ظاہری سے آتے ہیں اور باطنی علوم اسباب باطنی سے ہمارا دین ـــ باطنی دین ہے ـــ سارا دین باطن کے ذریعہ آیا ـــ یعنی پورا قرآن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کے ذریعہ دنیا میں آیا ـــ ارشاد ہے ـــ!

نَزَّلَه عَلٰی قَلْبِكَ	اس نے تھام تھام کر قرآن کو اتارا تیرے
لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ	دل پر تاکہ تو ہو ڈرانے والوں سے۔
بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ	صاف عربی زبان میں۔

قرآن پاک کے علاوہ تورات، انجیل وغیرہ کو ظاہری طور پر الواح کی شکل

میں اتار اگیا —— مگر جس کی بنیاد اوپر ہو وہ دیرپا نہیں ہوتی اور جس کی بنیاد باطن میں ہو وہ پائیدار اور مضبوط ہوگی —— تورات وہ انجیل کی تحریف اور قرآن حکیم کے محفوظ رہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے ——

علماء کرام — شریعت یعنی ظاہر قرآن کی حفاظت کے لئے جدوجہد فرماتے رہے اور اس کے لئے درس وتدریس تالیف وتصنیف کو ذریعہ بنایا۔ مشائخ کرام طریقت یعنی باطن قرآن یعنی احسان واخلاص کی کیفیات کے لئے اپنی جانیں کھپاتے رہے —— اور اس کے لئے مراقبات ہمت وتوجہ کے وسائل اختیار کئے ——

کسی دیوے میں تیل بتی وغیرہ سب کچھ موجود ہو مگر اس میں آگ لگانے۔ روشن کرنے والا کوئی نہ ہو تو ایسا دیوا سو سال بھی پڑا ہے تو روشن نہ ہوگا —— اسی طرح کسی میں اسباب ولایت خواہ سارے جمع ہو جائیں اور کوئی صاحب دولت اپنی نسبت وہمت کے ساتھ اسے نہ نوازے، یہ شخص کبھی منور نہ ہوگا یعنی اس کے رذایل دور نہ ہوں گے ——

بڑا سوداگر وہ ہے جو اپنی دکان میں وہ مال رکھے جس کا خریدار بادشاہ ہو اور اپنے مال کو دکان میں نہ رکھے جو بادشاہ کی نگاہ میں بے وقعت اور باعث نفرت ہو ——

اسی طرح دل ہماری دکان ہے جس کا مال تقویٰ۔ اخلاص۔ خشیہ۔ عجز ونیاز مندی ہے اور ان سب کا خریدار اللہ رب العالمین ہے۔ پس اپنے دل کی

دکان کو اس مال سے سجاؤ جس کا خریدار اللہ تعالیٰ ہو اور اس مال کو نہ رہنے دو جس کو خدا تعالیٰ کو نفرت ہے مثلاً حب دنیا تکبر حرص وغیرہ سے اپنے دلوں کو پاک رکھو ــــــ

افسوس تم اپنی دکانوں میں مال بھرتے وقت یہ دیکھتے ہو کہ میری دکان میں ہر قسم کا میل ہو تا کہ کوئی میری دکان سے خالی نہ جائے۔ خریدار کی مانگ پوری کرنے کی دھن میں دن رات ایک کئے ہوئے ہیں مگر بادشاہ حقیقی کی مانگ پورا کرنے کی چنداں فکر نہیں ہے کہ اپنے دل کی دکان کو اس کی مطلوبہ چیزوں سے آراستہ کریں ــــــ

---

۱۱ فروری ۱۹۶۸ء

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عالم کثرت میں لا ڈالا ــــ کہ جب تک آدمی اس عالم سے نہ نکلے گا ــــ عالم توحید میں نہ پہنچے گا ــــــ

عالم کثرت سے نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ اس عالم کی ہر چیز سے ہمارا تعلق عالم توحید کے حکموں پر آجائے ــــــ

اس کو اس طرح سمجھو کہ بیوی کے لیے اسکے عزیز و اقارب عالم کثرت ہیں اور جب اس کا نکاح کسی مرد کے ساتھ ہو جاتا ہے تو اب اس کا مردِ عالم توحید کی مثال ہے۔ اگر اس کا ذن و شوئی کا تعلق اب صرف اس کے مرد کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے۔ اور باقی تعلقات ماں باپ بھائی بھتیجوں سے بدستور قائم رہتے ہیں۔ یعنی نکاح کے بعد قرابت کے تعلقات ختم نہیں ہو جاتے ــــ یہی حال آدمی کا خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے ــــ اللہ کی طرف سے ایجاب ہے ــــ اور بندہ کی طرف سے قبول ہے ــــ اور خدا کے پیغمبر درمیان

ہیں وکیل ہیں۔ اور لا الٰہ الا اللہ کا اقرار اس عقد کا قبول ہے ——— یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے بعد بندہ کو عالم کثرت سے نکال کر عالم توحید کے ساتھ جوڑا گیا ہے ——— تاکہ اس عالم کی ہر چیز عالم توحید کے اشاروں پر ہونے لگی اور اس کے پیش نظر صرف ایک ہی ذات ہو ———

پس ہم جس طرح جسمانی لحاظ سے جب تک گھر، بازار اور دفتر کو نہ چھوڑیں گے مسجد میں نہ پہنچیں گے ———

باطنی پیغام: کچھ چیزیں تو حواسِ ظاہری آنکھ کان وغیرہ سے معلوم اور مدرک ہوتی ہیں اور کچھ چیزیں باطنی حواس سے مدرک ہوتی ہیں مثلاً: بھوک، پیاس، درد وغیرہ کا احساس حواس باطنی سے ہوتا اور بے تکلف ہم ان کا یقین کر لیتے ہیں اور محض بتلانے والے کے کہنے پر ان کا ادراک کر کے درد والے کو دوا دیتے ہیں بھوک والے کو غذا اور پیاس والے کو پانی دیا جاتا ہے پھر انبیاء علیہم السلام اگر اپنے باطنی حواس سے ہمیں کچھ بتلائیں تو ہم ان کا یقین کیوں نہیں کرتے حالاں کہ اہل دنیا اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ حضرات اپنی زبان سے کبھی جھوٹ نہیں بولتے ———

---

۱۲ فروری ۱۹۶۸ء

غیر آباد اراضی: بنجر زمین کی آبادی کے لئے زمین کو کسی ایسے آدمی کے حوالے کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو زمین کی آبادی کا تجربہ رکھتا ہو۔ اب یہ شخص تخم ریزی کر کے کھیتی کا رابطہ پانی سے قائم کرتا ہے۔ پھر فصل کی نگرانی کرتا ہے ———

اگر زمین کسی کے حوالہ نہ کی جائے تب بھی بنجر رہے گی۔ اور اگر کھیت کا رابطہ پانی کے ساتھ قائم نہ کیا جائے گا تب بھی بار آور نہ ہو گی۔ اور اگر فصل کی حفاظت دیکھ بھال نہ کی جائے گی تب بھی فصل محفوظ نہ رہے گی اور محنت برباد ہو گی ——

اسی طرح ہمارے دل بھی زمین کی مانند ہیں اگر ان کو کسی قلب کار صاحب سلسلہ شیخ کے حوالہ کرو گے —— تو شیخ بنجر قلوب کو ادل آباد کریگا یعنی قابلِ کاشت بنائے گا —— پھر تخم ریزی یعنی تلقین ذکر کے بعد ان قلوب کا رابطہ مشائخ سلسلہ کے ساتھ جو مانند نہروں کے ہیں قائم کرے گا —— پھر ان کی نگرانی کرے گا —— پھر یہ سرسبز و شاداب —— اور بار آور ہوں گے —— اور جس شیخ کا سلسلہ صحیح نہ ہو گا —— وہ ان قلوب میں فیضیانِ الٰہی جو مانند پانی کے ہے —— کہاں سے لائے گا ——؟

اور جب وہ مریدین کی نگرانی نہ کرے گا تو . . . ذکر کے انوار و اثمار کیسے محفوظ رہیں گے کیوں کہ نفس و شیطان انکے برباد کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں ——!

۱۳؍ فروری ۱۹۶۸ء

صاحب سلسلہ شیخ وہ شیخ ہے جو طریقت میں محققین سلسلہ کی پیروی کر کے حقیقتہً ان حضرات کے نقش قدم پر چلتا ہو اور اپنے مشائخ طریقت کے ساتھ احداثؔ نہ کیا ہو یعنی بدعات میں مبتلا نہ ہو گیا ہو —— کیوں کہ طریقت میں

ؔ "احداث" نئی بات نکالنا۔

احداث طریقت کا ارتداد ہے اور جس طرح شریعت میں مرتد مسلمان کا وارث مال نہیں ہوسکتا اسی طرح مرتد عن طریق الشیخ مشائخ کے فیوض و برکات کا وارث نہیں ہوسکتا۔ حضرت حاکمؒ اپنی مستدرک میں حضرت اسامہؓ سے روایت لائے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ــــــ

لا یتوارث اھل ملّتین ولا یرث مسلم کافرًا ولا کافر مسلمًا۔

دو ملّت والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔ اور مسلمان کافر کا وارث نہ ہوگا۔ اسی طرح کافر مسلمان کا وارث نہ ہوگا ــــــ

اور عمرو بن شعیب عن جدہ کے طریقہ پر بروایت مسند اور سنن میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ــــــ

لا یتوارث اھل ملتین شتی وقال الترمذی حسن صحیح ابن کثیر صفحہ ۳۳۰

دو جدا جدا ملّتِ دین رکھنے والے آپس میں وارث نہ ہوں گے ــــــ

حضرات مشائخ کا فرمان ہے روحانی فیض کے لئے مرید اور شیخ کے درمیان اتحاد مسلک شرط ہے ــــــ پس اگر مرید مبتدع ہو اور شیخ متبع سنت ہو ایسا مرید شیخ کے فیوض و برکات سے مستفیض نہ ہوگا ــــــ

دنیاوی فنون میں ایک دوسرے سے بڑھ کر اہل کمال ہوتے رہیں گے مگر کمالاتِ انسانی یعنی فن روحانیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا باکمال اُستاد نہ ہوا ہے اور نہ کوئی ہوگا۔ اس لئے ساری دنیا کو عموماً اور کمالات انسانی کے طلباء درویشوں کو خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات حاصل کرنے کے لئے جانفشانی سے محنت کرنی چاہیئے ــــــ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات دو طرح کے ہیں : باطنی کمالات ظاہری کمالات —— پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باطنی کمالات سے تکمیل فرمائی گئی اور اس تکمیل کے بعد آپ کی زبان مبارک سے علوم ظاہری کے چشمے پھوٹ نکلے —— پس آپ کے علوم ظاہری کیا ہیں —— ؟ آپ کے باطن کی تکمیل کے ثمرات اسی وجہ سے اہل مکّہ نے قبل از نبوت آنحضرت صلعم کو الصادق —— والامین —— کی روحانی صفات سے پہچانا ۔ اور چونکہ صدق و امانت دونوں کمالاتِ روحانیہ سے تعلق رکھتے ہیں ——

حقیقی صادق اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی ہے پس جس میں جس درجہ کا —— صدق ہے اسی درجہ کا وہ مُتَخَلِّق بِخُلُقِ اللہ ہے ۔ اور —— امانت مخلوق کے کمالات میں سے ایک بہت بڑا کمال ہے ——

جیسے جبرائیل کی صفات ہیں دیگر صفات کے ساتھ صفتِ امانت کو بھی بطور خاص بیان کیا گیا ۔ قرآنِ پاک میں ہے ——

انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ — بے شک یہ قول ہے عزت والے فرشتے کا
عند ذی العرش مکین مطاع — جو عرش والے کے نزدیک بڑے مرتبے والا
ثمّ امین ○ — ہے اور جو مطاع پھر امین ہے ۔

اس لئے ہر نبی میں سب سے اوّل انہی دو صفات کو دیکھا جاتا ہے ایک یہ کہ اپنے قول میں بالکل سچا ہو — دوسرا خدا تعالیٰ کی دی ہوئی امانت کے ادا کرنے میں — امین (امانت دار ہو) یعنی امانات الٰہیہ کو بغیر کمی بیشی کے مخلوق کو پہنچائے ۔ کیوں کہ نبی خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ — ایلچی یعنی

یعنی پیغمبر و رسول ہوتا ہے ـــــ مگر بد قسمت لوگ ان دونوں صفات کا یقین کر لینے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے اور آپ کے اتباع کرنے سے محروم رہے ـــــ

---

۱۴ فروری ۱۹۶۹ء

انسان کی موت و حیات آئینہ ہے استغناء الٰہی کا یعنی جب یہ نہ تھا اس وقت بھی اللہ کے کاروبار چلتے تھے اور جب یہ وجود میں آیا تب بھی سلسلہ بدستور اور جب اس کی وفات ہو گئی اس وقت بھی اللہ کے کاروبار بدستور ہیں ـــــ خوب سمجھ لو ـــــ اگر حق تعالیٰ کا نظام تمہارے وجود کے ساتھ وابستہ اور اس کا کاروبار تم پر موقوف ہوتا تو اللہ کے نظام کی خاطر تمہیں بھی دوام نصیب ہوتا اور کبھی موت نہ آتی ـــــ

---

۱۶ فروری ۱۹۶۸ء

مال اللہ کی نعمت ہے جس کی حفاظت فرض ہے اور اضاعت حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ـــــ

ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین۔	مال میں اسراف نہ کرو یقیناً مال میں اسراف کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں

جان بھی ایک نعمت ہے جس کی حفاظت فرض ہے اور اضاعت حرام ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ـــــ

ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ خود کو تباہی و ہلاکت میں نہ ڈالو

اور اس کے بچانے کے لئے اضطرار میں حرام کو حلال ٹھہرایا گیا۔ عزت بھی نعمت ہے اس کی حفاظت بھی لازم قرار دی گئی۔ مگر ان سب چیزوں کو دین وایمان کی حفاظت کی خاطر قربان کرنے کا حکم دیا گیا ـــ مال کو دین کے لئے قربان کرنے جان کو دین کے لئے اور عزت کو دین کی عزت کے لئے قربان کرنا دین والوں کا ہمیشہ سے دستور رہا ہے ـــ معلوم ہوا کہ نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت دین ہے انسان کی محتاجی اس کے مختلف ادوار سے ظاہر ہوتی ہے

نعمتِ دین ہے جس کے تحفظ کے لئے سب نعمتیں قربان کرائی گیئں۔ اس لئے جہاں تک ممکن دین کی قدر کرنا اور اس کی حفاظت کرنا ہر مسلمان کا کام ہے ـــــــ

دنیا مجمع الاضداد ہے اور دنیا کی ہر چیز اپنے مخالف کے ساتھ برسرِ پیکار ہے۔ غنا کا فقر سے مقابلہ ہے۔ صحت کا ـــ بیماری سے۔ رات کا ـــ دن سے۔ گرمی کا ـــ سردی سے۔ جوانی کا ـــ بڑھاپے سے۔ زندگی کا ـــ موت سے۔ اسی طرح انسانی بدن بھی ایک چھوٹا سا عالم ہے۔ اس میں روح اور نفس کا ایسا باہمی مقابلہ ہے جو مرتے دم تک جاری رہتا ہے۔ روح آدمی

کو جنت کی طرف کھینچتی ہے۔ اور نفس جہنم کی طرف ـــــ شیطان کو آدمی کا دشمن بتلایا گیا اور نفس کو اعدیٰ عدوّک مابین جنبیک دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن ٹھہرایا گیا۔ اور دشمن کی مدد کرنا اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارنا اور دوست کی مدد کرنا اپنی مدد کرنا ہے ـــــ اس لئے ہمیں حکم ہے کہ نفس کی مدد نہ کرو ـــــ بلکہ جہاں تک ہو سکے اس کی مخالفت کرو اور اس کے برعکس روح کی مدد کرو تاکہ روح تمہاری مدد سے نفس پر غالب آجائے اور تمہیں جنت میں لے جائے ـــــ

---

۲۴ فروری ۱۹۶۸ء

آدم کو بنایا ـــــ جنت میں بسایا ـــــ پھر معصیت کے بہانہ جنت سے نکالا محنتوں، الجھنوں، فکرات اور پریشانیوں کے گھر میں لا آباد کیا ـــــ حکمت اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو یہ فہمائش ہے کہ دیکھنا ـــــ ہماری نافرمانی کے باعث زندگی سے چین اور سکون چھین لیا جاتا ہے ـــــ

وما اصابك من حسنة فمن الله " اے من فضل الله "	اور جو بھلائی تجھے پہنچتی ہے سو وہ اللہ کے فضل و کرم سے پہنچتی ہے
وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم ويعفو عن كثير :1	اور جو تجھے کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہاری کرتوتوں سے پہنچتی ہے حالاں کہ اللہ تعالیٰ بہت سی تمہاری
اى بسبب معصيتكم اياه	خطائیں معاف کرتے رہتے ہیں۔

صورتِ مراقبہ ـــــ اور کیفیت مراقبہ اس طرح پر ہونی چاہیئے ـــــ

جیسے کوئی خطاکار گنہگار بندہ اپنے مالک کے سامنے ندامت و شرمندگی کے احساس کے ساتھ مالک کے عفو و کرم کا طالب بن کر عجز و نیاز کی حالت میں گردن جھکا کر سَر تا پا سوال بن گیا ہو اور اپنی زبانِ حال سے اپنی خطاؤں کی بخشش اور ان کے عفو و کرم کا سوال کرتا ہو —— جو بات حال میں ہے وہ قال میں کہاں —— ؟

۲۶/۲۷ فروری ۱۹۶۸ء

میرے وجود سے تو درخت کا وجود اچھا —— جو اپنے وجود سے خلقِ خدا کو فائدہ پہنچاتا ہے کبھی سایہ سے کبھی ہوا سے کبھی پتوں، پھلوں اور پھولوں سے کٹ جائے تو اپنی لکڑی سے، جلانے میں کام آئے یا تعمیر میں

یکم مارچ ۱۹۶۸ء

بھائیو —— ! اللہ تعالیٰ نے یہاں کی محنت پر وہاں کی راحت رکھی ہے اور یہاں کی عیش پر وہاں کی —— زحمت رکھی ہے —— ع

جائے شادی نیست دنیا غم بخور

جن لوگوں نے آخرت کا غم اپنے سر پر سوار کر لیا۔ قیامت کے دن یہی لوگ زمرہ لا یحزنون میں شامل ہوں گے اور جو بھی دنیا سے آخرت کا غم لے کر جائے گا وہ دوسرا غم نہ دیکھے گا ——

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائم الحزن رہنے کی ایک وجہ یہ بھی سمجھ میں آتی ہے ——

---

۲ مارچ ۱۹۶۸ء

ظاہر کی بیماریوں کی تکالیف دکھ درد، یہاں بھی عالم ظاہر میں محسوس ہوتا ہے اور باطن کی بیماریوں مثلاً — تکبر — بخل — چغل خوری کا دکھ، عالم باطن — یعنی آخرت میں محسوس کریں گے —

جنت کی محرومی سب سے بڑا دکھ ہے اور حضرت طبیبِ قلوب صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیثوں میں ہے۔ جس میں ذرہ کی برابر تکبر ہو گا جنت میں نہ جائے گا۔ چغل خور جنت میں نہ جائے گا — بخیل اور اترانے والا جنت میں نہ جائے گا —

پھر ظاہر کی بہت سی بیماریاں ایسی بھی ہیں اگر ان سے موت واقع ہو جائے تو جنت میں جائے گا۔ اور باطن کی ہر بیماری جہنم میں لے جانے والی ہے۔ پھر کتنے افسوس کی بات ہے کہ ظاہر کی بیماریوں کے علاج کے لئے تو طبیبوں کے یہاں بھیڑ لگی ہوئی ہے اور باطنی بیماریوں کے علاج کے لیے روحانی طبیب۔ مشائخ کے مطب سنسان ہیں۔ حالاں کہ باطن کی بیماری ظاہر کی بیماری سے زیادہ خطرناک ہے اور قابل توجہ ہے — — —

تو کان کا کچا ہے تو بہرا ہو جا — بیدین ہے اگر آنکھ تو اندھا ہو جا
گالی غیرت دروغ گوئی کب تک — امجدؔ کیوں بولتا ہے گونگا ہو جا

---

۴ ذی الحجہ یوم دوشنبہ

ذکر کے معنی یاد اور دھیان کے ہیں۔ اور غفلت کے معنی بے دھیانی اور بھول کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے غافل اور بے دھیان ہونا بھی معصیت و گناہ ہے۔ پس اگر انسان کا کوئی اور گناہ نہ بھی ہو تو اس کی غفلت و بے دھیانی

بھی تو گناہ ہے — لہٰذا ہمہ وقتی گناہ یعنی غفلت و بے دھیانی کی تلافی کے لئے ہمہ وقتی استغفار چاہیئے —

کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے معنی لا مطلوب الا اللہ یعنی مرید کا مطلوب اللہ کے سوائے کوئی نہ ہو۔ بس وہی مقصود ہو اور وہی مطلوب ہو —

محمد رسول اللہ — یعنی جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود و مطلوب اللہ کے سوائے کوئی نہ رہا۔ اسی طرح تم بھی اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اللہ کے مرید بننے کی کوشش کرو کہ اس کے سوا نہ تمہارا کوئی مقصود ہو اور نہ کوئی مطلوب —

---

۲۰ ذی الحجہ ۸۶ھ

آمدِ فیض — شیخ سے فیض آنے کے دو راستے ہیں — ایک صحبت مع رابطہ قلب[*] (دوم) رابطہ محض — پس جس قدر بھی مرید کو اپنے شیخ کی صحبت معہ المحبتہ ہو گی۔ اسی قدر وہ شیخ سے فیض یاب ہو گا۔ اسی طرح رابطہ محض جس قدر ہو گا مرید اسی قدر فیض حاصل کرے گا۔ البتہ صحبت کو رابطہ محض پر شرف حاصل ہے —

صحبت مع الرابطہ — حضرت ابو بکر صدیق اور دیگر صحابہ کرام اسی راستہ سے فیض یاب ہوئے۔ اور رابطہ محض یعنی محبت قلبی کی راہ سے حضرت اویس قرنی

"*" رابطۂ قلب سے مراد دل کا لگاؤ یعنی محبت ہے۔ جو مرید کو اپنے شیخ سے ہو۔

فیض یاب ہوئے اور کمال رابطہ ان کی کمال ولایت کا ذریعہ بنا —— یہی حال مرید اور شیخ کا ہے۔ کیوں کہ مرید قائم مقام صحابہ کے ہے اور شیخ قائم مقام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے ——

الشیخ فی قومہٖ کالنبی فی اُمّتہٖ

---

۲۳ ذی الحجہ مطابق مارچ ۱۹۶۸ء

ہم اپنی حاجات اس اللہ سے مانگتے ہیں جو ان کو ہم سے زیادہ جانتا اور ہم سے بہتر سمجھتا ہے —— اور ہم پر ہم سے زیادہ ایسا مہربان ہے جس کو ہماری حاجت براری کا ہم سے زیادہ فکر ہے —— پھر اس سے دعا مانگنے کا اس کے سوا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ کہ بندہ اپنے عجز و محتاجی کا اس کے سامنے اظہار کرے —— ؎

کارساز ما بفکر کار ما　　　فکر ما در کار ما آزار ما

کارساز خود ہمارے کاموں کی فکر میں ہے۔ پس اپنے کاموں میں ہمارا متفکر رہنا مفت کی سر دردی ہے —— ؎

ہر ذرہ پر فضلِ کبریا ہوتا ہے　　　ایک چشم زدن میں کیا سے کیا ہوتا ہے

---

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ

ہم ان کے شکر سے عاجز ہیں کیوں کہ ان کی عنایات ہمارے وجود سے بھی پہلے شروع ہو چکی ہیں اور اسی وقت سے ان میں تسلسل ہے۔ ہمہ وقتی نعمتوں اور ان کی پیہم کرم نوازیوں کے مقابلہ میں بندہ مجبور ہے کیا کر سکتا ہے دن میں یہ اپنے

دھندوں میں مصروف ہے۔ رات کو آرام میں ہیں مگر ان کے لطف وکرم کی بارشیں ہم پر دن رات برس رہی ہیں ——— !

قطب العالم حضرت مدنی دامت برکاتہم کا والا نامہ بدست حاجی محمد طفیل صاحب مدینہ منورہ سے آیا —— کئی روز سے آمد فیوض میں کمی تھی۔ اور قبض کا حال تھا —— حضرت والا کے مکتوب کے مطالعہ سے بحمد اللہ فیض کی راہ کھل گئی —— اور قبض کی کیفیت مبدّل بہ بسط ہوگئی ———

---

۳ محرم ۸۹ھ

طالبین مولیٰ کی نسبتیں مختلف ہوتی ہیں —— اگر کسی کو اس کی نسبت سے تربیت کرنے والا ماہر شیخ میسر ہوگیا تو یہ بہت جلد صاحب کمال اور صاحب نسبت ہوجائے گا۔ اور اگر مرید کی نسبت اور ہے اور شیخ کی نسبت دوسری ہے تو اس صورت میں اس شیخ کے ذریعہ کمال حاصل نہ کرسکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخ کرام کے بہت سے مریدین باوجود کوشش کے رہ جاتے ہیں اور واصل نہیں ہوتے مگر ان کو کسی وقت ان کی نسبت کے مطابق نسبت والا شیخ مل گیا تو اس شیخ کے سایہ میں یہ مرید بہت جلد صاحب کمال اور صاحبِ نسبت ہوجائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ جب باوجود کوشش اور طلب صادق کے کسی شیخ کی تربیت سے راہ نہ کھلے۔ اور قلب میں عشق وانوار کی کیفیت نہ آئے تو شیخ کی اجازت سے دوسرے شیخ کا دامن پکڑ لے اور اس حال میں شیخ کو بھی بے تکلف اجازت دے دینی چاہیئے کیوں کہ مقصود ذات الٰہی تک واصل بنانا ہے۔ اس سے نہ بنے تو کسی لائق کے حوالہ کرے ———

---

۷ رمحرم الحرام

یا اللہ —— تو تو میرا بنا | مگر افسوس کہ میں تیرا نہ بنا
بدلی چھائی ہوئی ہے برسات نہیں | تارے نکلے تو ہیں مگر رات نہیں
تو مجھ سے قریب تر میں تجھ سے نزدیک | کیا بات ہے ہم دونوں میں کہ بات نہیں
دونوں یکجا مگر ملاقات نہیں | باہم گفتگو نہیں بات نہیں
کچھ اس کا سبب بھی تو نے سمجھا امجدؔ | میں ہوں تیرے ساتھ تو میرے ساتھ نہیں

---

۱۰ رمحرم الحرام ۸۹ھ

عالم الغیب والشہادۃ —— کی وضاحت فرمائی گئی —— عالم غیب سے مراد یہ جہان ہے جس میں ہم آباد ہیں —— عالم الشہادۃ سے عالم آخرت —— مابعد الموت والا —— عالم یعنی برزخ جنت دوزخ وغیرہ ہیں۔ جہاں پہنچ کر اس جہان کی حقیقت اسی طرح کھل کر سامنے آئے گی جس طرح حضرات انبیاء علیہم السلام نے خبر دی —— اور جس طرح عقیدۃً ایک مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ اس کارخانہ میں جو کچھ ظہور میں آتا ہے وہ سب کچھ اسباب کے پردہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیّت سے ہو رہا ہے —— آخرت میں پہنچ کر ہم اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کریں گے —— کہ جو کچھ ہو رہا ہے بغیر اسباب و علل کے پردہ کے —— محض اللہ تعالیٰ قدرت کاملہ اور اس کی مشیّت فاضلہ سے ہو رہا ہے —— اس کے علاوہ دنیا میں ہر وہ چیز جو ہماری نگاہوں میں قیمتی بنی ہوئی تھی اور ہم اس کے قیمتی ہونے کے دھوکا میں مبتلا تھے —— عالم الشہادت میں اللہ تعالیٰ ان کو اس افراط سے عطا فرمائیں گے کہ ان کی بہتات سے طبیعت سیر ہو جائے گی —— چاندی سونا موتی جواہرات، مشک و زعفران جن کے پیچھے دنیا داروں نے اپنی عمریں گنوا دیں

جنت میں سب بے قیمت ہو جائیں گی۔

کہتے ہیں ——— ایک دفعہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت ابوہریرہ نے عرض کیا ——— جنت کس چیز سے بنی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا ایک اینٹ چاندی کی ایک اینٹ سونے کی۔ اس کا گارا مشک اعلیٰ قسم کی خوشبودار اس کی کنکریں موتیوں کی اور یاقوت کی۔ اس کی مٹی زعفران ہے "ھ"۔ یعنی ایسا خوب صورت رنگین محل ہے جس میں موتیوں کی سفیدی، یاقوت کی سرخی اور زعفران کی زردی ہوگی۔ اور اس کے ہرے ہرے درختوں کی سبزی اس میں عجیب بہار پیدا کرتی ہوگی۔ پھر حضور نے فرمایا ——— جو اس میں داخل ہوگا۔ ہمیشہ دولت مند رہے گا۔ کبھی محتاج نہ ہوگا۔ ساری عمر زندہ رہے گا۔ کبھی موت نہ آئے گی۔ جنت والوں کے کپڑے پرانے اور کہنہ نہ ہوں گے۔ اور ان کی جوانی کبھی فنا نہ ہوگی "م"

حضرت عبداللہ بن قیس فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں دو جنتیں چاندی کی ہیں کہ ان کے برتن اور ان میں جس قدر سامان ہوگا سب چاندی کا ہوگا۔ اور دو جنتیں سونے کی ہیں جن کے برتن اور کل ساز و سامان سونے کے ہوں گے۔ اور آنحضرت نے یہ بھی فرمایا کہ جنت میں ایک خیمہ ہے جیسے ایک پولے موتی سے بنایا گیا ہے جس کا چوڑان ۶۰ میل کا ہوگا۔ اور اس خیمہ کی ہر کھونٹ میں اس کے گھر والے آباد ہوں گے جو آپس میں ایک دوسرے کو نہ دیکھ پائیں گے۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے جو جماعت جنت میں داخل ہوگی ان کی صورت ایسی نورانی ہوگی جیسے چودھویں رات کا چاند ہو۔ نہ یہ لوگ تھوکیں گے۔ نہ ناک صاف کریں گے، نہ پاخانہ کریں گے۔

"ھ" ترمذی صـ۳۶۲ "م" ترمذی شریف

جنت میں ان کے برتن سونے کے ہوں گے اور ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی۔ اور ان کے خوشبودان میں عود کی خوشبو ہوگی۔ اور ان کے پسینہ کی خوشبو مشک خالص کی طرح ہوگی۔ ہر ایک جنتی کے واسطے دو بیویاں ایسی حسین اور نازک ہوں گی جن کی پنڈلیوں کا گودہ گوشت کے اندر سے نظر آئے گا ان میں کوئی اختلاف نہ ہوگا۔ نہ ان کے دلوں میں بغض، غصہ، خفگی ہوگی بلکہ ان کے دل ایسے متحد ہوں گے جیسے ایک آدمی کا دل ہوتا ہے۔ سب کے سب صبح و شام سبحان اللہ سبحان اللہ کی تسبیح پڑھیں گے" (ص)

---

۱۲ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

رزق کی تنگی ——— و فراخی نہ میل پر ہے نہ مال پر۔ بلکہ اللہ کی "منال" یعنی اس کے دین پر موتوف ہے ان اللّٰہ یبسط الرّزق لمن یّشاءُ و یقدرُ

ہر چیز مسبب سبب سے مانگو	منت سے خوشامد سے ادب سے مانگو
کیوں غیر کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو	بندے ہو اگر رب کے تو رب سے مانگو

---

۱۵ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس فقیر کو ناپسند فرماتے ہیں جو فقیر ہو کر دنیا کی خاطر امراء و حکام اور دولت مندوں کے دروازوں پر جائے اور اس حاکم کو پسند فرماتے ہیں جو امیر ہو کر دین کی خاطر فقیر کے در پر جائے ———

"ص" ترمذی شریف ص۳۶۳۔ د قال ھٰذا حدیث صحیح"

۱۷ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

مرید کی پہلی منزل معرفت ہے دوسری منزل محبّت ہے تیسری منزل قربت یعنی قرب الٰہی ہے۔ عبادت زینہ ہے معرفت کا اور معرفت زینہ محبت کا اور محبت زینہ ہے قربت کا ——

---

۱۸ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

ہم اگر واقعی اس کے بندے ہوتے تو ان کے کام میں لگے رہتے مگر ہو یہ رہا ہے کہ ہم ان کے کام چھوڑ کر اپنے اپنے دھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہمارا تو یہ حال ہے کہ ہم اپنا ادنیٰ سا حق بھی ضائع نہیں ہونے دیتے۔ اور اس کے حصول و تحفظ کی خاطر جان، مال، عزت اور آبرو سب کچھ قربان کر دیتے ہیں مگر اس کے مقابلہ میں اللہ کے کتنے حقوق ہیں جن کو ضائع ہوتے ہم دیکھتے ہیں اور ہمیں ان کا احساس تک نہیں ——

---

۲۰ محرم ۱۳۸۹ھ

اللہ تعالےٰ کتنے کریم ہیں کہ انہوں نے دعا کو بھی عبادت قرار دے دیا۔ حالاں کہ یہ تو خالص ہماری حاجات و ضروریات کی طلب کا معاملہ تھا ——

---

۲۳ محرم ۱۳۸۹ھ

کیا حال ہو گا اس آدمی کا جس کو بتلا دیا جائے کہ پودے لگاتا رہ جن کے پھل نہ کھا سکے گا اور مکان بناتا رہ جس میں رہ نہ سکے گا۔ میرے اللہ کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ بندہ تو ہمارا ہو اور اس کا نفع نقصان کسی دوسرے کے اختیار

ہیں ہو ———

اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ

اگر اللہ تعالیٰ مجھے مصیبت دیں تو کوئی نہیں جو اسے دور کر دے اور اگر تجھے بھلائی پہنچانے کا ارادہ فرمائیں کوئی نہیں جو اس کے فضل و کرم کو رد کر دے ...

ہر شخص اپنے پیارے کے پاس جاتا ہے پس جن کا اللہ تعالیٰ سے پیار ہوتا ہے وہ اس کے پاس کبھی ذکر کے بہانہ جاتے ہیں "س" کبھی نماز کے کبھی حجرہ میں آتے ہیں کبھی مسجد میں "ص" ——— ہ

آتا ہوں بار بار بہانے نکال کر　　　بھرتا نہیں ہے جی تمہیں سو بار دیکھ کر

---

۲۲ اپریل ۱۹۶۹ء

جو ہر حال میں فانی ہو اس کے اترانے اور گھمنڈ کرنے پر تعجب ہے پھول جو تھوڑی دیر بعد کملا جائے ——— اس عارضی بہار پر آخر اسے رونا چاہیے یا اترانا ———؟

۶ صفر ۱۳۸۹ھ

ہمارا نظام جسم ——— ظاہر و باطن سے مرکب ہے ——— یعنی جسم کے ظاہری

"س" حدیث ہے اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ :- میں ہم نشین ہوں اس کا جو مجھے یاد کرے۔ "ص" حدیث میں ہے المساجد بیوت اللہ فی الارض من زارہ فی بیتہ فعلی اللہ اکرامہ مسجد زمین میں اللہ کے گھر ہیں اور جو کوئی اس کے گھر میں جا کر اس کی زیارت کرے گا اس کی عزت و اکرام کرنا ——— اللہ کے ذمہ ہے۔

قویٰ کو باطنی قوتیں کام میں لگائے ہوئے ہیں۔ اور ظاہر کی ساری تدبیریں باطن یعنی اندر سے ہو رہی ہیں۔ اعضائے ظاہر بھی آنکھ، کان، زبان، ہاتھ پاؤں وغیرہ ان سب کا تدبیری نظام اندر سے وابستہ ہے — اگر قلب حیوانی اور اس کے خادم معدہ۔ جگر، گردے وغیرہ تدبیر کرنا بند کر دیں۔ نیز اگر ان میں روح حیوانی کا نفوذ و فیضان نہ رہے تو یہ سب اعضاء معطل ہو کر رہ جائیں گے۔ اسی طرح اس ظاہری عالم کا نظام بھی باطنی یعنی خدائی تدابیر پر موقوف ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے —

یدبر الامر من السمٰء
الی الارض۔

اور یہ تدابیر فرشتوں کے ذریعہ ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہی ارشاد ہے —

والنازعات غرقا والناشطات نشطا والسابحات سبحا فالسابقات سبقا فالمدبرات امرا	قسم ہے ان فرشتوں کی جو کافروں کی جان سختی سے نکالتے ہیں اور مسلمانوں کی جان آسانی سے اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں اور پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں پھر ہر کام کی تدبیر کرتے ہیں۔

یہ راہ مٹنے مٹانے کی راہ ہے جب تک نہ مٹو گے کچھ نہ بنو گے۔ لکھی لوح پر کیا لکھا جائے۔ اگر کچھ لکھنا لکھانا چاہتے ہو تو پہلی لکھت کو صاف کرو۔ پھر جو چاہو گے لکھ لکھا لو گے۔ یہی حال لوح دل کا ہے کہ دل کی تختی میں مخلوق اور اس کی چاہت منقش و مرتسم ہے۔ پھر ایسے دل میں محبت اور تجلیات کیسے آئیں۔ لہٰذا اوّل لوح دل کو نقوش غیر سے صاف کرو اور اس کی تختی کو خود نہیں دھو سکتے تو

کسی سے دھلالو ـــــ اوّل فنا یعنی مٹانا ہوگا پھر اس میں باقی کی صفت بقا آئے گی۔ تم فانی ہو پوری طرح مٹ کر دکھاؤ تو باقی کے کمالات پھر تم میں آئیں گے ؎

تا بجاروب لا نروبی راہ ـــ نہ رسی در سرائے الا اللہ

جب تک لا۔ کی جھاڑو کے ساتھ صاف نہ کرو گے الا اللہ کی سرائے میں نہ پہنچو گے ـــــ

یہاں ایک چیز مٹ رہی ہے دوسری چیز آرہی ہے۔ دن جائے تو رات آئے۔ سردی جائے تو گرمی آئے۔ تاریکی جائے تو اجالا آئے۔ اسی طرح انسان کی بشریت مٹے گی تو ملکیت آئے گی۔ نفسانیت مٹے گی تو روحانیت آئے گی۔ تکلیف اٹھاؤ گے تو راحت پاؤ گے ـــــ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ـــــ

ان فی اختلاف الیل والنھار لاٰیات لاولی الالباب ـــ رات دن کے آگے پیچھے آنے میں اہل عقل کے لئے زبردست نشانیاں ہیں۔

---

۱۶ صفر ۱۳۸۹ھ

الٰہی آپ تو کائنات کے ذرہ ذرہ پر قادر ہیں مگر مجھے اپنے وجود پر ذرہ بھر بھی قدرت نہیں مَیں سرتاپا احتیاج یعنی فقیر ہوں اور آپ اوّل سے آخر تک غنی اور صاحبِ اختیار ہیں ـــــ

ولا یملکون لانفسھم نفعًا ولا ضرًا ولا یملکون موتًا ولا حیاتًا ولا نشورًا ـــ اور اللہ غنی ہے اور تم سب محتاج اور فقیر ہو۔ اور لوگ نہ تو اپنے نفع کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ تکلیف کا نہ موت کا۔ نہ حیات کا اور نہ مرنے کے بعد جی اٹھنے کا ـــــ

---

۲۱ صفر ۱۳۸۹ھ

اہل اللہ اللہ کی محبت کی وجہ سے دنیا سے نفرت کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ مخلوق کو اللہ سے توڑا دیتی ہے۔ جس طرح کسی کی شادی شدہ بیٹی کے خاوند پر کوئی اور عورت ڈورے ڈال کر اس کی بیٹی سے اس کے خاوند کو توڑا دے تو بیٹی کی محبت اس کو مجبور کرتی ہے کہ اس عورت سے نفرت کرے جو اس کی بیٹی اور داماد کے درمیان جدائی ڈلواتی ہے ——

ظلمت و تاریکی سے بصارت "ہ" —— کو وحشت ہوتی ہے اور بیکار رہتی ہے جس کی روشنی کی خاطر بے بہا روپیہ صرف ہو رہا ہے۔ اسی طرح باطنی تاریکی سے بصیرت "ط" کو وحشت ہوتی ہے اور باطنی اجالے کے لئے اہل دل اپنی ہر چیز کو قربان کر دیتے ہیں۔ زر و جواہر ہوں آرام و راحت۔ حتیٰ کہ بادشاہت بھی قربان کر دیتے ہیں ——

۲۱ صفر ۱۳۸۹ھ

اگر اللہ تعالیٰ مخلوق کو توالد و تناسل کے ذریعہ پیدا نہ فرماتے بلکہ محض اپنی قدرت سے بچہ پیدا کر کے پرورش کے لئے مخلوق کے حوالہ کر دیتے تو کوئی اللہ کا بندہ ہوتا جو خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں بچوں کو پالتا۔ جب ہم سے خدا تعالیٰ کے دوسرے آسان سے آسان حکموں کی تعمیل نہیں ہو سکتی اس حکم کا بھی یہ ہی حال ہوتا اور اس صورت میں اللہ کی مخلوق رُل جاتی ——

۲۶ مئی ۱۹۶۹ء

اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ خاص پر مہربان ہوتے ہیں تو کسی اللہ والے کو خود بخود اس کے پاس لے آتے ہیں جس طرح بارانِ رحمت برسانے کے لئے اپنا ابر کرم خود بخود آبادیوں پر بھیجتے ہیں اسی طرح روحانی بارش کے ابر و کرم یعنی کسی صاحبِ نسبت کو دلوں کی بستیوں کو آباد و سیراب کرنے کے لئے خود بخود متوجہ فرما دیتے ہیں —— آگے ہر کسی کی قسمت اور محنت ہے کہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھائے یا نہ اٹھائے ——

"ہ" بصارت آنکھ کی بینائی۔ "ط" بصیرت دل کی بینائی۔

وکیلوں، حکیموں، ڈاکٹروں پر تو ہمارا اعتماد ہے۔ حالانکہ روزمرہ کا ہمارا مشاہدہ ہے، حکیم ڈاکٹر کے نہ سارے مریض تندرست ہوتے ہیں۔ اور نہ وکیل کے سارے موکل مقدمہ میں کامیاب ہوتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ خدا تعالیٰ کی وکالت وطبابت پر ہمیں اعتماد نہیں جس کی وکالت وطبابت ہر خطرہ سے پاک ہے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا "ص"

۲۸ مئی ۱۹۶۸ء

مسئلہ کی بات ہے جب تک کنوئیں سے نجاست نہ نکالو گے پانی کے ڈول نکالنے سے کنواں پاک نہ ہوگا۔ اسی طرح ہمارے دلوں میں بھی بیشمار نجس بت پڑے ہوئے ہیں جب تک باطن سے ان بتوں کو نہ نکالے گا باطن میں توحید کے جلوے اور اس کے آثار وانوار نہ آئیں گے۔ ان بیشمار بتوں میں سے ایک بت یہ بھی ہے کہ حضرات علماء کرام یا مبلغین و مصلحین کو دوسروں کی اصلاح کی فکر تو ہے مگر اپنی اصلاح احوال کا کوئی فکر نہیں۔ گو یا کہ دوسروں کے نقائص تو نظر آتے ہیں مگر اپنے نقائص سے آنکھیں بند ہیں۔ حالانکہ دنیاوی وسائل مال ومتاع میں ہمیں پہلے اپنی فکر ہے اوروں کی اگر فکر ہوتی ہے تو اس کو ثانوی درجہ پر رکھتے ہیں خود کہتے ہیں اوّل خویش بعد درویش۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کے نزدیک دنیا آخرت سے زیادہ اہم ہے جبھی تو اپنی فکر دنیا دوسروں کی فکر پر مقدم اور دوسروں کی فکر عقبیٰ اپنی فکر عقبیٰ پر مقدم سمجھتے ہیں۔ رہ گئے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے جانشین اولیاء کرام کی فکر تو اسے سارے جہان کے عقلاء جانتے ہیں کہ ان حضرات نے اپنی تکمیل فرما کر دوسروں کی فکر فرمائی۔ اور ان کی تکمیل کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف سے ان حضرات کو یہ منصب عطا ہوا۔ یا ایھا الرسول بلّغ ما انزل الیک من ربک وانذر عشیرتک الاقربین = اور اپنے مشائخ کی طرف سے اس کے مامور ہوتے ہیں کیونکہ اپنی تکمیل کے بعد دوسری کے نقائص کی فکر نہ کرنا خیانت ہے ایسے ہی اپنی تکمیل سے پہلے دوسروں کی ہی فکر میں لگے رہنا اپنے نفس کے ساتھ خیانت ہے ـــــ جو حضرات علماء کرام، واعظین، مبلغین، تبلیغی واصلاحی خدمات انجام دے رہے ہیں بالخصوص اس خرابی میں مبتلا ہیں۔ ان کو چاہئے کہ کسی صاحب دولت کے زیر سایہ زندگی گذاریں

"ص" ترجمہ "مشرق اور مغرب کا رب ہے نہیں ہے اسکے سوا کاموں کا بنانے والا کوئی پس اسی کو وکیل بنا ؤ۔

اور اپنی باگ دوڑ کسی اللہ والے کے ہاتھ میں دے کر اپنی اصلاح کرائیں، اپنے نقائص دور کرائیں، اور اپنے اندرونی روگ کا علاج کرائیں۔ یہ میری آپ بیتی حالت ہے جس کا برس ہا برس گذر جانے کے بعد ایک صاحبِ نسبت شخصیت حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے فیضِ نظر کے صدقہ میں مجھے پتہ چلا

۲۱ مئی ۱۹۶۸ء

حصول مقاصد سے پہلے وسائل کو مقاصد بنانا پڑتا ہے اور حصول وسائل کے بعد انکو مقاصد بنائے رکھنا عقلمندی نہیں ہے۔ علمِ دین وسائل کا درجہ ہے عمل مقاصد ہیں، تحصیل علم کے بعد علم برائے علم ہی پر زندگی گذار دینا اور عمل کے میدان میں نہ آنا بے عقلی نہیں تو اور کیا ہے ——————؟

علم کے دوسرے معنیٰ محنت مشقت کے ہیں۔ آج محنت کروگے تو کل کی مشقت سے رہائی پاؤگے، محنت مشقت خلاف طبیعت ہے۔ آج طبیعت کے خلاف کروگے تو کل راحت یعنی خاطر خواہ زندگی گذاروگے۔ آج طبیعت کے موافق بے عملی و آرام طلبی کی زندگی گذاروگے تو کل خلاف طبع یعنی مشقت میں زندگی گذاروگے۔ جنت نام ہے موافق طبع زندگی گذارنے کا اور دوزخ نام ہے خلاف طبع زندگی گذارنے کا۔ عبادات وطاعات خداوندی میں مشغول رہنا محنت ہی محنت ہے اور ان کا صلہ راحت ہی راحت ہے ——————

۷ ربیع الاول ۸۹ھ —————— اس لائن کو اختیار کئے تقریباً ۳۰ × ۲ سال ہوگئے مگر ذکر کے وقت دل روتا ہے کہ ہائے آج تک کلمہ والا الیقین دل میں نہ اترا۔ کلمہ والا الیقین لا الٰہ الا اللہ یعنی لا فاعل فی الموجود الا اللہ۔ اس لئے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ سے کلمہ والا الیقین مانگتا ہوں وہی ہے دعاؤں کا قبول کرنے والا ——————

کائنات آسمان و زمین چاند و تارے، پہاڑ اور دریا اور ان کے علاوہ جو کچھ بھی مخلوق ہے سب کو اللہ تعالیٰ نے بنا دیا۔ مگر بنا کعبہ کا حکم حضرت ابراہیم کو ہوا —————— روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ نے جب تعمیر بیت اللہ کا ارادہ فرمایا۔ ان کی حدود اربعہ بتلانے کے لئے آسمان سے فرشتے بھیجے گئے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنا گھر نہیں بنا سکتے تھے۔ بصورت دیگر کیا فرشتوں سے نہیں بنوا سکتے تھے۔ راز اس میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساری خدائی تو ہم نے بنا دی مگر میرے گھر کے بنانے کا انسان مکلف ہے اور انسانوں میں بھی وہ انسان جو نورِ تقویٰ سے آراستہ ہو۔ آخر کار عرصہ کے بعد سیدنا ابراہیم کے بنائے ہوئے خانۂ خدا کو، ۳۶۰ بتوں کا بت خانہ بھی نا لائق انسانوں نے بنا ڈالا آخر کار اس بتخانہ کو خانہ خدا بنانے کیلئے ابراہیم کے بیٹے یعنی خدا تعالیٰ کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلعم کو مبعوث فرمایا گیا۔ حضور نے تشریف لاکر، ۳۶۰ بت خانہ کعبہ سے نکال پھینکے اور پھر اس کو ایسا خانہ خدا بنایا جو قیامت تک خانہ خدا ہی رہے گا۔ حکمت اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کرنے کے باوجود زمین کے کعبہ کو شیخ کامل کے ہاتھوں تعمیر کرا کر مخلوق کو یہ تاثر

"ہو" کائنات زمین و آسمان میں کوئی نہیں کچھ کرنے والا بجز اللہ تعالیٰ کے۔

دیا گیا کہ تمہارے وجود میں بھی ایک کعبہ ہے جس کو ہم نے بنایا اس کا نام تمہاری اصطلاح میں دل ہے تم سے بت خانہ نہ بنا دینا۔ بالفرض اپنی غفلت و کوتاہی سے اگر تم نے اپنے کعبۂ دل کو بت خانہ بنا دیا۔ تو اس کو کعبۃ اللہ بنانے کے لئے شیخ کامل۔ نبی یا ان کے خلفاء وارثین نبوت کے حوالہ کرنا ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسانی وجود میں ایک کعبہ اللہ نے بنایا ہے اس میں اگر ہم اللہ کے سوائے دوسری مخلوق کو رکھیں گے تو پھر یہ کعبہ کعبہ نہ رہے گا بلکہ بت خانہ بن جائیگا۔ اور اگر کسی خوش قسمت کا دل غیر اللہ سے پاک ہے اور اس میں صرف ذاتِ خداوندی کا دھیان ہے تو اس صورت میں یہ کعبہ کعبۂ ارض سے اونچا کعبہ ہے اور اس کا فیصلہ ہمیں کرنا ہے کہ ہمارا دل بت خانہ ہے یا کعبہ! اگر کعبہ ہے تو مبارک ہو اگر بت خانہ ہے تو حضور اکرم صلعم یا ان کے خلفاء مشائخ کرام کی ضرورت ہوگی کہ اپنے کعبۂ دل کو منہدم ہونے سے پہلے ان کی حوالہ کر دو تاکہ یہ حضرات بتوں سے پاک کر کے پھر اسے خانہ خداوندی بنا دیں ——

۲۱ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ —— صفاتِ الٰہیہ کچھ تو ایسی ہیں جن پر ہمارا پورا پورا یقین و اعتماد ہے مثلاً خدا کا خالق ہونا، اس کا باقی اور سدا رہنا وغیرہ۔ اور کچھ صفاتِ ایسی ہیں جن کا ہم زبان سے تو اظہار کرتے ہیں مگر دل میں ان کا پوری طرح یقین نہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا رازق ہونا، نفع نقصان کا صرف ان کے اختیار میں ہونے کا ہمیں اس طرح کا یقین نہیں ہے جس درجہ کا اسکے خالق و مالک ہونے اور معبود ہونے کا۔ بس یہی ہمارے ایمان کی کمزوری ہے اور ہمارے دلوں کی بیماری ہے جس کی اصلاح کی ہمیں فکر چاہیئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رزاقی پر ہمارا اس درجہ یقین بن جائے جس طرح اس کے خالق و مالک ہونے پر ہمیں یقین حاصل ہے لہٰذا اللہ کی تمام صفات یقین کی پختگی حاصل کرنے کے لئے سب کیلئے ضروری ہے کہ کسی صاحب یقین کے ہاتھوں میں اپنی زمام اختیار دیکر اس کی ہدایات پر دل و جان سے تعمیل کریں لیکن خود کو شیخ کے حوالہ اس طرح پر کرنا ہوگا جس طرح مردہ غسال کے ہاتھ میں ہو۔ تجربہ میں یہ بات آچکی ہے کہ اس طرح کرنے سے درجہ بدرجہ مرید کو اللہ کی ایک ایک صفت کا یقین حاصل ہوتا جائے گا اور آخر کار اس کا ایمان و یقین اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَائِہٖ وَصِفَاتِہٖ والا یقین بن جائیگا۔

۲۳ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ —— آدمی کی تمام تکالیف خواہ وہ دینی ہوں یا دنیاوی اس کی خواہشات کی وجہ سے پیش آتی ہیں۔ اگر یہ اپنی خواہشات ختم کرے اور اللہ کی مشیت و چاہت و ارادہ اس کو جینا آجائے تو سارے ٹنٹے ختم ہو جائیں اور جنت ہو جائے۔ دراصل مقام عبدیت یہی ہے۔ اور مقام عبدیت کی تکمیل کا نام مقام رضا ہے۔ جس قدر عبدیت میں کمال حاصل ہوگا ——

دراصل مقام عبدیت کی صوری تکمیل رضا بر قضا کے آئینہ میں نمودار ہوتی ہے ——

فقط والسلام۔ طالب دعا۔ مسکین محمد ادریس الانصاری۔ صادق آباد۔ مغربی پاکستان۔

فہرست

تالیفات

محمد ادریس انصاری

ادارۂ تبلیغ الاسلام صادق آباد

مغربی پاکستان

ذکر الغفور

تالیف :- محمد ادریس الانصاری

صفحات :- ۵۱۱ ہدیہ ۵۰-۶

دوسری بار عکسی طباعت کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ ذکر و فکر کے متعلق علاوہ ۱۱، آیاتِ قرآنی کے فضائل و برکاتِ ذکر کے بارے میں ۳۳- قرآنِ پاک اور اس کی مختلف سورتوں کے فوائد و فضائل کے بارے میں ۶۲-، درود شریف کی برکات و فیوضات کے سلسلہ میں ۶۲- استغفار کے ثمرات و انوارات کے سلسلہ میں ۱۷- دعاؤں کی تاثیرات و خصوصیات کے متعلق ۳۱، اور عملیات یعنی اللہ تعالیٰ کے نام و کلام کے ساتھ علاج کرنے کے بارے میں ۶-، یعنی کل ۲۶۵- احادیثِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر ایک دلچسپ تبصرہ ہے۔

ذکر الغفور کے خاص خاص مضامین مختصراً درج ذیل ہیں :-

ذکر اللہ کے فوائد۔ حضرت مع اللہ کا مطلب۔ ذکرِ حق جہاد سے افضل ہے۔ حقیقتِ ذکر اللہ۔ وساوس کا علاج۔ اہل اللہ کی مجلس، اللہ کی مجلس ہے۔ ذکرِ قلبی۔ صحبتِ اہل اللہ کی برکتیں۔ مقامِ تفرید۔ اعمال کی قیمت بقدرِ ذکرِ الٰہی ہے۔ جنت کا خزانہ۔ ذکرِ جہری اور اس کی حد بندی۔ آیتِ کریمہ۔ کلمہ طیبہ کلمہ تمجید۔ سبحان اللہ و بحمدہ کے فضائل و فوائد بیان کرکے فضائلِ قرآن مجید۔ اہلِ قرآن کی ذمہ داریاں۔ آخر زمانہ کے قاری صاحبان۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تھے۔ سورہ فاتحہ۔ سورۃ بقرہ سورۂ آل عمران، آیۃ الکرسی، آمن الرسول سے آخر سورہ بقرہ تک۔ سورۂ

کہف، سورۂ یٰسٓ، سورۃ الرحمٰن، سورۂ ملک، سورۂ اذا زلزلت، سورۂ اخلاص، معوّذتین کے فضائل اور ان کے پڑھنے کے طریقے۔ نیز قرآن پڑھ کر مُردوں کو ثواب پہونچانے کا طریقہ بھی نہایت مفصل بیان کیا گیا ہے۔ قرآن پڑھ کر لوگوں سے سوال کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث بیان کی گئیں۔ اس کے بعد فضائلِ استغفار کے سلسلہ میں جنتی بننے کا۔ آسان طریقہ۔ اہلِ قبور کے تئیں دل کا تحفہ۔ درود شریف کے خواص۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے بزرگوں کے بتائے ہوئے طریقے۔ حضورؐ کا ادب صحابہ کے یہاں۔ حضورؐ کا ادب ائمہ کے یہاں۔ درود و سلام کا طریقہ درود کے معنیٰ۔ طریقہ صلوٰۃ وسلام بر روضۂ خیر الانام، یعنی مدینہ منورہ جاکر روضۂ اقدس پر حاضری کے وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا طریقہ۔ دعائیں اور ان کی طاقتیں۔ حقیقتِ دعاء۔ کامیابی دعا میں ہے۔ دعا کی بدولت حضرت زکریاؑ کو اولاد ملی۔ دعا سے حضرت ایوبؑ کی بحالی ہوئی۔ قبولیتِ دعا اور اس کا راز۔ اسباب و وسائل صوفیاء کی نظر میں۔ مادی اسباب دھوکہ ہیں۔ حضورؐ کی دعائیں اور اُن کے اثرات۔ حضورؐ کی بددعائیں اور ان کے اثرات۔ اس کے علاوہ دوسرے قیمتی مضامین نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ ذکر الغفور کے پانچ سو صفحات پر پھیلائے گئے ہیں۔ طرزِ تحریر ایسا دلچسپ ہے کہ کتاب شروع کرکے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا کتابت نفیس اور طباعت اعلیٰ ہے۔

مرنے کے بعد کے لیے توشہ جمع کرنے، عبادات میں دل جمعی، نمازوں میں حلاوت اور قلوب میں رقت و نرمی جو ایک مومن کامل کی نشانی ہے ذکر الغفور کے دوامی مطالعہ کی خصوصی اثرات ہیں۔ نیز کتاب کے آخری حصہ میں دعائیں اور ان کی طاقتیں کچھ اس انداز سے لکھی گئی ہے کہ اس کے بار بار پڑھنے سے آپ کے دل میں مخلوق سے بے یقینی اور خالق تعالیٰ

کی ذات پر یقین جو حقیقی مسلمان کا شیوہ ہے بیدار ہوتا چلا جائے گا۔ جتنی مرتبہ اس مضمون کو پڑھیں گے اتنا ہی مخلوق سے یقین اٹھ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں سے ہر کام کے بننے کا یقین آپ کے دل میں بیٹھ جائے گا۔

اس کتاب کو خود بھی پڑھیں، بچوں کو پڑھائیں اور اگر ہو سکے تو احباب و دوستوں کی مجلس میں سُنانے کا معمول بنالیں تو بے حد فائدہ ہوگا۔

خاص خاص وظیفے نمازیں و دُعائیں!

تالیف:- محمد ادریس الانصاری
صفحات:- ۲۰۰ ہدیہ ۵۰-۳
کتابت عمدہ، طباعت عکسی —،
دیدہ زیب ہے!

تفسیر و حدیث پاک کی معتبر کتابوں سے تقریباً دو صد احادیث کا انتخاب کر کے ترجمہ و تشریح کے ساتھ اس کتاب میں معہ حوالہ کتب لکھ دی گئی ہیں۔ اس کتاب کے تین حصے بنائے گئے ہیں۔ پہلے حصہ میں دین و دنیا میں کام آنے والے خاص خاص وظیفے اور ان کے پڑھنے کے طریقے بیان کیے گئے ہیں۔ دوسرے حصہ میں گیارہ نمازیں اور ان کے فضائل اور پڑھنے کے طریقے بیان کیے گئے ہیں۔ تیسرے حصہ میں وہ خاص خاص دعائیں ہیں جن کے پڑھنے کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ اہل بیت اور امت کو تعلیم فرمائی ہے۔ نیز وہ دعائیں جو بطور خاص خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ ان کے ترجمے اور طریقے بیان کیے گئے ہیں۔ مختصر فہرست درج ذیل ہے:-

اعوذ باللہ، بسم اللہ کے فضائل	فضائل سید الاستغفار
بسم اللہ پڑھنے کے مواقع	” درود شریف
فضائل استغفار	” سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر و لاحول

ولاقوۃ الا باللہ۔
فضائل آیتِ کریمہ
" کلمۂ چہارم
گھر سے نکلنے کی دعا۔
فضائل اللھم انی عبدک
وابن عبدک الخ
بیمار پر دم کرنے کی دعا۔
دعا، نظرِ بد و آسیب سے
محفوظ رہنے کے لیے
بیمار پرسی کے لیے جاؤ تو
یہ پڑھو۔
نیا کپڑا پہننے کی دعا۔
کھانے کی، دودھ پینے
کی دعائیں۔

دعاءِ مصیبت
خاص خاص نمازیں
تہجد کی نماز
حضورؐ کی نماز تہجد
اہلِ ایمان کی نماز تہجد
شب بیداری کی تاکید
تہجد کی برکتیں
شب بیداری کے
دنیاوی فوائد۔
خلفاء راشدین کی
شب بیداری۔
شب بیداری کے
اوقات۔
حضرت داؤدؑ کی

شب بیداری۔
نمازِ تہجد کی رکعتیں
وظائف اور نفلی نماز
کی قضاء
رات میں اٹھ کر پڑھنے
کی دعائیں۔
صلوٰۃ التسبیح۔
نمازِ استخارہ
نمازِ حاجات
نماز حاجات بسید
الموجودات م
نماز اشراق
" چاشت
" بعد از زوال

نماز قبل از عصر
" بعد نماز مغرب
" جسمانی
" روحانی
حقیقی نماز بنانے پر
محنت کرنے کے طریقے
خاص خاص دعائیں
دعاءِ سیدنا خلیل اللہ
علیہ السلام۔
حضرت یونس علیہ السلام
اور بنی اسرائیل کی دعائیں
دعا حضرت انس رضؓ
" حضرت علی رضؓ
" حضرت فاطمہ رضؓ۔

حضرت امام حسنؓ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ حضرت ابوہریرہؓ حضرت معاذ بن جبل رضؓ حضرت عائشہ رضؓ کی خاص دعاؤں کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار خاص دعائیں لکھ کر متفرق اعمال کے سلسلے میں دشمن پر کامیابی پانے اور صحیح سلامت بیڑا پار ہونے نیز آسیب اور جنات کے بھگانے کے لیے حضورؐ کی بتلائی ہوئی دعائیں بھی اس کتاب میں حوالہ کتب کے ساتھ جمع کر دی گئی ہیں۔ یہ کتاب محدود تعداد میں بھی ابھی چھپوائی گئی ہے۔ شائقین حضرات جلد سے جلد طلب فرمائیں۔

ادارۂ تبلیغ اسلام۔ صادق آباد (مغربی پاکستان)

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو
درِ کریم سے بندہ کو کیا نہیں ملتا۔

قبولیتِ دعا اور اس کے طریقے

مرتبہ :- محمد ادریس الانصاری
صفحات ۱۰۴ - آرٹ پیپر - عکسی چھپائی - ہدیہ ۵۰ - ۲

قبولیتِ دعا کے طریقے، قبولیتِ دعا کے اوقات، قبولیتِ دعا کے مقامات، حقیقتِ دعا، حضرت آدم و حوا کی دعا، حضرت موسیٰ کی دعا، حضرت سلیمانؑ کی دعا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا۔ اسم اعظم کے توسل سے دعا کرنا۔ فکر و پریشانی دور کرنے کی دعا، اس کے علاوہ حضرات اولیاء کرام کے بتلائے ہوئے مجرب معمولات و تعویذات، نہایت ہی فراخ دلی کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔

ختم خواجگانِ نقشبندیہؒ، ختمِ خواجگانِ چشتیہؒ، ختمات غوث صمدانی محبوب سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے طریقے بھی اس کتاب میں لکھ دیے گئے ہیں۔ نیز دعا بتوسل سید الانبیاء وحضراتِ اولیاء یعنی روزانہ پڑھنے کے لیے منظوم شجرہ نقشبندیہ مجددیہ اس کتاب میں شامل کر دیا گیا۔ دینی و دنیاوی مشکلات سے محفوظ رہنے کے لیے جس کا روزانہ پڑھنا نہایت ہی مجرب ہے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ اس شجرہ کے پڑھنے سے دین دنیا کی نعمتیں حاصل ہوں گی۔ اگر آپ بھی ایک بار حضورِ قلب اور ذوق و شوق سے روزانہ یہ شجرۂ طیبہ

پڑھ لیا کریں تو پھر اس کے فوائد آپ خود محسوس فرمائیں گے۔ اس کے علاوہ صبح و شام کے تمام اوراد جو میرے شیخ قطب العالم حضرت مولانا عبدالغفور صاحب العباسی والمدنی نقشبندی مجددی قادری نور اللہ مرقدہٗ و عمت فیضانہٗ نے تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے عموماً اور سلسلۂ عالیہ غفوریہ کے لیے خصوصاً اورادِ فضلیہ کے نام سے مرتب فرمائے ہیں۔ فوائد و خواص کے ساتھ اس مسکین نے ان کو بھی ، "قبولیتِ دعا" میں شامل کر دیا ہے۔ تاکہ شائقین حضرات اس سے بھی استفادہ فرماتے رہیں۔

تمام ضرورت مندوں کو مسکین کی طرف سے "قبولیتِ دعا" کے تمام وظائف اور تعویذات کی لازماً و متعدیاً اجازت ہے۔ شوق کر استعمال فرمائیں۔

مسکین **محمد ادریس** الانصاری

خلیفہ حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مدنی
نور اللہ مرقدہٗ

صادق آباد

مسلمان خاوند ـــــ مسلمان بیوی

یعنی

اسلام کا عائلی قانون ـ!

مرتبہ :- محمد ادریس الانصاری ۔ ھدیہ :- تین روپے

انسانی زندگی کا ایک اہم شعبہ اس کی ازدواجی زندگی ہے۔ جس میں عورت و مرد کو آپس میں مروت، محبت و ہمدردی کے ساتھ نفع نقصان کا ساجھی بن کر شریکِ زندگی بننا پڑتا ہے۔ اس اہم شعبہ میں بالعموم بدمزگیاں بھی پیدا ہوتی ہیں جس کے باعث دونوں کا سُکھ چین ختم ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ میاں بیوی اپنے باہمی تعلقات و معاملات میں خدا تعالیٰ اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصول و ہدایات سے بے نیاز ہو کر اپنی مرضی اور رواج کے مطابق بے قید زندگی گذارتے ہیں جس کے نتیجہ میں دونوں کی زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔ یعنی ایک دوسرے سے محبت کرنے کی بجائے نفرت اور ایک دوسرے پر اعتماد کے بجائے شکوک و شبہات بڑھتے چلے جاتے ہیں اور جس گھر کو اسلامی اصول پر چل کر جنت کا نمونہ بننا تھا وہی گھر بے اصولیوں کے ساتھ دوزخ کا نمونہ بن جاتا ہے۔ یعنی مرد و عورت کا ذہنی سکون تباہ ہو جاتا ہے۔

اس لیے گھریلو زندگی خوشگوار ماحول میں گذارنے اور پُر سکون بنانے کے لیے رحمۃ للعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے ایسے اصول مسلمان خاوند مسلمان بیوی میں نہایت تفصیل کے ساتھ جمع کیے گئے ہیں جن پر کاربند ہو کر مسلمان مرد و عورت دین دنیا کی زندگی کو پُر سکون بنا سکتے ہیں۔

مسلمان خاوند مسلمان بیوی میں ۱۴۳ ، احادیثِ نبویہ کی تشریحات عام فہم زبان میں لکھ دی گئی ہیں۔ بِن بُلائے دعوت میں جانا۔ دعوتِ ولیمہ۔ بدترین کھانا فاسق کی دعوت۔ شیخی خوروں کی دعوت۔ عورتوں میں انصاف کرنا۔ عورتوں کی اصلاح کا طریقہ۔ عورت کی بدزبانی پر صبر کی تعلیم۔ عورتوں کو بے دردی سے مارنا عورت کے جذبات کا لحاظ رکھنا۔ کامل مؤمن کی پہچان۔ بیوی کو کس طرح رکھیں۔ کس موقعہ پر طلاق حرام ہے۔ نیت کے بغیر طلاق کا حکم۔ زبردستی کی طلاق۔ بیوی پر بدگمانی کرنا۔ بددیانت عورت جنت میں نہ جائے گی۔ خاوند کی چوری کرنا۔ بیوی کی خوراک و پوشاک۔ ایک دن میں ستّر مرتبہ تک معاف کرنے کا حکم۔ بچے کو زبردستی عورت سے چھین لینا۔ بیوی میں کیا خوبیاں دیکھی جائیں۔ اور اس قسم کے دوسرے معلوماتی مضامین مسلمان خاوند مسلمان بیوی میں جمع کر دیے گئے ہیں۔ جن کی ہر مسلمان مرد و عورت کو عائلی گھریلو زندگی میں ضرورت پڑتی ہے۔

جنت کی بہاریں

تالیف :۔ محمد ادریس الانصاری۔

ھدیہ :۔ ۱،۲۵ ۔ سوا روپیہ۔

جنت کے محلات ، باغات اور میوہ جات۔ دودھ اور شہد کی نہریں۔ لان اور اس کی روشیں۔ خیمہ جات۔ حوریں اور ان کے ملبوسات زیورات وغیرہ پر قرآن و حدیث کی روشنی میں نہایت دلچسپ آنکھوں دیکھا تبصرہ۔ جس کو پڑھ کر آپ کے سامنے جنت کی تصویر آجاتی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ دنیا میں جنت اور اس کی بہاروں کی سیر کر رہے ہیں۔

دعواتِ فضلیہ

مُرتّبہ :- قطبُ العالم شیخ الاسلام حضرت مولانا عبدالغفور صاحب العباسی مہاجر مدنی۔ نور اللہ مرقدہٗ۔

۷- دن کے وظیفے، خاص خاص دعائیں، اخلاقی احادیثِ نبویّہ، اسباق سلوکِ نقشبندیہ، مجددیّہ اور ضروری نصائح کا مجموعہ ہے۔ ہدیہ :- تین روپے۔ ۳/-

خاص خاص وظیفے نمازیں و دُعائیں

مرتّبہ :- محمد ادریس الانصاری۔

صفحات ۲۰۰- ہدیہ ۳/۵۰

آپ کی دین دنیا کی پریشانیوں کا، کامیاب اور مکمل علاج حدیثِ پاک کے ذریعہ بتلایا گیا ہے۔ فلاح دارین، یعنی دین و دنیا کی، کامیاب زندگی بنانے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ تفکرات، بیماریوں، پریشانیوں، مصیبتوں اور غموں میں یہ کتاب آپ کی پوری طرح رہنمائی کرے گی۔

زندگی کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے، اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر یقین جمانے نیز ایمانی ذوق کی تسکین کے لیے

الارکان فی الاسلام

کا خود مطالعہ فرمائیں اور بچوں کو پڑھائیں!

اسلام کے پانچ ارکان کلمہ طیبہ[۱]۔ نماز[۲]۔ زکوٰۃ[۳]۔ روزہ[۴]۔ حج[۵] کے علیٰحدہ علیٰحدہ عنوان پر ۱۶ر نومبر ۱۹۵۶ء سے ۶ر دسمبر ۱۹۵۷ء تک محمد ادریس الانصاری کے ۴۳ خطبات کا مجموعہ "الارکان فی الاسلام" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ جن کو قاری فرحت علی صاحب جامع عیدگاہ دورانِ تقریر تحریر کرتے رہے۔ قاری صاحب موصوف ہی ان خطبات کے تعارف کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:—

واقعہ یہ ہے کہ غالباً ۵۶ء کے اوائل میں۔ میں اپنے کلیم کے حصول کی سعی میں صادق آباد آیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ میں بدترین جہالت کا جسے آج کل کے حضرات اپنے زعم میں آزادی سے تعبیر کرتے ہیں، چلتا پھرتا نمونہ تھا۔ مگر مولانا کی مخلصانہ سعی نے مجھے اس گندگی سے نکال کر زندگی کے صحیح موڑ پر لا کھڑا کیا جس کے لیے میرا رواں رواں مولانا ممدوح کے لیے دعا گو ہے۔ بہر حال ایک عرصہ سے مولانا کی زندگی کا،

یہ دستور بن گیا ہے کہ وہ ہر صبح کو درسِ قرآن دیتے ہیں اور جمعہ کے روز خطبہ سے پہلے گھنٹہ پون گھنٹہ مختلف عنوانات پر سیر حاصل تقریر فرماتے ہیں۔ میں بھی جمعہ کی نماز مولانا ممدوح کی اقتدا میں ادا کرتا تھا۔ یہ میری زندگی کا پہلا اتفاق تھا کہ میں نے مولانا کی تقریر سُنی اور تقریر کی رنگینی، جامعیت اور افادیت میں گُم ہو کر رہ گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ لوگ انتہائی محویت و دلچسپی سے مولانا کی تقریر سُنتے ہیں۔ میلوں سے ریل، تانگوں کے ذریعہ اور پیدل سفر کر کے تقریر سُننے کے لیے آتے ہیں۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ یہی لوگ اس گنج گراں مایہ اور انمول موتیوں کو نسیان کے اُس میدان میں بکھیر دیتے ہیں جہاں سے پھر ان کو سمیٹنے والا اور ان کی قیمت متعین کرنے والا نہیں ہوتا۔ یہ محسوس کر کے مجھے بے حد قلق ہوا ــــ اور میں نے مولانا سے درخواست کی وہ مجھے اِن خطبات کے جمع کرنے کی اجازت دے دیں۔ الحمدللہ تعالیٰ مولانا نے انتہائی انبساط و مسرت کے ساتھ مجھے اس کی اجازت مرحمت فرما دی۔ اور فداہ روحی وابی حضور رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ الخ کی تشریح و توضیح تسلسل کے ساتھ شروع فرما دی اور اس شان و انداز سے کہ باوجود مخصوص عنوان اور ٹھوس دینی مضمون ہونے کے مولانا نے ادب تصوف و تاریخ کے ایسے گل ہائے رنگا رنگ کھلائے ہیں کہ گویا یک نہایت چابک دست و فن کار باغبان نے انتہائی جانفشانی

سے ایک ایسا چمن سجایا ہے جس سے ہر شخص بقدرِ ظرف و ذوق متمتع ہوتا ہے اور جس کی داد و تحسین کو ناظرین کی وسیع النظری کے سپرد کرتا ہوں "۔ !

۴۲، خطبات کا یہ مجموعہ ۵۱۲ صفحات پر مشتمل ہے
ہدیہ مجلد ۵ روپیہ۔ خرچ روانگی ایک روپیہ ہے
رقم بذریعہ منی آرڈر ۶ روپیہ بھیج کر یا بذریعہ وی پی طلب فرمائیں!

ملنے کا پتہ :-

ادارہ تبلیغ اسلام صادق آباد

(مغربی پاکستان)

فیضُ الغفور

تصوّف و سلوک سے لگاؤ رکھنے والے حضرات کے لیے نادر تحفہ۔ طریقت، شریعت، حقیقت و معرفت جیسے مضامینِ عالیہ پر قرآن و حدیث، صحابۂ کرامؓ، اولیاء کرامؒ کی حکایات و حالات کی روشنی میں سیر حاصل تبصرہ اور علم سلوک میں وقت کی دل چسپ اور کار آمد کتاب ہے۔ اہل سلوک کو تربیت دینے، اُن کے اخلاق سُدھارنے کے لیے فیضُ الغفور کے مطالعہ کی پُر زور سفارش کی جاتی ہے۔

فیضُ الغفور جن مضامین پر مشتمل ہے ان میں سے چند ایک عنوان یہ ہیں :-

[1] شریعت و طریقت دونوں ایک ہیں۔ [2] علماء بھی طریقت کے محتاج ہیں [3] طریقت میراث نہیں عمل سے حاصل ہوتی ہے۔ [4] مقامِ فنا اور بایزید بسطامیؒ [5] فکرِ عقبیٰ اور داؤد طائیؒ، [6] بربادی کے اسباب، [7] اولیاء کا ادب اور امام احمد بن حنبلؒ، [8] عارف کی شناخت، [9] اکلِ حلال، [10] حق العباد، [11] تسلیم و رضا، [12] شوقِ نماز، [13] صحبتِ اہل دنیا، [14] ریاضت و مجاہدہ، [15] تعلیمات حضراتِ مشائخ، [16] خواہش و ہوس، [17] ولایت، [18] ولی اصطلاحِ صوفیاء میں [19] اولیاء اللہ کی صفات، [20] ولایت کس طرح حاصل ہوتی ہے، [21] کرامات اولیاء، [22] نبی و ولی کا فرق، [23] مغفرت حق، [24] توبہ کے شرائط، [25] توبہ کے فوائد،

[26] حقیقت توبہ۔ [27] محبت۔ [28] سخاوت۔ [29] شریعت کیا ہے۔ [30] حقیقت کس کو کہتے ہیں۔ [31] توحید کا مفہوم، [32] احسان۔ [33] مشاہدہ، [34] مقامِ نبوت۔ [35] مقامِ ولایت، [36] مقامِ قطبیت، [37] صراطِ مستقیم اور اس کا سفر، [38] اصلاحِ قلب، [39] عقلِ کامل کی نشانی، [40] اولیاء کے ساتھ توسل اور وسیلہ پکڑنے کا مطلب، [41] دنیا کی حقیقت [42] مراقبۂ موت اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سے عنوانات اس کتاب میں نہایت دل چسپ طریقے سے بیان کیے گئے ہیں۔

کتاب شروع کر کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ کامل اور مکمل مسلمان بننے کے لیے ہمیشہ اس کتاب کو مطالعہ میں رکھیں، خود پڑھیں اور اپنے گھر والوں کو پڑھائیں۔

جلد نہایت خوب صورت ہے۔ کاغذ، چھپائی، لکھائی اعلیٰ پیمانہ پر کرائی گئی ہے۔

قیمت پانچ روپیہ پچاس پیسے، ڈاک خرچ ایک روپیہ

وی پی طلب کرنے والوں سے کل ۶/۵۰ اور منی آرڈر سے منگانے والوں کو ۶ روپے میں بذریعہ رجسٹری کتاب بھیجی جائیگی

ملنے کا پتہ:۔

ناظم ادارہ تبلیغ اسلام

صادق آباد

مغربی پاکستان

میری نماز

مرتبہ: محمد ادریس انصاری

ہم آپ سے پوچھتے ہیں!

س:- صبح کی نماز کیوں فرض ہوئی؟ س:- مغرب کی نماز مقرر کرنے کی کیا وجہ ہے؟ س:- نماز کے لیے عصر کا وقت کیوں مقرر ہوا؟ س:- نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنا کیوں ضروری ہے؟ س:- نماز میں ہاتھ باندھ کر کیوں کھڑے ہوتے ہیں؟ س:- نماز کی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے رکھنے کی کیا وجہ ہے؟ س:- نماز کی ابتدار اللہ اکبر کے ساتھ کیوں کی گئی؟ س:- نماز میں الحمد کیوں پڑھی جاتی ہے؟ س:- سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی اور رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کیوں مقرر ہوا؟ س:- نماز کے شروع میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی کیا وجہ ہے؟ س:- ایک سجدے کے بعد بیٹھنے میں کیا حکمت ہے؟ س:- رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہونے میں کیا مصلحت ہے؟ س:- امام ظہر و عصر میں قرآن آہستہ اور مغرب عشار اور فجر میں بلند آواز سے کیوں پڑھتا ہے؟

س:- نماز کے اختتام پر سلام کا لفظ کیوں مقرر ہوا؟

نماز کے متعلق یہ سوالات اور اس قسم کے دوسرے جوابات اگر سمجھ میں نہ آئیں تو آج ہی "میری نماز" منگا کر حل کریجیے۔ قیمت ۱/۵۰ کاغذ سفید۔ کتابت طباعت آفسٹ ÷

آفتاب عالم پریس لاہور